

علامہ ابن تیمیہ
اور ان کے ہم عصر علماء



مُصَنَّف
مولانا حضرت شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجددی

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی ۶۷

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ

علمی، تحقیقی جائزہ

علامہ ابن تیمیہ
اور
ان کے ہم عصر علماء

تالیف

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی

۲
جملہ حقوق محفوظ ہیں

بار دوم

۱۴۰۱ھ - ۱۹۸۱ء

کتاب کا نام: علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء

صفحات: ۱۲۸

مصنف: حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی دامت برکاتہ (فاضل ازہر)

مہتمم: ڈاکٹر محمد ابوالفضل فاروقی

طابع و ناشر: شاہ ابوالنخیر اکاڈمی

درگاہ حضرت شاہ ابوالنخیر قدس سرہ

شاہ ابوالنخیر مارگ، دہلی - ۶

کتابت: محمد منظور الدین - ۴۶۵ - اندرون ٹیما محل - دہلی

تعداد: ایک ہزار

قیمت: بارہ روپے

فہرست کتاب "علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء"

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳	اسباب تنافر	۳	فہرست
۲۶	الدرر الکامنہ	۵	اداریہ
۲۹	ذہبی کی زَعْلُ الْعِلْمِ	۶	مولانا عبد الماجد دریابادی کا تہذیبیہ
۵۱	ذہبی کی النَّصِيحَة	۷	مولانا سعید احمد اکبر آبادی کا تبصرہ
۵۲	النَّصِيحَة کا ترجمہ	۱۰	قصیدہ بردہ کے سات شعر
۵۳	خلاصہ	۱۱	تعارف و تشکر
۵۶	امام فخر الدین رازی کو برا کہنا	۲۹	اہل تدابیر
۵۷	حضرت شیخ اکبر کو شیطان کا خطاب	۳۳	علامہ تقی الدین ابن تیمیہ
۵۸	صدر الدین تلمسانی، ابن سبعین کو برا کہنا	۳۴	ولادت
۵۸	حمیت دین اور اظہار حق	۳۴	وفات
۵۹	علامہ منادی کا بیان	۳۴	اُس وقت کی حالت
۶۰	علماء کی تحقیر	۳۵	تربیت اور تحصیل علم
۶۱	مولانا آزاد کا بیان	۳۶	فضائل اور اوصاف
۶۳	علامہ ابن الوردی	۳۶	علامہ تقی الدین سبکی
۶۳	حافظ ابن کثیر	۳۷	علامہ سبکی کی تخریر
۶۵	علامہ ابن جہبل	۳۷	علامہ ذہبی
۶۶	اشاذ البوزہرہ	۳۸	علامہ ذہبی کی تخریر
۶۹	تحقیق کا نیا معیار	۳۸	مَا رَأَيْتُ مِثْلَهُ
۷۲	سفر نامہ ابن بطوطہ	۳۹	حافظ رملکانی
۷۳	اشاذ بیطار کی تنقید	۴۰	علامہ ابوجیان
۷۴	تنقید پر تبصرہ	۴۱	آخر شکایت کیوں
۷۵	ابن خلدون کا بیان	۴۱	کوثری کا بیان
۷۶	اشاذ بیطار کی گرفتیں	۴۲	تذکرہ نگاروں کی روش

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۶	حافظ ابن حجر عسقلانی کا بیان	۷۸	منبر
۱۰۷	علامہ عینی کا بیان	۷۹	حدیث انزول
۱۰۷	علامہ ابن الہمام کا بیان	۸۰	نوقتہ اور معیت
۱۰۹	شیخ عبدالحق کا بیان	۸۱	اسرا بیات
۱۰۹	علامہ ابن تیمیہ کا بیان	۸۲	علامہ ابن جوزی
۱۱۰	قاضی عیاض مالک کا بیان	۸۴	استاذہ لوزہرہ کیا کہتے ہیں؟
۱۱۱	امام مالک کا قول	۸۵	علامہ ابن الہمام کی تحریر
۱۱۲	ابو عمران کا بیان	۸۶	شیخ ابن عربی
۱۱۳	امام مالک اور خلیفہ منصور	۹۰	شیخ برکے کلام کی کنجی
۱۱۴	علامہ سمہودی کی تحریر	۹۱	علامہ ابن تیمیہ کا ایک خیال
۱۱۵	قبر کو مساجد بنانا	۹۱	شیخ مرشدی کا واقعہ
۱۱۵	انوکھا استدلال	۹۳	حضرت مجدد کا بیان
۱۱۶	حنابلہ کا مسلک	۹۴	توحید الوہبیت و توحید ربوبیت
۱۱۷	احادیث زیارت	۹۵	علامہ دہجوی کا رد
۱۱۹	علامہ ابن ہمام کی تحقیق	۹۷	توسل
۱۲۰	مبارک آثار سے برکت حاصل کرنی	۹۹	استغاثہ
۱۲۱	ماوائے شیاطین	۱۰۰	امامت گبری
۱۲۱	دعائے استمداد	۱۰۱	اختلافی مسائل
۱۲۳	اختتامیہ	۱۰۲	آخری بحث
۱۲۵	مراجع کتاب	۱۰۳	زیارت قبور
۱۲۹	مولانا سعید احمد کا تبصرہ انگریزی میں	۱۰۵	حدیث لَا تَشْدُ الرَّحَالَ
		۱۰۵	امام غزالی کا بیان

اداریہ

جناب ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں صاحب صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد
 ۱۳۹۳ھ (۱۹۷۳ء) میں حضرت والد ماجد دامت برکاتہ سے کتاب علامہ ابن تیمیہ اور ان
 ہم عصر علماء طبعات کے واسطے لے گئے تھے۔ اس کتاب کو مجلس روضۃ المعارف المجددین
 نے ۱۳۹۵ھ (۱۹۷۵ء) میں مع تعارف نامہ کے جو کہ ڈاکٹر صاحب نے تحریر فرمایا ہے،
 چھپوایا۔ مجلس نے کتابت اور طبعات اچھی کلائی اور کاغذ بھی عمدہ استعمال کیا لیکن تصحیح
 بالکل ناقص ہے۔ مجلس نے کتاب کے صفحات کے اعداد ہندسوں سے لکھے ہیں جو کہ ۱۲۹
 ہیں اور تعارف نامہ کے صفحات ابجد کے حساب سے بیان کئے ہیں جو لا پر ختم ہوا ہے
 (۳۱ پر) اور باقی آٹھ صفحات کو بے عدد رکھا ہے۔

اب شاہ ابوالنجر اکاڈمی نے حضرت مصنف دامت برکاتہ سے کتاب کی تصحیح کے
 واسطے گزارش کی اور آپ نے بہت دقیق نظر سے اس کام کو انجام دیا، پھر آپ نے
 مضامین کی مفصل فہرست اور مراجع کی فہرست مرتب فرمائی، جس سے کتاب کی افادیت
 میں اضافہ ہو گیا۔ اکاڈمی نے ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں صاحب کو بھی لکھا کہ وہ تعارف
 نامہ کو دیکھ لیں، چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے بھی تعارف نامہ کی تصحیح کی اور ساتھ ہی آپ
 نے مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی کا تبصرہ جو کہ حیدرآباد سے میگزین اسلامک کلچر
 میں چھپا ہے اور اس کا اردو ترجمہ ارسال کیا۔ چنانچہ یہ تبصرہ اور اس کا ترجمہ اور مولانا
 عبدالماجد صاحب دریا بادی رحمانیہ کا تبصرہ جو "صدق جدید" میں چھپا تھا، کتاب کے
 ساتھ بحلیہ طبعات آراستہ ہو رہے ہیں۔

محمد ابوالفضل فاروقی

جمو۔ ۱۷ رجب ۱۴۰۱ھ

۲۷ مئی ۱۹۸۱ء

مولانا عبدالمجاہد دریابادی کا تبصرہ

یہ تبصرہ ہفتہ وار "صدق جدید" لکھنؤ کی جلد ۲۶ نمبر ۲۶ یوم جمعہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۷۶ء کے پرچہ کے صفحہ ۴۴ کالم ۲ میں چھپا ہے۔

"علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء" از مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی، ۲۹۹ صفحات قیمت ۳۰۰ روپے۔ پتہ شاہ ابوالحسن زید درگاہ شاہ ابوالخیر، شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۷۔ ابن تیمیہ کی شخصیت معرکہ الآراء ہوئی ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک وہ محقق اور فاضل ہیں اور دوسرے گروہ کے نزدیک تشدد و نقشب کا مجموعہ۔ ایک مسلح ہوئے اہل قلم نے ان کے متعلق بڑا متوازن تبصرہ کیا ہے اور ابن تیمیہ کی اصل عبارتوں کا ترجمہ بھی دے دیا ہے اور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے معاصرین کو کن اسباب سے غلط فہمی ہوئی۔ کتاب ابن تیمیہ کے موافقین و مخالفین دونوں کے پڑھنے کے قابل ہے اور مصنف نے اس سلسلہ میں ایک بڑا کام کر دیا ہے۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے تبصرے کا ترجمہ

کاتبصرہ مجلہ اسلامک کلچر جلد نمبر ۱۷ شماره ۲
اپریل ۱۹۸۰ء (حیدرآباد، ہندوستان) میں چھپا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ (۱۲۶۸ء - ۱۳۲۸ء) کی شخصیت علمائے اسلام میں ہمیشہ نزاعی رہی ہے، ایک طرف یہ بات مسلم ہے کہ اُن کا شمار اسلام کے اُن عظیم ترین متبحر علمائے کرام میں کیا جائے جن میں قلب و نظر کے نادر اوصاف (بڑی خوبصورتی سے) ہم آمیز ہو گئے تھے۔ وہ ایک ہمہ گیر مصنف تھے، ان کی تحریر و تقریر میں بڑا زور ہوتا تھا انہوں نے عمر بھر سادگی و شرافت اور زہد و تقویٰ کا دامن نہیں چھوڑا۔ اور دوسری طرف یہ دیکھا گیا کہ اسلام کے مشہور اور جید علماء امام غزالی اور ابن عربی سے بعض امور میں کچھ اختلاف تھا، اس وجہ سے ابن تیمیہ نے اُن پر بڑی سختی سے کڑی تنقید کی، اس معاملہ میں اعتدال و احتیاط کو نظر انداز کر کے متعصبانہ رویہ اختیار کیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے متضاد احوال کی وجہ سے دشمن بھی بہت بنائے اور دوست بھی، مداحوں کا بھی ایک بڑا حلقہ بنایا اور نکتہ چینیوں کا بھی، حامیوں کی بھی ایک کثیر تعداد ملی اور مخالفوں کی بھی۔

علامہ ابن تیمیہ نے اسلامی اور یونانی علوم کا اکتساب اس زمانہ کے نامور اساتذہ سے کیا، اور ایک مدرس کی حیثیت سے اپنی زندگی شروع کی، ابھی صرف بیس سال کے تھے کہ اپنے علم کی ہمہ گیری و گہرائی اور اپنی خطابت و تحریروں کے تنوع کے سبب سارے عالم اسلام میں مشہور و ممتاز ہو گئے، اور اس وقت کے مشہور علمائے کرام نے اس نوجوان علامہ کی دن کھول کر تعریف و توصیف کی، چالیس سال کی عمر تک وہ بجا طور پر اس تعریف و توصیف کے مستحق بھی رہے، یوں تو وہ جنبلی سمجھے جاتے تھے، مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک آزاد خیال مفکر اسلام تھے۔ انہوں نے چند اہم مسائل میں جمہور علماء کے اجماع کے بالکل خلاف اپنے ذاتی خیالات کا بڑی بے باکی سے اظہار کر دیا ہے۔

ابن تیمیہ کی لگ بھگ ایک سو کتابوں کو سامنے رکھ کر اگر تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ

اصحاب مذاہب سے اُن کے اختلافات چار قسم کے ہیں۔

۱۔ اگرچہ ابن تیمیہ اپنے کو امام احمد بن حنبل کا پیرو بتاتے ہیں، باوجود اس کے انہوں نے چھبیس مسائل میں اختلاف کیا ہے۔

۲۔ سولہ مسائل میں احمد بن حنبل کے مسلک کو قطعی طور سے نظر انداز کر کے باقی تین اماموں میں سے کسی ایک کے مسلک کو اختیار کیا ہے۔

۳۔ اثنالیس مسائل میں انہوں نے چاروں ائمہ کے فیصلوں کو چھپ کر اپنی آزاد رائے کو ترجیح دی ہے۔

۴۔ اثنالیس مسائل ایسے ہیں جہاں انہوں نے اجماع امت کو نظر انداز کر دیا ہے اور اپنی ذاتی رائے کو اہمیت دی ہے۔

یہ آخری قسم ابن تیمیہ کے شذوذات اور خصوصی مسائل کہلاتے ہیں، وہ ان مسائل میں منفرد ہیں ان شذوذات میں مندرجہ ذیل مسائل بھی شامل ہیں۔

(الف) آیت مبارکہ "الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی" کے بیان میں مجسماتی تعبیر۔

(ب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کے قصد اور نیت سے سفر کرنے کو شرعاً ناجائز قرار دینا۔

(ج) ایام حیض میں دی گئی طلاق کو ناجائز ٹھہرانا۔

ابن تیمیہ کے اس قسم کے موقف و مسلک نے اسلامی دنیا میں طوفان برپا کر دیا، اور نتیجہ یہ نکلا کہ ابن تیمیہ نے اپنی عمر کی آخری منزلوں میں اپنے شاذ خیالات اور بے باکانہ تعبیرات کے سبب بہت سے ایسے ہم عصر علماء کو جو اُن کے معتقد اور مداح تھے، اپنا کٹر مخالف بنا لیا، اب ایک طرف ایک اسلامی فرقہ بڑے خلوص سے ان کا وفادار ہے اور دوسری طرف متعدد اسلامی فرقے یکسر ان کے مخالف اور ملامت کنندہ ہیں۔

ان دونوں گروہوں کو چھوڑ کے ایک تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو واقعات کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں، یہ لوگ علامہ ابن تیمیہ کے علمی تبصرے، اُن کی اہلیت، صلاحیت اور قابلیت اور اسلامیات کے میدان میں اُن کی شاندار خدمات کے معترف و مداح ہیں لیکن ساتھ ہی وہ اُن کے مندرجہ بالا چاروں شقوں کے تحت آنے والے خیالات و آراء کو ماننے سے صاف انکار کر دیتے ہیں، اس طرح یہ تیسرا گروہ ایک عظیم اسلامی مفکر اور عالم کے مرتبہ اور مقام کے تعین کے سلسلے میں خوبیوں اور خامیوں، دونوں کو نظر میں رکھتے ہوئے پوری احتیاط ملحوظ رکھتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کے فاضل مصنف جو مشہور عالم دین اور صوفی بزرگ ہیں، اسی تیسرے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے تصویر کے دونوں رخ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، علامہ ابن تیمیہ کی سوانح حیات کا ایک خاکہ پیش کرنے کے بعد انہوں نے ابن تیمیہ کے بارے میں ہم عصر علماء کی رائیوں پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس کے بعد قرآن و حدیث کی روشنی میں مختلف مکاتیب خیال پر بحث کر کے نتائج اخذ کئے ہیں، کہیں ابن تیمیہ سے اتفاق اور کہیں اختلاف۔ یہ سارا مقالہ عالماتہ تحقیق کا اچھا نمونہ ہے اور پڑھنے والے کو بصیرت بخشتا ہے۔ کتاب کا دیباچہ صدر شعبہ عربیہ جامعہ عثمانیہ ڈاکٹر محمد عبدالستار خان نے لکھا ہے، انہوں نے فاضل مصنف کی سوانح عمری اور علمی شرف کا ذکر کر کے کتاب کی خوبی پر چار چاند لگائے ہیں۔

(سعید احمد اکبر آبادی)

قَصِيدَةُ بَرْدَةَ

کے

سات شعر اور ان کا ترجمہ

۱ مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ... وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجْمٍ
 ۲ هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تَرَجَّحَى شَفَاعَتُهُ لِكُلِّ هَوَلٍ مِنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَحِمٍ
 ۳ فَاقِ التَّبَيُّتَيْنِ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ وَلَمْ يَدَّانُوهُ فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ
 ۴ وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ عَرَفًا مِنَ الْبَحْرِ أَوْ شَفَاءً مِنَ الدِّيمِ
 ۵ فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيبًا بَارِئُ النَّسَمِ
 ۶ مَنْرَةً عَنْ شَرِيكَ فِي فَحَاسِنِهِ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ
 ۷ وَانْسُبْ إِلَى ذَاتِهِ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ وَانْسُبْ إِلَى قَدْرِهِ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٍ
 اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

ترجمہ

- ۱۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت، جن و انس اور دونوں فریقوں عرب و عجم کے سردار ہیں۔
- ۲۔ وہی اللہ کے ایسے محبوب ہیں کہ پیش آنے والی آفتوں میں سے ہر آفت کے وقت انکی شفاعت کی اس لگی رہتی ہے۔
- ۳۔ وہ اپنی پیدائش و خلقت میں اور اپنے اخلاق میں تمام انبیاء پر سبقت لے گئے ہیں اور وہ آپ کے علم و کرم کو نہیں پاسکے ہیں۔
- ۴۔ وہ سب آپ سے اس طرح ملتئم ہیں جیسے دریا سے ایک چٹو اور مینہ سے ایک گھونٹ کی رہا کرتی ہے۔
- ۵۔ آپ ہی وہ ہیں کہ جن کے ظاہری و باطنی کمالات انتہا کو پہنچ گئے ہیں اور خالق کائنات نے ان کو اپنا حبیب چن لیا ہے۔
- ۶۔ وہ اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک اور منزہ ہیں اور ان کا جوہر حسن منقسم نہیں ہے۔
- ۷۔ چنانچہ بھی چاہو آپ کی ذات کو شرف سے نسبت دو اور جس قدر چاہو آپ کے مرتبہ کو بزرگی سے بیان کرو۔ اے اللہ تو ان پر اپنی خاص رحمت اور سلام نازل فرما۔

تعارف و تشکر

از

جناب (ڈاکٹر) مولانا محمد عبدالستار خاں صاحب نقشبندی وقادری

استاذ عربی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، پی۔ اے



الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالشُّكْرُ لَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ وَأَحْبَبَهُمْ

بندۂ عاجز عرض پرداز ہے کہ الحمد للہ ہندوستان ایک مردم خیز خطہ ہے۔ اس کے ہر دور میں بڑی بڑی شخصیتیں پیدا ہوئیں اور علم و دین اور رشد و ہدایت کے چشمے جاری کئے۔ اس صدی میں جن علماءِ حق نے اس ملک میں علم و عمل اور حق و صداقت کی روشنی پھیلائی ہے اور جن کے انفاسِ قدسیہ سے خواص و عوام کی اصلاح ہو رہی ہے ان میں عارف باللہ مخدومنا حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی امداد اللہ فیضہ الساری و نفع

بِمَعَارِفِهِ الْقَاصِي وَالذَّانِي، ایک خاص اور ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ حضرت مدظلہ کی پوری زندگی تحصیل علم و مطالعہ اور تصنیف و تالیف اور ارشاد و تربیت میں گزری ہے۔ نام و نموداریا اور نمائش سے الگ رہ کر اللہ اور فی اللہ یہ گراں مایہ خدمات انجام دیئے جا رہے ہیں۔ آپ کا ظاہر بہت سادہ اور بے تکلف ہے، لیکن باطن شگفتہ، تابناک اور حد درجہ اثر انگیز۔

حضرت کا ذریعہ معاش وہی توکل ہے، جس پر عموماً اہل اللہ کا ہمیشہ مدار رہا ہے۔ اسی "وادیِ ائمن" میں حضرت شاہ صاحب مدظلہ اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ کے علم و فضل اور وسعت مطالعہ و حسن نظر اور پھر جامع ازہر کے فارغ التحصیل ہونے کے اعتبار سے بڑی سے بڑی پیشکش ممکن تھی اور ہے لیکن آپ کو اپنی خانقاہ (یعنی خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ) کو جو کہ دہلی میں ہے چھوڑنا گوارا نہیں۔ علم سے لگاؤ، سادہ زندگی اور قناعت پسندی ہمارے علماء سلف کی ایک امتیازی شان رہی ہے، جسے اس دور میں بھی بعض علماء نے قائم رکھا ہے اور ان ہی میں اللہ کے فضل سے ہمارے شاہ صاحب مدظلہ بھی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ اس شجر طیب کی شاخ ہیں جس پر حضرت خواجہ خواجگان قبلہ حق پرستاں حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدس سرہ کا یہ شعر جو آپ نے ساقی نامہ میں فرمایا ہے، صادق آتا ہے ۵

اِس سلسلہ از طلائے ناب است

اِس خاندان تمام آفتاب است

اور یہ شعر کیوں صادق نہ آئے جب کہ حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہ نے اپنے مکتوب گرامی کے ۶۵ کے آخر میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی دوران کی اولاد رحمہم اللہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے:-

"فرزندانِ آن شیخ کہ اطفال اند، اسرارِ الہی اند، بالجملة شجرہ طیبہ اند، اَنْبَتُ اللّٰهُ نَبَاتًا حَسَنًا" اور چار سطر کے بعد تحریر فرمایا ہے:- "فقراے باب اللہ اند، دلہائے عجب اند"

۱۵ یہ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کی وہی خانقاہ ارشاد پناہ ہے جہاں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہما اللہ درس حدیث کے لئے الامام الحافظ ابو مسدود قتہ، ابو حنیفہ عصرہ، و بخاری دھرہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی ثم المدنی قدس سرہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ ۱۲ منہ کے رقعات حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ۔

المحدثہ "پیر باقی" کی دعا اپنے "مرید سرہندی" کے حق میں قبول ہوئی، جس کا اثر ہم آج تقریباً چار سو برس پر بھی دیکھ رہے ہیں، اور ان شاء اللہ قیامت تک اس دعا کا اثر باقی رہے گا، اور حضرت امام ربانی قدس سرہ کی مبارک اولاد اُمتِ مسلمہ کو اپنے فیوض سے برابر مالا مال کرتی رہے گی۔

ہم سے کہتے تری راہ میں برباد ہوئے تو سلامت رہے کوچہ تیرا آباد رہے

ابتدائی تعلیم آپ کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ ابوالخیر قدس اللہ بترہ نے خاص اپنی نگرانی میں دہلی کے علماء سے دلوائی اور پھر مدرسہ عبدالرب (دہلی) میں داخل فرمایا، جہاں مولانا عبدالوہاب، جناب مولانا حکیم نجی محمد مظہر اللہ، جناب مولانا محبوب الہی جیسے ماہر اساتذہ سے علوم متفرقہ کی کتابیں پڑھیں اور حدیث شریف کا دورہ حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی اور حضرت مولانا محمد شفیع (داماد مولانا محمود الحسن) کے حلقہ میں کیا۔ صحیح بخاری صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ حرفاً حرفاً از اول تا آخر مولانا عبدالعلی سے اور جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور نسائی مولانا محمد شفیع سے پڑھیں اور ان قہر علماء کے کامیاب ترین شاگرد رہ کر سند فراغ حاصل فرمائی۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے علمی ذوق نے آپ کو آپ کے برادر خورد کے ہمراہ جامع ازہر پہنچایا۔ جہاں آپ نے چار برس زیر تعلیم رہ کر نصاب تعلیمی عالمیہ میں جو فقہ، اصول فقہ، تفسیر، حدیث، مصطلح، توحید، شرح، صرف، معانی، بیان، بدیع اور منطق پر مشتمل تھا، امتیازی کامیابی حاصل فرمائی اور علاوہ ازیں حدیث شریف کی اسناد عالیہ مجاہد کبیر السید احمد الشریف السنوسی، محدث شام حضرت شیخ بدرالدین الدمشقی، محدث غرب السید محمد عبدالحی الکتانی المغربی الفاسی، علامہ شیخ محمد نختیطعی المطیعی الحنفی اور شیخ محمد حبیب اللہ بن عبد اللہ بن شیخ مایا بنی الشنقیطی رَحِمَهُمُ اللہُ سے حاصل فرمائیں۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے قلمی افادات کا آغاز مصر سے واپسی کے بعد سے ہوا، اور ہر تحریر میں اپنے ذہن کی اچھی فہم و فراست کی بلندی، مطالعہ کی وسعت، نظر کی دقت اور گہرائی، اور قوت اجتہاد کے پائدار نقوش چھوڑے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے جملہ مضامین اور تالیفات کا احاطہ تو یہاں مشکل ہے، البتہ چند اہم تصنیفات کے نام یہ ہیں :-

- ۱- الأسانید العالیہ مع صور الشہادہ (عربی - غیر مطبوع)
- ۲- الخیر المرید فی اعواب الآیہ و کلمۃ التوحید (عربی - غیر مطبوع)
- ۳- القول السخی فی الدب عن الشیخ عبد العینی (فارسی - غیر مطبوع)
- ۴- النجۃ فی مسأله اللحیہ و القبضۃ (فارسی - غیر مطبوع)
- ۵- بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید (اردو - مطبوع)
- ۶- مجموعہ خیر البیان (اردو - مطبوع)

- ۷۔ (تاج السیر و مدارج الخیر) (فارسی - مطبوع)
- ۸۔ تقویم خیری (اردو - غیر مطبوع)
- ۹۔ رسالہ غیر المقال فی رویت الہلال (اردو - مطبوع)
- ۱۰۔ مسألہ ضبط ولادت (اردو - مطبوع)
- ۱۱۔ منہج الالباء فی السلام علی الانبیاء والرضاعین الاولیاء (اردو میں اور فارسی میں - مطبوع)
- ۱۲۔ رسالہ وحدت الوجود (اردو - مطبوع)
- ۱۳۔ التبتقات من الطبقات (عربی - غیر مطبوع)
- ۱۴۔ مقامات خیر، یہ آٹھ سو صفحے کی ضخیم تالیف ہے جس میں اولاً حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ تک آپ کے آباء کرام، خلفاء عظام اور اولاد امجاد کا بیان ہے اور آخراً حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے والد بزرگوار حضرت شاہ ابوالخیر فاروقی مجددی دہلوی قدس سرہ کے مبارک احوال اور آپ کے علم و فضل اور کمال اور ذوق سخن کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ کتاب اردو میں ہے اور دو مرتبہ چھپ چکی ہے۔
- ۱۵۔ "علامہ ابن تیمیہ اور ان کے معاصر علماء" یہی زیر نظر معرکہ الآراء کتاب ہے، جس کی اجازت طبع حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے اہل حیدرآباد کو دی ہے جس کے بارے میں چند کلمات اس تعارف کے آخر میں عرض کئے جائیں گے۔ لہ

حضرت شاہ صاحب مدظلہ عمدہ ذوق سخن کے بھی مالک ہیں، عربی، فارسی اور دو تینوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں اور کلام میں آورد نہیں بلکہ آمد ہے، خود فرماتے ہیں۔

"عاجز کونہ شاعری کا زیادہ شوق ہے اور نہ اس کے نکات سے واقف ہے، نہ کسی کی شاگردی اختیار کی اور نہ کسی کے سامنے زانوے ادب تہ کیا۔ آمد پر مدار ہے۔ اگر آمد ہوئی کچھ کہہ لیا ورنہ مہینوں ایک شعر بھی نظم نہیں ہوتا۔" لہ

یہ طور نمونہ تینوں زبانوں کے چند چند اشعار پیش ہیں :

شملہ میں ایک شخص مرتد ہو گیا۔ اس واقعہ نے حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے قلب

عربی کلام کا نمونہ مبارک پر اثر کیا اور یہ شعر زبان پر آگئے ہ

مَا لِهَذَا تَرَكَ الْإِسْلَامَا
وَهَلِ الدِّينُ الْحَنِيفُ بِتَوَكُّ
بَعْدَ أَنْ بَانَ لَدَيْهِ فَضْلُهُ
إِنِّي وَرَقِي إِنَّ هَذَا جَهْلُهُ

لہ حضرت شاہ صاحب کی دو قابل ذکر کتابیں اور بھی ہیں۔ ایک "مقامات انبیاء" یعنی "سوانح حیات ابوالخیر" فارسی میں ہے اور ۱۳۹۵ء میں چھپی ہے۔ دوسری "حضرت مجدد اور ان کے ناقدین" اردو میں ہے اور چھپ گئی ہے۔ جناب میرزا بہدلی کمال صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے اور اس کی طباعت کا انتظام لاہور میں ہو رہا ہے۔ ۱۲ ادارہ۔

لہ مقامات خیر ص ۱۱۰۔

مَا لِاسْلَامٍ وَاذْيَانٍ اٰخِرُ
رَضِيَ اللهُ بِهٖ دِيْنًا كَمَا
وَكَفَى فَخْرًا بِاَنْ يَخْتَارَهُ
هَلْ يَسْأَوِي رَاسُ ثُوْرٍ ذَنْبُهُ
قَالَ فِي الْقُرْآنِ وَهُوَ قَوْلُهُ
مَنْ لَهٗ الْاَمْرُ وَلَا يَنْدَلُهُ

حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے محقق فاضل جناب الیاس برنی رحمہ اللہ کی کتاب
"قادیانی مذہب" کا مطالعہ کیا۔ جس میں غلام احمد قادیانی کا یہ قول دیکھا (معاذ اللہ)

فارسی کلام کا نمونہ

انیا گرچہ بودہ اند لے
آن چہ داواست ہر نبی را جام
کم نیم زان ہمہ بہ روے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

بے ساختہ حضرت کی زبان پر کئی شعر آگئے، جن میں سے چند یہ ہیں۔

اے غلام قادیان! بشنوز من
دشمن اسلام گشتی بے خرد
کافر و مرتد شدی از بہر زر
لَيْسَ بَعْدَ الْكُفْرِ ذَنْبٌ يَا غَلَامُ
دعوتے الہام کردی اولیں
ملہمت ابلیس موجی شد فرنگ
تو تیاے چشم کردی خاک در
تا نہال کافراں در ملک ہند

اسی طرح روانی میں مزید چند اشعار کہہ گئے ہیں اور اپنے منظوم رد کو اس طرح ختم کیا ہے۔

اے انکار آرد گو ہمیش
قول فعل و قادیان مذہب بخواں
باز ہم انکار آرد گو ہمیش
مرتد و کافر شدی تبتتیدا ک
تا بہ کے چون و چرا دیں گفتگو
تا بدانی شاہدان عدل دو
دور شوازمین کہ ہستی ز رشت خو
لعنت حق دائمًا بر فرق تو

حضرت والا مدظلہ کے تایازاد بھائی حضرت شاہ مولانا محمد ابو سعید مجددی مدظلہ (سجادہ نشین
خانقاہ معصومی رامپور) نے رانی کھیت سے آپ کو ایک منظوم خط ارسال کیا جس کے دو سورتراسی
شعر ہیں۔ اس خط کا نام "کوہ فکر" تجویز کیا۔ حضرت نے جیسے ہی یہ خط پڑھا آمد شروع ہو گئی اور چاروں
میں تین سو چالیس شعر فارسی میں نظم ہو گئے۔ چون کہ لفظ "قمر" کے اتنے ہی عدد ہیں، اس لئے حضرت نے

لے ولہ ہونا: الیاس برنی رحمہ اللہ کی دو کتابوں کے نام ہیں۔

اس نظم کا یہ عنوان تجویز کیا: "قرے بر کوہ فکر طلوع نمودہ" اس نظم کے ابتدائی چند شعر درج ذیل ہیں ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد گویم مر خدائے پاک را	نعت خوانم سید لولاک را
نامہ رنگین و فاخر آمدہ	از بیانش و صف قاصر آمدہ
ز ابّت ذاتا انتہا نظم است کل	می نماید دستہ خوش رنگ گل
مثل مروارید شعرش آبدار	دو صد و ہشتاد و سہ اندر شمار
بر کہ خواند لطف اندوز تمام	فجر آبد بس دلیل این کلام
از عدد تعداد آن معلوم شد	وز حروفش سہ لغت مفہوم شد
اکثرش آمد بہ حرف اردوی	کترش اندر زبان پہلوی
چند شعرش در سان تازی است	توسن فکرش خبے در بازی است
در حلاوت ہست اُحلی از نبات	در لطافت خوش تر از آب حیات
در روانی خوب تر از آب جو	در معانی بس جمیل و بس نکو
چوں نہ باشد نظم شیریں لاجواب	ناطمش باشد مثیل آفتاب
پاک طینت خوش منش، عالی گہر	از سلیل حضرت والا عمر
جدّ عاشر شیخ احمد قطب دین	الف ثانی را مجد دبا یقین
جدّ رابع ساخت دہلی را مقام	آن کہ نامش نام وے باشد تمام
از اب وجد کرد مولایش رشید	وے سعید و نام دارد بو سعید

بندہ نہ سخنور ہے نہ سخن شناس، لیکن حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے کلام کی شگفتگی حلاوت اور روانی دیکھ کر ظاہر ہوتا ہے کہ بلند پایہ شاعری کی خصوصیات موجود ہیں۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے "الامام الحافظ الحجّہ مسند وقتہ، ابو صیفیہ عصرہ و بخاری دہرہ" حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی مدنی قدس سرہ کی منقبت میں جو اشعار لکھے ہیں، ان میں سے کچھ اشعار درج کئے جاتے ہیں تاکہ وصف میں حضرت والا مدظلہ کے کلام کا نمونہ بھی ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں ۷

۱۷ فجر کے (۲۸۳) عدد ہیں اس میں کوہ فکر کے اشعار کی طرف اشارہ ہے کہ وہ (۲۸۳) ہیں اور فجر کے تین حرف ہیں اس میں تین زبانوں کی طرف اشارہ ہے کہ یہ نظم تین زبانوں میں ہے جو کہ عربی فارسی اور اردو ہیں۔

۱۸ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کے لئے یہ القاب مولانا زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے اوجز المسالک کے مقدمہ میں استعمال فرمائے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ مولانا زکریا صاحب کے حدیث میں قسطوں سے شیخ ہیں۔ آپ کی ولادت دہلی میں ۱۱۳۳ھ میں ہوئی اور وفات ۱۲۹۶ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ مولف رسالہ مولانا ابوالحسن کے جلدی حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ کے چچا اور آپ کے والد ماجد حضرت شاہ ابوالخیر رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔

چه گویم وصف شد عبد الغنی را
 به خلوت خانہ دل داشت قرآن
 عنان ہمتش بر تافت آں پاک
 حدیث مصطفیٰ را گشت شاغل
 ز خوردی بود منظور خدای رس
 بہ جد و سعی در اندک زمانہ
 اجازت یافت از مردان یکتا
 در احکام شریعت مرد کامل
 زباں در ذکر حق ہر آن جاری
 ہمہ تن پائے در راہ رضا بود
 ہمہ تن لب برائے ذکر سبحان
 نہ گفتے، نہ برفتے، نہ شنیدے
 بہ ظاہر پیکریش از خاک بودہ
 کجا ہند و کجا طیبہ بیندیش
 بہ کوہ و دشت و دریا جادہ پیود
 نہیے قسمت کہ کامل بست یک سال
 گہے ذکر و گہے تدریس تنزیل
 بہ این ساں عمر خود آں جا بہر کرد
 بہ آخرت چو دور زندگانی
 بہ صد خواہش گرفت آن جام نگیں
 شراب وصل جاناں را بنوشید
 مبارک بادے را این سعادت
 ایاباشد کہ بیند چشم دوراں
 ایاباشد کہ زاہد مادر خاک
 ایاباشد کہ در باغ ہدایت

امام و مرشد دار نبی را
 بہ رقتہا تملادت کردے ہر آن
 علوم دین را بر خواند چالاک
 بسے اسناد عالی کرد حاصل
 خدایس را نظر دارد اثر بس
 بدید از لطف مولی بے کرانہ
 خلافت یافت از پیران والا
 بہ اسرار طریقت فرسرد کامل
 دشش معمور از انوار باری
 ہمہ تن گوش بر قول خدا بود
 ہمہ تن دیدہ بہر دید جاناں
 نہ دیدے اگر رضائے حق نہ دیدے
 بہ باطن کل ز نور پاک بودہ
 سعادت یاد و اقبال در پیش
 بہ دار مصطفیٰ خوش دل بیاسود
 سکونت کرد آں جا فارغ البال
 گہے بحث از حدیث جرح تعدیل
 ہزاراں بے ہنرا با ہنر کرد
 ملک آورد جام ارغوانی
 نثارش کرد فوراً جان شیریں
 بہ اقلیم بقا سلطان گردید
 مبارک بادے را این کرامت
 چنین، اہل چنین کامل خداواں
 چنین حق گو چنین حق میں چنین پاک
 گلے دیگر دمد با این لطافت

۱۷، محرم ۱۲۵۶ھ (۱۶) سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ شاندر زمین آفتاب علوم۔ مادہ تاریخ ہے جنت البقیع میں حضرت
 سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ تَوَرَّ اللَّهُ صَرْحِيَّةً وَاَقَاصُ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهِ۔

زباں گردد اگر ہر تار جسم
کد میں وصف را احوال گویم
کمالات و فضائل بے شمارش
ز سر تا پا ہمہ نورِ خدایش
سلام از ما رسد ہر دم بہ جانش
الہی از تو رحمت بر روانش
الہی آئینہ از احسان کردی
کرامتہا بہ دے از ان کردی
ازاں فیضان یک جرّ عطا کن
ازاں عرفان یک کُنوع عطا کن
نگاہے لطف کن دل شاد گردد

دلاے دوستانت زید دارد

حضرت شاہ صاحب مدظلہ کو حضرت ممدوح قدس سرہ سے عقیدت کا یہ جذبہ وراثتہً بلا ہے اور آپ نے اپنے اس قصیدے میں جس کے اکتالیس اشعار ہیں اس کا بھرپور اظہار فرمایا ہے۔ اس قصیدے میں بے پناہ عقیدت کے ساتھ علوی خیال، زور بیان، جوش اور روانی بھی پائی جاتی ہے، الفاظ کے انتخاب میں بھی آپ نے اپنا کمال دکھایا ہے جس کی وجہ سے اسلوب بیان اور معانی میں وہ ہم آہنگی پیدا ہو گئی ہے جس نے شعر کو سحر بنا دیا ہے۔ اِنَّ مِنَ الشَّعْرِ لِحِكْمَةٌ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا۔

حضرت والا نے اپنی ایک کتاب میں حضرت مولانا شاہ ابوالخیر قدس سرہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ دو شعر لکھے ہیں۔

اے بلاگردان تو جانم بود
دے فدایت جملہ سامانم بود
در حریم دل فرود آیک نفس
فرش راہت ہر دو چشمانم بود

آپ نے اپنے جوش باطنی اور بے پناہ عقیدت کا اظہار خوب کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے فارسی کلام کا کچھ حصہ "اشک ہائے غم ۱۳۷۷" کے نام سے (۳۲) صفحات میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ کمترین نے حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کی منقبت کا کچھ حصہ اسی سے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ آپ نے فارسی میں "شجرہ شریفہ" سلسلہ نقشبندیہ کو بھی نظم کیا ہے جو آپ ہی اپنی نظیر ہے۔

اردو میں نظم شمائل اور لآلی منظومہ بھی طبع ہو چکے ہیں۔ نظم شمائل کے اشعار اردو کلام کا نمونہ "یا قدوس" کے عدد پر (۱۱۸) ہیں۔ اس میں حضرت شاہ صاحب نے اپنے والد ماجد حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ کے احوال مبارکہ کو بھی نظم فرمایا ہے۔ بہ طور نمونہ کلام کا کچھ حصہ پیش ناظرین ہے۔

سنداب کچھ احوال اُس پارسا کے
گیا نفسِ آمارہ کو جو سدھا کے
مے بیخودی سے خودی جس نے کھوئی
کیا زندہ دل نوشتہ دار و کھلا کے

ابھی تک ہے دل میں مزا اور گئے وہ
 کھڑا کر دیا لا کے راہِ مہدی پر
 محبت سے گرویدہ اپنا بنا یا
 اثر دل سے زائل کیا ماسویٰ کا
 کیا قلب عاجز کو خانہ خدا کا
 ہوا نور وحدت سے معمور سینہ
 بزالی اَلْفِ بَا کی تختی پڑھائی
 توجہ سے روشن کئے سب لطائف
 بہت کچھ پڑھایا عنایات کر کے
 بہت کچھ ہنسیا مگر ہائے قسمت
 اندھیرا نہ کیونکر زمانے میں چھائے
 تصور میں ان کے مزا جانِ جاں کا
 محبت نے اُن کی اثر یہ دکھایا
 عزیز وہ کیا تھے بیان کیا کروں میں
 یہی اولیا کی نشانی ہے سُن لو
 گدائی میں اُن کی سعادت تھی مخفی
 ملی جس کو ان کی غلامی وہ شہ تھا
 در فیض انور کا وہ خاک ریزہ
 نہ سمجھو اسے خاک اکیر ہے وہ
 وہ کیسے سدھائے فدا اُن پہ جاں ہو
 کہاں سے ملے اب وہ صہبائے عرفاں
 نہ اب دوری ہے نہ بیٹا، نہ ساقی
 نہ وہ رقصِ لبہل نہ شورِ حریفان
 نہ وہ نعرہ ہو کہ جس کے اثر سے

گزرتا تھا اک دم وہ عرشِ برس سے

در فیضِ اقدس کی گنڈی بلا کے

حضرت شاہ صاحب تہذیب نے اپنے والد ماجد حضرت شاہ ابوالخیر قدس اللہ سرہ کا بیان اپنے

اس قصیدہ میں کیسے نزلے انداز میں فرمایا ہے۔ چونکہ آپ کے اور مدوح کے درمیان مادی رشتے کے علاوہ روحانی اور جذباتی تعلق بھی ہے، اس لئے اس چیز نے قصیدہ میں تصنع، مبالغہ آرائی، بے جا جوش و خروش کی بجائے بے ساختگی، روانی، اور اصلیت کے ساتھ گہری معنویت، ندرتِ خیال، شدتِ جذبات اور غلو فکر جیسے محاسن پیدا کر دیئے ہیں۔

کترین کے ناقص خیال میں حضرت شاہ صاحب مدظلہ کی اردو شاعری میں "لا اِیَّ مَنْظُومَةٍ" آپ کا شاہکار ہے۔ بہ طور نمونہ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کہاں بارگاہِ رفیع و جلیل	الہی کہاں مُشتِ خاکِ ذلیل
اَلْبِیْہِ الْوَسِیْلَہُ سُنَا یا اُسے	تری رحمتوں نے اُٹھایا اُسے
کرے عرض تجھ سے وہ آواز دی	وسیلہ نے پھر اس کو پرواز دی
ملک کی رسائی نہیں ہے جہاں	وسیلہ نے پہنچایا اُس کو وہاں
تو سئل سے اپنے تو کرے قبول	ترے در پہ آیا وہ عَبْدِ ذُلُول
تو سئل بہ اوصافِ زیبا تمام	تو سئل بہ اَسْمَاءِ حُسْنٰی تمام
دُعاؤں کو سُن لے بہ لُطْفِ عَمِیْم	تو سئل بہ اَسْمِ جَلِیْلِ و عَظِیْم

ان تمہیدی ابیات کے بعد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ، افاض اللہ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِہَا کا بیان ہے اور اسی کے بعد مناجات کی ابتدا اس طرح کی ہے۔

رہی جن کو ہر آن تیری طلب	تو سئل سے ان نیک بندوں کس سب
ہوا وجد سے جن کا دل بے قرار	کیا عشق نے جن کا سینہ نگار
ہم وقت و ہر حال رَطْبُ لَاسَان	رہا ذکر میں جن کا ہر ہر رُواں
تری ذات ہے وَحْدَہُ لَاشَرِیْکِ	ہر اک ذرہ کہتا تھا رَبِّ الْمَلِیْکِ
ترے اسمِ عالی کا نقشِ غریب	لگاتے تھے دل پر بہ صنُوعِ عَجِیْب
تو جہ سے منزل دکھاتے تھے وہ	تَلَطُّف سے پھر رہ پہ لاتے تھے وہ
ہر اک اپنے موطن کو کرتا سفر	لطائف میں ہوتا تھا پھر تو اثر
کیا خوب روشن تر اپاک نام	جہاں کو سیکھا یا یہی نیک کام
ہے ان سے ہی وابستہ یہ شرمسار	ترے برگزیدہ تھے وہ کردگار
ہے اُن سے تعلق، مدارِ اَمَل	نہیں گرچہ کوئی بھی حُسنِ عمل
کر یا اُٹھاتا ہے دستِ دُعا	انہیں کے تو سئل سے یہ بے نوا

دعا مانگتا ہے بہ عجز و نیاز
سوا تیرے در کے نہیں کوئی در
تو ہے سب کا مولیٰ، تو ہے کارساز
غنی ہے تری ذات سب میں فقیر
شب و روز کرتا ہے سب پر عطا
کرم سے ترے پل رہا ہے جہاں
سبھی پر تیرا بابِ رحمت ہے باز
تیرا لطف سب پر ہے شام و سحر
ہر اک تیرا بندہ، تو بندہ نواز
ترے در کا سائل صغیر و کبیر
مُراد اپنی پاتا ہے شاہ و گدا
دُعا میری سن لے مرے مہرباں
اس مناجات کے بعد کئی عنوانات ہیں مثلاً ”دُعا“، ”اہوالِ عظمیٰ“، ”شفاعتِ کبریٰ“،
”انبیاء اور اولیاء کی شفاعت“، ”رحمتہ للعالمین“، ”شکرِ الہی“، ”مرشدِ کامل“، ”پیرِ طریقت“۔ حضرت مولانا
مظلل نے پیرِ طریقت کے تحت جن جذبات کو ظاہر فرمایا ہے وہ آپ کے کلام کا محور ہیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ
جذبِ دستی کے عالم میں جو مضامین بیان کئے جاتے ہیں، وہ عموماً دلولہ خیز اور نشاط انگیز ہوتے ہیں۔ یہی
وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب مظلل کا یہ کلام جذبہ اور فکرِ حق کا نہایت عمدہ اور اعلیٰ نمونہ بن گیا ہے۔ اور
حضرت شاہ صاحب نے ثابت کر دیا کہ انسان کی فضیلت درحقیقت اُس سوزِ دروں کی بدولت ہے۔
فرماتے ہیں ۷

پہنچتی ہے جو بارگاہِ رسولؐ
وہ عشاقِ سرور میں شامل ہوا
وہ دوزخ سے بیشک ہوا ہے بری
نہ ہوگا وہ دوزخ کا اندوختہ
اُسے کس طرح خطِ سرور نار ہو
بہشت برس ہوگا اس کا مقام
اور آپ اپنے اس گوہرِ آبدار (الآلی منظومہ) کو اس التجا پر ختم فرماتے ہیں:
الہی بزرگوں سے الفت رہے
فنا الفنا ہو الہی نصیب
لطائف ہوں جاری ترے نام سے
نہ ہرگز خلل ہو نہ کوئی قصور
رہے زندگی بھر یہی مشغلہ
گنہ سے ہوا گرچہ میں خستہ حال
نہ ڈر زید مرشد ہے خیر جہاں
ہر اک کو نبیؐ کی محبت رہے
مقامِ رضا ہو الہی نصیب
ہر اک ذرہ تن کا لگے کام سے
کسی حال میں بھی نہ آئے فتور
اسی پر ہو یارب مرا خاتمہ
برا بر یہ رہتا ہے دل کو خیال
نبیؐ تیرا شافع، خدا مہرباں

حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے کلام سے بہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی شاعری آپ کے قلب کی زبان، آپ کے جذباتِ عالیہ کی ترجمان اور آپ کے واردات کا بیان ہے۔ آورد، تصنیع اور تکلف کا آپ کے ہاں گزر نہیں۔ آپ کے قلب پر جو کچھ گزرتی ہے وہ بلا تکلف زبانِ قلم پر آجاتی ہے اور ظاہر ہے کہ تاثیر اس طرزِ سخن کا لازمی نتیجہ ہے اور یہ خصوصیت آپ کے کلام میں بدرجہ اتم موجود ہے۔



سطور بالا میں مصنف ممدوح مدظلہ العالی کی سوانح حیات اور حضرت والا کے افادات کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا گیا۔ اب ذیل میں رسالہ زیرِ نظر کے سلسلہ میں کچھ گزارشات عرض کی جاتی ہیں۔

کمترین اگست ۱۹۵۷ء میں ایک سرکاری کام کے سلسلہ میں دہلی پہنچا تو حضرت شاہ صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مدظلہ نے بڑا ہی کرم فرمایا کہ اپنی تصانیف کا تذکرہ کیا، اُن میں اس سال کا بھی ذکر فرمایا۔ حالاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر کمترین نے عرض کیا کہ اگر رسالہ کی طباعت اہل حیدرآباد کے حصہ میں آئے تو ہم اس کو اپنی سعادت تصور کریں۔ حضرت مدظلہ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس پر کمترین اپنی طرف سے اور اہل حیدرآباد کی طرف سے حضرت مدظلہ کا شکریہ گزارا ہے۔

گر میل کند یار ہلالی عجبے نیست شاہاں چہ عجب گرنبوازندگدرا

مگر کمترین بے حد شرمندہ ہے کہ طباعت میں غیر معمولی تاخیر ہوئی اور اس میں کاتبوں کے روایتی تساہل کو بڑا دخل ہے۔ کمترین حضرت شاہ صاحب مدظلہ اور شائقین حضرات سے معذرت خواہ ہے۔

وَالْعَفْوُ عِنْدَ كِرَامِ النَّاسِ قَامُولٌ

چونکہ کمترین بہ وجہ تاخیر اس رسالہ کی افادیت میں مانع رہا اس لئے اللہ تعالیٰ سے بھی معافی کا خواستگار ہے اور بارگاہِ ایزدی میں عرض کرتا ہے

یارب دلم از بارگنہ محزون است جاں زار و دل فگار و جگر پر خون است

ہر چند گناہ من ز حد بیرون است عفت ز گناہ من بے فسزون است

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسان از آدم تا این دم اقتدار اور وجاہت کا حریص ہے، اپنی بڑائی چاہتا ہے، اگر موقع میسر آجائے تو اپنی خدائی کا اعلان کرنے سے بھی باک نہیں کرتا، مختصر یہ کہ وہ یکسر خواہشِ وجاہت و اقتدار ہے اور بس! پھر اپنا اقتدار اور اپنی وجاہت اور شہر باری چاہتا کیس پر ہے؟ اپنی ہی جنس پر اپنے ہی جیسے لوگوں پر۔ اسی لئے علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کو تعجب ہے کہ

انسان نوع انسان کا شکاری ہے

اس خواہشِ وجاہت و اقتدار سے کوئی مستثنیٰ نہیں، حاکم ہو کہ عالم، تاجر ہو کہ صنّاع، فقیہ ہو کہ محدث

مفسر ہو کر منکلم۔ اَلَا مَنْ شَاءَ اللهُ! یہ اور اس قسم کے سارے اخلاقی مفاسد و امراض کی جڑ قلب کی خرابی اور نفس کی بیماری ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسانی فلاح اور حیران کا مدار نفس کے تزکیہ کو قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا۔ یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اس نفس کو پاک کر لیا اور ناکام ہو گیا وہ شخص جس نے اس کو (برائی میں) دبا دیا۔

میرے مشفق استاذ مولانا عبدالباری ندوی مد فیضہ اپنی تالیف ”تجدید تعلیم و تبلیغ“ کے صفحہ ۶۵ پر فرماتے ہیں:

”بات یہ ہے کہ باطنی اخلاق کی اصلاح دُرستی جس کا اصطلاحی نام فقر و درویشی یا نقسوت پر گیا ہے، یہ دراصل دین کی رُوح ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ سے قلبی و روحانی تعلق پیدا نہیں ہوتا اور دین بے جان یا نیم جان رہتا ہے۔ لوگوں کو سوکھے ساکھے دین میں خدا کی بونہیں محسوس... ہوتی ورنہ انسان کی عام فطرت تو یہ ہے کہ

ہر کجا بُوئے خدای آید خلق را میں سرو پامی آید

اور حضرت استاذ مدوح فرمایا کرتے تھے کہ دین کی یہ رُوح کا ملین کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سب اعلیٰ شرف اور سب بڑی فضیلت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و سلم کی صحبت بابرکت ہے۔ حضرت استاذ مدوح کتاب مذکور کے صفحہ (۳۱۰) پر فرماتے ہیں:

”راقم ہذا صحبت و صحابیت کے اس اسلامی و مثالی اصولِ تعلیم کی رُوسے سب کی خدمت میں عرض کیا کرتا ہے کہ جب تک کاغذی کتابوں کے ساتھ اور ان سے زیادہ ایمان و عمل کی زندہ انسانی کتابوں کا انتظام نہ ہوگا اس وقت تک نہ انسانیت پیدا ہو سکتی ہے نہ دین“

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”الْمُنْقِذُ مِنَ الضَّلَالِ“ میں فرماتے ہیں:

اِنْ كَشَفَ الْوَجْهَ لِغِيٍّ اَشْنَاءَ هَذِهِ الْخَلَوَاتِ اَمْوَرًا لَا يُمْكِنُ اِخْتِصَاؤُهَا وَالْقَدْرَ الَّذِي اَذْكُرُهُ يَنْتَفِعُ بِهِ. اِنِّي عَلِمْتُ يَقِينًا اَنَّ الصُّوفِيَّةَ هُمُ السَّالِكُونَ لِطَرِيقِ اللهِ... مَخَاصِئُهُ وَاَنَّ سَيْرَتَهُمْ اَحْسَنُ السِّيَرِ وَطَرِيقُهُمْ اَصْوَبُ الطَّرِيقِ وَاَخْلَاقُهُمْ اَزْكَى اِرْخْلَاقٍ... فَاِنَّ جَمِيعَ حَرَكَاتِهِمْ وَسَكَنَاتِهِمْ فِي ظَاهِرِهِمْ وَبَاطِنِهِمْ مُقْتَبَةٌ مِنْ مَشَاكِلِ النَّبُوَّةِ، عَلَى وَجْهِ الْاَرْضِ نُورٌ يَنْتَضَاءُ بِهِ. قَبَادًا يَقْوُونَ الْفَائِزُونَ فِي طَرِيقِ اَوَّلِ شَرَايِطِهِ نَظِيهُنَّ الْقَلْبَ بِالْكَلِمَةِ عَمَّا سَوَى اللهِ تَعَالَى، وَبِمَقَاتِلِهِ لِحَارِثِي فِيهِ فَحَزَبِي التَّحْرِيْمِ مِنَ الصَّلَاةِ اِسْتِعْرَاقًا اِنْ قَلْبٌ يَدْرُكُ اللهُ تَعَالَى عَدَا وَجَلَّ وَآخِرُهُ اَلضَّاءُ بِالْكَلِمَةِ فِي اللهِ عَزَّ وَجَلَّ“

”مجھ پر غلطیوں کے دوران ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جن کا احاطہ دشوار ہے۔ اُن میں سے صرف اُس حصہ کا بیلا کرتا ہوں جس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ میں نے یقینی طور پر یہ بات جان لی ہے کہ صوفیہ ہی راہ حق کے خصوصی رہرو ہیں، انہی کا کردار سب سے اچھا کردار، اُن ہی کا راستہ سب راستوں سے سیدھا، اُن ہی کے اخلاق سب میں پاکیزہ اخلاق ہیں..... کیوں کہ اُن کی تمام حرکات و سکنات، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔ مشاکہ نبوت سے ماخوذ ہیں، اور روتے زمین پر یہی ایسا نور ہے جس سے روشنی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ایسے راستے کے بارے میں کہنے والے کیا کہہ سکتے ہیں، جس کی شرائط میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ بہ تمام و کمال ماسوی اللہ سے دل کا پاک کرنا ہے۔ اور اس کی وہ کنجی جو نماز کی تکبیر تحریمہ کی طرح اس میں اثر انداز ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد میں قلب کا استفراق ہے۔ اور اس کا آخر یہ ہے کہ اللہ بزرگ و برتر میں بالکلیہ فنایت ہو۔“

حضرت شاہ محمد معصوم نقشبندی مجددی مدنی ثم کی قدس اللہ سرہ اپنی کتاب ”ریاض الحکیم فی معارف القدام“ کے دیباچہ میں علم تصوف کی ضرورت اور اس کے استناد کے بارے میں فرماتے ہیں:

”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي جَوَابِ السَّائِلِ - مَا الْإِحْسَانُ - أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ - قُلْتُ هَذَا الْحَدِيثُ أَصْلُ عِلْمِ التَّصَوُّفِ وَبِاسْمِهِ لِأَنَّ تَعَلُّمَ الْعِلْمِ ثُمَّ الْعَمَلِ بِهِ فَرَضٌ عَلَى الْعِبَادِ - وَالْعَمَلُ لَا يَصِلُ إِلَى الْقَبُولِ قَالَمٌ يُكُنُّ الْعَامِلُ فَخِلَاصِيهِ - قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ - الْآيَةَ - وَالْإِحْسَانُ هُوَ الْوُصُولُ إِلَى دَرَجَةِ الْإِخْلَاصِ وَلَا يَحْتَصِلُ الْإِخْلَاصُ إِلَّا بِالصَّفَاءِ وَالْمُتَّصِفُونَ هُمُ الَّذِينَ يَجْتَهِدُونَ وَنَجِيَّتَهُمْ أَعْظَمُ مَا يَحْتَصِلُ تَصْفِيَةِ الْقَلْبِ وَتَزْكِيَةِ النَّفْسِ وَوَضْعُوا لِذَلِكَ قَوَاعِدًا وَأُصُولًا بِأَنْوَاعِ الْأَذْكَارِ وَالْأَشْغَالِ وَالْأَوْرَادِ..... وَالْوُضَائِفِ وَالرِّيَاضَاتِ وَالْمُجَاهِدَاتِ وَالْمُرَاقِبَاتِ بِأَنْوَاعٍ مُخْتَلِفَةٍ - اه“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھنے والے کے جواب میں کہ احسان کیا ہے۔ فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرو، گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے ہو تو یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ (حضرت شاہ محمد معصوم فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث شریف علم تصوف کی اصل اور اساس ہے۔ اس لئے علم حاصل کرنا اور پھر اس پر عمل کرنا بندوں پر فرض ہے۔ اور عمل اس وقت تک قبول نہیں ہوتا جب تک عمل کرنے والا عمل میں مخلص نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (زمر آیت ۳) یاد رکھو۔ اللہ ہی کے لئے خالص عبادت ہے۔ الایہ۔ اور احسان نام ہے مرتبہ اخلاص تک پہنچنے کا۔ اور اخلاص بغیر صفا کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور صوفیہ اسی جماعت کا نام ہے جو دل کی صفائی اور نفس کی پاکی کے لئے بڑی جدوجہد

۱۱ حضرت مولانا شاہ ابوسعید مجددی معصومی رامپوری مدظلہ کو اللہ تعالیٰ جوار خیر دے کہ اس کتاب سے جو مخطوط کی صورت میں آپ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے استفادہ کا موقع عطا فرمایا۔ ۱۲۔

۱۳ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی مشہور حدیث ہے۔ اس کے راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ محدثین کرام کے نزدیک حدیث جبریل کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت مصنف نے حدیث شریف کا ایک حصہ نقل کیا ہے۔

کرتی ہے۔ ان حضرات نے اس مقصد کے لئے قواعد اور اصول مقرر کئے ہیں جو مختلف اذکار، اشغال، اوراد، وظائف، ریاضتوں، مجاہدوں اور مراقبوں پر مشتمل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے صاف بتا دیا کہ اصل زیان و خسران دنیا کی زندگی کا نہیں، آخرت کے دن کا ہے۔ اور اسی نے بتایا ہے کہ اس دن قلب کی صحت و سلامتی کے سوا مال و اولاد کوئی چیز بھی کام آنے والی نہ ہوگی۔ **يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ**۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلب ہی کے سلاح و فساد پر کس قوت و شدت کے ساتھ متنبہ فرمایا کہ جس کے بناؤ بگاڑ پر سارا بناؤ بگاڑ موقوف منحصر ہے کہ **الْأَوْحَى الْقَلْبُ**۔ آگاہ رہو کہ وہ قلب ہی ہے۔

سنن دارمی میں حسن بصری سے روایت ہے۔ **الْعِلْمُ عِلْمَانِ - فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ - وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَلِكَ حِجَّةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى ابْنِ آدَمَ**۔ یعنی علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قلب کا علم ہے اور یہی نفع بخش علم ہے۔ دوسرا زبان کا علم ہے اور یہی انسان پر اللہ کی حجت ہے۔ اسی چیز کو مولانا رومی نے کیا خوب کہا ہے۔

علم را بردل زنی یارے بود علم را برتن زنی مارے بود

استاذ مکرم، مرتبی بے بدل، فقیہ العصر، حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمہ اللہ الباری (سابق زلیخا مجلس احیاء المعارف النعمانیہ، حیدرآباد) نے آیت مبارکہ **وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ**۔ یعنی۔ جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنے (قرب و ثواب کے) راستے دکھائیں گے۔ اور بے شک ایسے محسنین کے ساتھ اللہ ہے، (یعنی اللہ اخلاص والوں کے ساتھ ہے) کی تفسیر اور بیان میں عجیب بات ارشاد فرمائی۔ کہ جہاد اصغر یعنی کافروں کے ساتھ جہاد کرنا۔ بغیر امیر کے درست نہیں۔ تو جہاد اکبر جو کہ نفس کے ساتھ جہاد ہے بغیر امیر کے کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اور اس جہاد کا امیر شیخ کامل ہے۔ مرشد کامل ہی کی ہدایات و نگرانی میں تصفیہ قلب حاصل ہوتا ہے۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کا ایک سرسری مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے، جن مصلحین امت کا بیڑا افراط و تفریط کے جھنور سے نکل کر پار لگا ہے۔ یہ وہی حضرات تھے جنہوں نے اپنی اصلاح باطن کے لئے شیخ کامل کو ڈھونڈ لیا اور خود کو ان کے حوالہ کر دیا اور ان حضرات کرام قدس اللہ اسرارہم سے رشد و ہدایت کا سلسلہ آج تک جاری ہے، اس کے برخلاف جن حضرات نے اصلاح باطن کو غیر ضروری جانا اور "فقر و درویشی یا تصوف" سے اپنا رشتہ قائم نہ کیا وہ علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب بن کر بھی لغزشوں سے دُور نہ رہ سکے اور بعد میں آنے والی نسلوں نے ان کی ایسی چیزوں کو لے کر بے ادبی، گستاخی اور گمراہی کے دروازے کھول دیئے، جن کی زبان و قلم سے اولیاء اللہ تو کجا انبیاء علیہم السلام بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ یہی حال علامہ ابن تیمیہ اور ان کے امثال کا ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کی ایک رائے علامہ ابن تیمیہ کے بارے میں ہے۔ بندہ اسی کو بیان کر کے

آگے بڑھتا ہے۔

”مقالات احسانی“ کے صفحہ ۳۳۹ و ۳۴۰ میں فرماتے ہیں۔ ”شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے امام غزالی کی بعض کتابوں میں شکایت کی ہے کہ فلسفہ کے جال سے بھاگنے کی گواہی اس شخص نے پوری کوشش کی لیکن فلسفہ کی آنتوں میں پھر بھی ٹانگیں الجھ کر رہ گئیں۔ شیخ الاسلام بڑے آدمی ہیں۔ ان کی علمی و دینی عظمت کا خیال سامنے آجاتا ہے ورنہ میرا احساس تو یہ ہے کہ کچھ یہی کیفیت خود شیخ الاسلام ہی کی معلوم ہوتی ہے کہ غیر شعوری طور پر ان کے دماغ کو قلت و معلول کے قانون نے زنجیروں میں جکڑ دیا تھا۔“

علامہ ابن تیمیہ پر مخدومنا حضرت شاہ ابوالحسن مدظلہ نے جو رسالہ لکھا ہے، بندہ اس کے بارے میں اپنی رائے کیا عرض کرے۔ حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمہ اللہ نے اس رسالہ انیقہ کو بالاستیعاب لفظاً لفظاً مطالعہ فرمایا۔ بے حد پسند کیا اور یوں فرمایا۔

”حضرت ابوالحسن نے قلب کی روشنی میں یہ کتاب لکھی ہے اور قلم کو توڑ دیا ہے، کوئی دوسرا اتنے سلیجے ہوئے انداز میں نہیں لکھ سکتا۔“

زندگی نے وفا نہیں کی ورنہ اس رسالہ پر ایک اچھا مضمون بہ طور تبصرہ لکھنا طے فرمایا تھا۔ علامہ ابن تیمیہ نے (۹۸) مسائل میں علماء امت سے اختلاف کیا ہے اور ان میں (۳۹) مسائل ایسے ہیں جن میں انہوں نے مسک جہد سے ہٹ کر اجماع امت کو چھوڑا ہے۔ اس کی تفصیل رسالہ ہذا کے صفحہ ۱۰۱ پر ملاحظہ کی جائے۔ یہاں بندہ صرف زیارت قبور کے مسئلہ پر ہندوستان کے متاخرین علماء اور اہل اللہ کی آراء کو نقل کر کے اپنا مضمون ختم کرتا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ سے پہلے بعض افراد نے عامۃ المسلمین کی قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو ناجائز اور حرام قرار دیا تھا۔ علامہ ابن تیمیہ نے ان لوگوں کے قول کو لے کر تصریح کر دی کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضرت ختمہ لدالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مطہر کے لئے سفر کرنا جب کہ نیت صرف زیارت مبارکہ کی ہو حرام ہے۔ اس کی تردید حضرت مولانا شاہ ابوالحسن مدظلہ نے صکت سے شروع کر کے آخر رسالہ تک قومی دلائل کے ساتھ کی ہے۔ جن میں علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ قسطلانی، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ کی آراء مذکور ہیں۔ یہاں صرف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ اور مولانا زکریا مدظلہ کے اقوال بیان کئے جاتے ہیں، تاکہ قارئین کرام واقف ہو جائیں کہ علامہ ابن تیمیہ نے کیسی زبردست لغزش کھائی ہے۔ آفَاذَنَّا اللّٰہَ وَرَبَّنَا۔ آخر عمر میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ وصیت نامہ ترتیب دینے لگے تو جہاں اور باتیں لکھی ہیں وہاں اس وصیت نامہ میں شدت کے ساتھ اصرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”مادرا لا ٰبد است کہ بہ حریمین محترمین رویم و روئے خود را برآں آستانہا بما لیم“

(ہم مسلمانوں کے لئے ناگزیر ہے کہ حریمین محترمین جایا کریں اور اپنے چہروں کو ان آستانوں پر ملا کریں)۔

اور اخیر میں دو تک قطعی فیصلہ کی صورت میں ارقام فرماتے ہیں۔
 "سعادت ما این است و شقاوت ما در اعراض این۔"

(ہماری سعادت اور خوش نصیبی اسی میں ہے اور ہماری بدبختی اور شقاوت اس مسلک سے روگردانی اور
 اعراض میں ہے)۔

خود حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب مدینہ منورہ کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو۔
 "در آں میاں بروضہ منورہ حضرت سید البشر علیہ افضل الصلوٰت و اتمم التحیات متوجہ شد و فیضہایات"
 (انفاس العارفين)۔

(اس عرصہ میں حضرت سید البشر علیہ افضل الصلوٰت و اتمم التحیات کے روضہ منورہ کی طرف متوجہ ہو کر
 بڑے بڑے فیض حاصل کئے)۔

ان ہی "فیضہا" کی شرح و تفصیل میں شاہ صاحب قدس سرہ نے ایک مستقل کتاب "فیوض الحرمین"
 ارقام فرمائی ہے۔ شاہ صاحب کے ساتھ کیا کیا نوازشیں ہوئیں۔ ان کی تفصیل اس کتاب میں پڑھنی چاہئے۔ اور
 اسی کتاب فیوض الحرمین میں اپنے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

"سَلَكْنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَرَبَّائِي بِبَيْدِهِ فَإِنَّا أَوْيَيْتُهُ
 وَلَيْسَ أَحَدٌ بَيْنِي وَبَيْنَهُ"

(مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود سلوک کا راستہ طے کرایا اور اپنے دست مبارک سے میری
 تربیت فرمائی۔ اس لئے میں آپ کا اویسی ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلا واسطہ شاگرد ہوں)۔

شاہ صاحب کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب ہی میں دربار رسالت پناہی سے
 داڑھی مبارک کے دو بال عطا ہوئے تھے، شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حالت بیداری میں یہ دو نور
 موئے مبارک ان کے والد کو طے جو ایک مدت تک خود ان ہی کے پاس رہے اور جب تبرکات تقسیم ہونے لگے تو
 "یکے ازاں دو موئے مبارک بہ کاتب حروف عنایت فرمودند (انفاس ص ۱۷۱) (ان دو موئے مبارک میں سے
 ایک موئے مبارک کاتب حروف کو عنایت فرمایا)۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی تصنیف کی ایک خصوصیت ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہ بیان
 فرمائی ہے۔ "بعد مراقبہ ہر چہ بکشف می رسید می نگاشتند" (ملفوظات ص ۱۷۱) (مراقبہ کے بعد جو چیز کشفی طور
 پر آپ کو معلوم ہوتی اسے ارقام فرماتے)۔

یہ ہے مرتبہ اہل اللہ کے پاس روضہ منورہ اور صاحب روضہ منورہ علیہ آلاف التحیۃ کا۔
 گرنہ بیند بہ روز شب پرہ چشم چشم آفتاب را چہ گناہ

اب حضرت مولانا شاہ ذکریا مدظلہ کا قول حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہرہ کی زیارت کے

بارے میں ملاحظہ فرمائیے۔

﴿وَإِذَا شِئْتَ آتَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَعْدَ وَفَاتِهِ فَأَلْمَحَىٰ إِلَيْهِ بَعْدَ وَفَاتِهِ كَأَلْمَحَىٰ إِلَيْهِ قَبْلَهُ وَقَالَ تَعَالَى وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ - فَكَمَا أُنْهِجْرَةُ إِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي حَيَاتِهِ الْوَصُولُ إِلَى حَضْرَتِهِ كَذَلِكَ الْوَصُولُ بَعْدَ مَوْتِهِ﴾ (أَوْجَزُ الْمَسَائِلِكِ ج ۱ ص ۳۳)

(ترجمہ) "جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد (اپنی قبر اطہر میں) زندہ ہیں تو آپ کی خدمت اقدس میں وفات کے بعد حاضر ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ قبل وفات حاضری دی جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرے" تو جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں آپ کی خدمت میں ہجرت کی جاتی تھی۔ اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی خدمت میں ہجرت کرنے کا وہی حکم ہوگا جو قبل وفات تھا۔"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور مولانا زکریا مدظلہ کے مذکورہ فرمودات کے بعد علامہ ابن تیمیہ کی نفرت کی قباحت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کے سارے مسائل میں علامہ ابن تیمیہ کا یہی حال ہے چنانچہ یہ کتاب کو اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد علامہ ابن تیمیہ کے حقیقی مقام کا صحیح اندازہ ہو جائے گا۔

الحمد للہ اس بات کا پورا اطمینان ہے کہ اس موضوع پر یہ ایک اچھی، مستند، معلومات افزا اور یصلہ کن کتاب ہے، جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے پہلی بار ظاہر ہو رہی ہے اور اس طرح وہ خلا پر ہو رہا ہے جس کا احساس ایک عرصہ سے کیا جا رہا تھا۔

یہ کتاب ان سب حضرات کے لئے ایک صحیح رہبر کا کام دے گی جن میں انصاف کا مادہ صداقت کی جستجو اور اخلاقی جرات پائی جاتی ہے۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے اپنے اس رسالہ کو جس دعا پر ختم کیا ہے یہ عاجز بھی اسی دعا پر ختم کرتا ہے اور کہتا ہے۔

رَبَّنَا غُضِرْ لَنَا وَإِلْخَوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا، رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ وَسَلَامٌ عَلَىٰ أُمَّرِّسَلِينِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

اے ہمارے پروردگار، بخش ہم کو اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان میں پہنچے۔ اور نہ رکھ ہمارے دل میں بیر اُن لوگوں کا جو ایمان لائے، اے ہمارے پروردگار تو ہی نرمی والا نہایت مہربان ہے۔ اور سلام ہے سب رسولوں پر، اور سب خوبی اللہ کو جو پالنے والا ہے سارے جہان کا۔

محمد عبدالستار خاں نقشبندی قادری

۲۱ شوال ۱۳۹۵ھ

۲۴ اکتوبر ۱۹۷۵ء

ابتدائیہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ.

حرمین شریفین زاد تھا اللہ شرفاً و تکریماً پر اہل نجد کا تصرف ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۴ء) میں ہوا اور اس کے بعد سے علامہ حافظ احمد تقی الدین ابن تیمیہ حنبلی حُرّانی ثم دمشقی رحمہ اللہ کے متعلق بہ سترہ مضامین چھپنے شروع ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے علمائے اخبار اور صلحائے امت اُن کے ذکر سے خوش نہیں ہوتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر فاروقی مجددی دہلوی قدس سرہ ابن تیمیہ، ابن حزم و مَنْ شَاكَلَهُمَا کا ذکر نہ کرنے تھے اور نہ اُن کی تالیفات سے لگاؤ رکھتے تھے۔ آپ کے مشفق و مہربان اُستاد اور آپ کے جدِ امجد کے چھوٹے بھائی، محدث دارالہجرۃ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ سے سید احمد حسن عرشی قنوجی برادر سید صدیق حسن خاں نے حدیث شریف پڑھی حضرت نے ان کو سند لکھ کر دی۔ اس میں تحریر فرمایا ہے۔

”الْوَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَسْلُكَ بِسِيْرَةِ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ مِنَ الصُّوفِيَّةِ وَالْفُقَهَاءِ الْقَادَةِ
وَالْمُحَدِّثِينَ الْمُسْتَقِيمِينَ عَلَى الْجَادَةِ لِأَكْبَابِ حَزْمٍ وَابْنِ تَيْمِيَّةٍ“

”سید احمد حسن عرشی پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندوں کے طریقے پر چلیں جو کہ صوفیہ صافیہ اور فقہائے قادہ اور منہج صواب پر ثابت قدم محدثین کا مسلک ہے نہ امثال ابن حزم اور ابن تیمیہ۔“
اور میں نے یہ بات بھی ملاحظہ کی کہ اب اس دور کے اصحابِ قلم، علامہ ابن تیمیہ کے محامد و فضائل کے بیان کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی سعی میں مصروف ہیں۔ ہر ایک یہ کوشش کر رہا ہے کہ اُن کے مسلک کو تمام مسالک سے افضل و اعلیٰ قرار دے۔ صلحائے امت کا وہ طریقہ اور اس دور کے اربابِ قلم کی یہ روش دیکھ کر خیال آیا کہ حقیقتِ امر کو معلوم کرنا چاہیے۔ پہلے متقدمین کی کتابوں کا مطالعہ

کیا جائے اور پھر اس دور کی تحریرات پڑھی جائیں اور جو حقیقت ظاہر ہو اس کا بیان کر دیا جائے چنانچہ میں نے متقدمین کی درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کیا :

۱۔ رسالہ الرد علی ابن تیمیہ فی خبر الجھتہ از علامہ شہاب الدین ابن جبہل کلابی متوفی ۷۳۳ھ

۲۔ رسالہ وفل العلم والطلب اور رسالہ النصیحة الذہبیہ از علامہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ

۳۔ مرآة الجنان از امام یافعی متوفی ۷۶۸ھ

۴۔ شیخ شرف الدین محمد بن عبداللہ معروف بہ ابن بطوطہ متوفی ۷۶۳ھ کا سفر نامہ۔

۵۔ تاریخ البدایہ والنہایہ از علامہ حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۴۴ھ

۶۔ الدرر الكامنه از علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۷۔ رسالہ "الردّ الوافر علی من زعم ان من ستمی ابن تیمیہ شیخ الاسلام کافر"

از علامہ شمس الدین محمد ابن ناصر الدین شافعی متوفی ۸۴۲ھ

۸۔ القول الجلی فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحنبلی از علامہ صفی الدین حنفی بخاری

۹۔ الکواکب الدریۃ فی مناقب الامام ابن تیمیہ از علامہ شیخ مرعی حنبلی متوفی ۱۱۲۳ھ

۱۰۔ شذرات الذہب از علامہ ابو عماد حنبلی متوفی ۱۰۸۹ھ

اور دورِ حاضر کی درج ذیل کتابیں مطالعہ کیں :

۱۔ ابن تیمیہ از استاذ البوزہرہ مصری۔

۲۔ حیات ابن تیمیہ از استاذ محمد بخت بیطار دمشقی۔

۳۔ حاشیہ استاذ عبدالصمد شرف الدین بر مجموعہ تفسیر۔

۴۔ ابن تیمیہ بطل الاصلاح الدینی از محمد مہدی استانبولی۔

۵۔ تذکرہ از مولانا ابوالکلام آزاد۔

۶۔ مقالات احسانی از مولانا مناظر حسن گیلانی۔

۷۔ دعوت و عزیمت دفتر دوم از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔

۸۔ امام ابن تیمیہ از مولوی (ڈاکٹر) محمد یوسف کوکن۔

۹۔ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ از مولانا عطار اللہ حنیف بھوجیانی لاہوری۔

بھوجیانی صاحب نے اگرچہ اپنی کتاب کو استاذ البوزہرہ کی کتاب کا ترجمہ ظاہر کیا ہے لیکن جو

تصرفات اور تبدیلیاں اور اضافے کئے گئے ہیں ان کے پیش نظر یہ منتقل کتاب ہے۔

۱۱۔ اس رسالہ کو علامہ عبدالوہاب تاج الدین سبکی شافعی متوفی ۷۴۱ھ نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ کی ج ۵ میں ص ۱۸۷ سے ص ۲۱۲

تک نقل کیا ہے۔ آپ نے ابن جبہل کی جگہ ابن جریر لکھا ہے لیکن ڈرر کامنہ شذرات ذہب وغیرہ میں ابن جبہل ہے۔

رد وافر قول جلی اور کواکب دُرّیہ کو فرج اللہ زکی کر دی نے نو رسالوں کے مجموعہ میں ۱۲۲۰ھ میں چھپوایا ہے۔ ان تین رسالوں میں ابن تیمیہ کے فضائل کا بیان ہے اور اس میں کلام نہیں کہ ابن تیمیہ میں فضائل اور کمالات تھے اور ان کے فضائل و کمالات کو بغیر کسی نقد اور تبصرہ کے لکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب علامہ ابن تیمیہ اپنے شذوذات میں حد سے تجاوز کر گئے اور انھوں نے حضرت محبوب رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین سیدنا و سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو ناجائز قرار دیا تو قاضی تقی الدین محمد بن ابی بکر اخنائی مالکی کی سرکردگی میں اٹھارہ علماء کرام نے اس قول کی وجہ سے ابن تیمیہ کو کافر اور واجب القتل قرار دیا۔ پھر تقریباً ایک سو سال بعد ۸۳۵ھ میں اشاعرہ اور حنابلہ میں اختلاف ہوا اور شیخ علامہ الدین بخاری نے کہا۔ جو شخص ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے وہ کافر ہے۔ قاضی اخنائی مالکی اور علامہ علاء الدین بخاری کے تشدد کو جلیل القدر علماء نے پسند نہیں کیا۔ اور اس سلسلہ میں علامہ حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین شافعی نے رسالہ رد وافر لکھا۔ انھوں نے چھپاسی ۸۰۰ علامہ کے ان اقوال کو جمع کیا جو انھوں نے ابن تیمیہ کی تعریف میں کہے تھے۔ اور پھر انھوں نے حنفی مالکی اور شافعی علماء سے اس رسالہ پر تقریظیں لکھوائیں۔ سب سے پہلی تقریظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھی ہے اور پانچویں علامہ عینی حنفی شارح بخاری کی۔ ان علماء کرام نے متشددین کے مسلک کی تردید کی ہے لکھا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ علماء اسلام میں سے ایک جلیل القدر فرد تھے۔ نہ وہ کافر تھے اور نہ ان کو شیخ الاسلام کہنے والا کافر ہے۔

اس رسالہ میں علامہ ابن تیمیہ کے شذوذات سے بحث نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے ان اکابر نے ابن تیمیہ کے شذوذات کو صحیح تسلیم کر لیا ہے یا ائمہ مجتہدین ابو حنیفہ مالک شافعی سے ان کا مرتبہ اعلیٰ قرار دے دیا ہے۔ کیونکہ ان حضرات نے اپنی تالیفات میں علامہ ابن تیمیہ کا علمی طور پر رد و لکھا ہے اور ان کی غلطی کا بیان کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بخاری کی شرح فتح الباری کی تیسری جلد کے صفحہ تریسین (۵۳) میں حقیقت امر کو واضح کر دیا ہے۔ انھوں نے پہلے تفصیل سے حقیقت بیان کی ہے اور پھر کلام کا خلاصہ بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

«وَالْحَاصِلُ أَنَّهُمُ الزَّمَوُا بِتَحْوِيلِهِمْ شِدَّةَ الرَّحْلِ إِلَى زِيَارَةِ قَبْرِ سَيِّدِنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْكَرْنَا صُورَةَ ذَلِكَ وَفِي شَرْحِ ذَلِكَ مِنَ الطَّرْفَيْنِ طَوْلٌ وَهِيَ مِنَ الشَّيْءِ الْمُنْقُولَةِ عَنِ ابْنِ تَيْمِيَّةٍ»

«خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان لوگوں نے ابن تیمیہ کے اس قول کی وجہ سے کہ ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مکرم کی زیارت کے لئے سفر کرنا حرام ہے۔ اس حکم کو لازم کیا ہے (تکفیر کا حکم) اور

ہم نے اس کی صورت ناپسند کی ہے۔ طرفین کے اقوال کا بیان کرنا باعثِ طوالت ہے۔ ابن تیمیہ سے نقل کئے ہوئے اشع مسائل میں سے یہ مسئلہ ہے۔

منہبہ الأرب یاں اشع کا ترجمہ "طعامِ بد مزہ، حلق سوز و کسہ کہ چنیں طعام خوردہ داں کراذ منہش بوئے بد آید ازنا کردن حلال و مسواک" لکھا ہے۔ یعنی بد بودار بد مزہ، حلق میں جلن پیدا کرنے والا۔ رسالہ قولِ ہلی اور کواکبِ دژیہ بھی اسی مقصد سے لکھے گئے ہیں۔ البتہ قولِ ہلی کے مصنف علامہ صفی الدین بخاری نے ابن تیمیہ کے بعض مسائل کا ذکر کیا ہے۔ زیارتِ قبور کا ذکر کر کے لکھا ہے:

"هو مخطی فی ذلك اشدا الخطأ" یعنی ابن تیمیہ نے اس میں غلطی کی ہے سخت غلطی۔

میں نہ ابن تیمیہ کا متبع ہوں اور نہ ان کا مخالف۔ یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اُمتِ مرحومہ "کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" ہے۔ "تم ہو بہتر سب اُمتوں سے جو پیدا ہوئے ہیں لوگوں میں" اور سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يَذُرُّهُ إِلَّا أَوْلَاهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ"۔ میری اُمت کی مثال مینہ کی ہے، کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ مینہ کا پہلا حصہ خیر و برکت لئے ہوئے ہے یا پچھلا حصہ۔

اِس اُمتِ مرحومہ میں قیامت تک علماءِ ظاہر اور باطن میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہیں گے کہ پ ہی اپنی نظیر ہوں گے۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگریم کرمشہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است
امامِ الائمہ سراج الامہ حضرت ابو حنیفہ کی جلالتِ قدر کا دل و جان سے معترف اور ان ہی کا مقلد
ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ ائمہ مجتہدین کا وجود اس اُمت کے واسطے سراسر خیر و برکت ہے۔ ان حضرات
نے یَسْرُوْا وَاَوْلاَئِهِمْ سُرُوْا (آسان کرو، دشوار نہ بناؤ) پر عمل کر کے اُمت کے لئے سہولت کے
دروازے کھول دیئے ہیں۔ حضرت امام شافعی نے "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ عَلٰی قَوْلِهِمْ اِنْ تَخَلَّفَ فِيْهِ الْعُلَمَاءُ"
فرمایا کہ اس کا بیان کر دیا ہے کہ "پروردگار ہر اس قول پر گرفت نہیں کرے گا جس میں علمائے اختلاف
کیا ہو، کیونکہ ائمہ دین نے قرآن و حدیث ہی سے مسائل اخذ کئے ہیں۔ جو جس کی سمجھ میں آیا ہے اسی کا
اظہار اُس نے کیا ہے۔ ان کے اقوال یقیناً حجج شرعیہ اور مستوجبِ نجات ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ نے جن مسائل میں جمہور کے مسلک کو چھوڑا ہے یا چاروں اماموں سے ہٹ کر
راہ اختیار کی ہے، ان سے بیزار اور مسئلہ زیارتِ قبور میں ان کے مسلک سے متنفر ہوں۔
زنگیں ہوا ہے اُس گلِ خوش زنگ سے مجھے اگلا جو برگِ زرد کوئی اس چمن میں ہے

۱۔ مجموعہ رسائل کے صفحہ ۱۱۹ کو ملاحظہ کریں۔

۲۔ بخاری مسلم کی حدیث ہے۔

یہوطی کی کتاب "جامع صغیر" میں مسلم اور ابوداؤد کی روایت ہے: "أَنْزَلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ"
 لوگوں کو ان کے مراتب پر رکھو۔ اعلیٰ کو ادنیٰ اور ادنیٰ کو اعلیٰ بنانے کی کوشش نہ کرو۔
 میں نے فوق الذکر انیس کتابوں کا مطالعہ کیا۔ جو حقیقت مجھ پر ظاہر ہوئی ہے اس کا بیان
 اس رسالہ میں کرتا ہوں۔ اس رسالہ کا نام "مَاذَا قَالَ الْأَيْمَنُ فِي ابْنِ تَيْمِيَّةَ" ہے۔ یعنی علامہ
 ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء۔ اور مَاذَا قَالَ الْأَيْمَنُ يَا زَيْدُ ۱۳۸۷ھ سے سال تالیف
 ظاہر ہے۔ وَاللَّهُ الْمَوْفِقُ وَالْمُعِينُ۔

ابوالحسن زید فاروقی
 درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر۔ شاہ ابوالخیر مارگ
 دہلی۔ ۶

سہ شنبہ۔ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ
 ۲۹ اگست ۱۹۶۷ء

علامہ تقی الدین احمد ابن تیمیہ

ولادت : دو شنبہ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ حران میں ۱۰ (۲۹ جنوری ۱۲۶۳ء)
وفات : شب دو شنبہ ۲۰ رزی القعدہ ۷۲۸ھ دمشق میں ۲۰ (۴ اکتوبر ۱۳۲۸ء)

وقت کی حالت | علامہ ابن تیمیہ کی ولادت حران میں ہوئی وہ زمانہ مسلمانوں کے واسطے نہایت پر آشوب اور صبر آزما تھا۔ شیخ نجم الدین رازی نے ۶۲۰ھ میں کتاب "مرصاد العباد" لکھی ہے۔ اس کتاب کے ابتدائی حصے میں تاتاریوں کی بربریت اور درندگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"ازیک شہرے کہ مؤلد و منشأ این ضعیف است قیاس کردہ اند کہ کما بیش ہفت صد ہزار آدمی بہ قتل آمدہ است و اسیر گشتہ، از شہر و ولایت و فتنہ و فساد آں ملاعین و مخاذیل بر جنگی اسلام و اسلامیان ازان زیادت است کہ در حیز عبارت گنجد" ۱۰

صرف ایک شہر کا جو کہ اس ضعیف کی جائے ولادت اور مقام نشوونما ہے، سات لاکھ افراد کے قتل اور گرفتار ہونے کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ ان لعنت مارے مطر و دین بارگاہ خداوندی نے جو کچھ اسلام پر اور تمام اسلامیوں پر کیا ہے وہ اس سے بہت ہے کہ قلم بند کیا جاسکے۔

چند سطروں کے بعد آپ نے کیا پر زردیہ دو شعر تحریر فرمائے ہیں ۱۰

شاہان جہاں بہ جنگی بشتابید تا بؤ کہ بقیتہ ز دیں دربابید

اسلام ز دست رفت بس بے خبرید بگرفت جہاں کفر و شما در خواہید

"اے بادشاہان عالم (اسلام) تم سب جلد پہنچو ہو سکتا ہے کہ تم دین کا بقیہ پالو۔ اسلام ہاتھ سے

۱۰ البدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۱۳۶ ۱۰ البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۱۳۷ ۱۰ مرصاد العباد قلمی نسخہ ۹

نہلا جا رہا ہے اور تم پر بے خبری چھانی ہوئی ہے۔ کفر نے دنیا پر قبضہ جمایا ہے اور تم غفلت کی نیند سو رہے ہو۔ علامہ ابن تیمیہ کی ولادت سے پانچ سال پہلے ۶۵۶ھ میں تاتاریوں نے دارالسلام بغداد پر قبضہ کر کے عباسی خلیفہ ابو احمد عبداللہ المستعصم باللہ اور ان کی اولاد کو قتل کیا۔ بغداد شہر میں کھلس چائیں دن تک قتل عام ہوتا رہا۔ علامہ ابو الفضل کمال الدین عبدالرزاق فوطی اس وقت کے مشہور مورخ گزرے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب "الحوادث الجامعة" میں تفصیل سے واقعات کا بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں۔ "یہ شہر بغداد میں آٹھ لاکھ افراد قتل ہوئے۔ اور جو لوگ کنبوؤں، تالابوں اور دریا میں ڈوب کر یا مکانوں، تہ خانوں میں بند ہو کر بھوک پیاس سے مرے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ "البدایہ والنہایہ" میں تین اقوال لکھے ہیں۔ آٹھ لاکھ، اٹھارہ لاکھ، بیس لاکھ۔ اور علامہ ابن العماد نے "شذرات الذهب" میں اٹھارہ لاکھ کی تعداد بتائی ہے۔"

ایک طرف یہ آفت برپا تھی اور دوسری طرف یورپ کے عیسائیوں نے مصر، شام اور فلسطین پر لیٹا کر رکھی تھی، ان کی سرکوبی کے واسطے اللہ تعالیٰ نے صلاح الدین ایوبی کو پیدا کیا۔

سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے واسطے یہ زمانہ جتنا پست اور پرخطر تھا، علمی اعتبار سے اتنا ہی عمدہ اور اعلیٰ تھا۔ اس کا اندازہ سراج الدین ابو حفص عمر جمہی کے اس قصیدہ بانیہ سے ہوتا ہے جو

انہوں نے علامہ ابن تیمیہ کی مدح میں لکھا ہے۔ اس قصیدہ کا اکیسواں شعر یہ ہے

وَكَانَ فِي عَصْرِهِ بِالشَّامِ يَوْمَئِذٍ سَبْعُونَ مُجْتَهِدًا مِنْ كُلِّ مَنْتَخِبٍ

یعنی ابن تیمیہ کے زمانے میں صرف ملک شام میں ستر منتخب مجتہد تھے۔

علم کے اس بے مثل زریں دور میں علامہ ابن تیمیہ کی ولادت ہوئی ہے۔

تربیت اور تحصیل علم | علامہ ابن تیمیہ چھ سال کے تھے کہ تاتاریوں نے حران پر قبضہ کر لیا اور ان کے والد بزرگوار علامہ ابوالمحاسن شہاب الدین عبدالحلیم ابن تیمیہ

اہل و عیال کوئے کر دمشق آگئے۔ چونکہ صاحب علم و فضل و کمال تھے۔ دارالحدیث سگریہ میں شیخ الحدیث

مقرر ہوئے۔ ان کا مذہب حنبلی تھا اور آبا و اجداد سے علم و فضل و کمال وراثتاً پایا تھا۔ علامہ ابن تیمیہ

نے اپنے والد بزرگوار اور اکابر علماء سے علوم دینیہ کو خوب تحقیق سے پڑھا۔ حدیث شریف کو خاص

اہتمام سے حاصل کیا۔ امام احمد کی مسند کئی مرتبہ پڑھی اور کافی اجزاء حدیث شریف کے اپنے ہاتھ

سے لکھے۔ نحو میں امام سیبویہ کی کتاب اور علم کلام اور فلسفہ کو مطالعہ کر کے سمجھا۔ حافظ نہایت قوی تھا

جو حفظ کیا پھر اس کو نہ بھولے۔

مناظرہ اور مناقشہ کا شوق خورد سالی سے تھا جب ذرا بڑے ہوئے علماء پر گرفت کرنے لگے اور پھر

گزرے ہوئے اکابر علماء پر سختی سے رد و نکیر کرنے لگے۔ چونکہ ان کا گھر انا علم و کمال کا گھر انا تھا اس لئے کتابوں کا نفیس ذخیرہ ان کے ہاتھ لگا اور اس سے ان کو بڑی مدد ملی۔ ابھی بیس سال کے نہ ہوئے تھے کہ فتویٰ دینے لگے اور جب ان کے والد بزرگوار کی وفات ہوئی وہ ان کی جگہ مدرس ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر اکیس سال تھی۔

فضائل اور اوصاف | رد وافر قول جلی اور کواکب دریہ میں علامہ ابن تیمیہ کے فضائل اور اوصاف حسنہ کا بیان نہایت تفصیل سے خوبی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اردو میں مولانا ابوالکلام آزاد نے "تذکرہ" میں اور مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے "دعوت و عزیمت" کے دوسرے حصہ میں خوب ہی بیان کیا ہے۔ اِسْمَا یَعْرِفُ الْفَضْلَ ذَوْوَهُ۔ فضل و کمال کو اصحاب فضل و کمال ہی جانتے ہیں۔

چونکہ عربی کے یہ رسالے ایک خاص مقصد سے لکھے گئے تھے۔ اس لئے اس کا خیال ہو سکتا ہے کہ محاسن و فضائل کے بیان کرنے میں کہیں تجاوز عن الحد نہ ہو گیا ہو۔ باوجود اس کے یہ بات متحقق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اوصافِ حسنہ سے متصف کیا تھا۔ جیسے حافظہ، علم، تقویٰ، خشیت، ورع، زہد، قناعت، کسب، جرات، اتباع سنت، اجتناب از بدعت، اعلائے کلمہ حق اور جہاد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہنا، اللہ کی رضا مندی کے لئے حق کا اظہار کرنا، دنیا سے روگردانی وغیرہ۔ کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ علماءِ اعلام جنہوں نے علامہ ابن تیمیہ سے مسائل میں اختلاف کیا ہے اور ان کے رد میں رسالے لکھے ہیں وہ ان اوصافِ عالیہ کا صدق دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں علامہ سبکی کا ذکر سب سمجھتا ہوں۔

علامہ سبکی | قاضی القضاة علامہ تقی الدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی شافعی نے مسئلہ زیارت قبور اور مسئلہ طلاق میں دو رسالے لکھے ہیں۔ دونوں رسالے علم و تحقیق کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ علامہ سبکی نے علامہ ابن تیمیہ کی کتاب "منہاج السنۃ" کا مطالعہ کیا، جو کہ حسین بن مطہر شیبلی کی کتاب "منہاج الکرامۃ فی معرفۃ النہج" کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اگرچہ علامہ ابن تیمیہ نے بہت اچھی کتاب لکھی ہے لیکن بعض جگہ احادیث ثابتہ سے انکار کر گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں علامہ سبکی نے ایک قصیدہ لکھا ہے اور علامہ ابن تیمیہ پر گرفت کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے ۵

إِبْنُ الْمُطَهَّرِ لَمْ تَطْهَرْ خَلَايِقُهُ دَاعٍ إِلَى التَّرْفُضِ غَالٍ فِي تَعْصِبِهِ

وَلَا بِنِ تَيْمِيَّةٍ رَدُّ عَلَيْهِ لَهُ أَجَادَ فِي الرَّدِّ وَاسْتِيفَاءِ أَضْرِبِهِ

یعنی عالی رافضی ابن المطہر کی کتاب کا رد ابن تیمیہ نے خوب ہی کیا ہے۔ ہر شے کو اسی کے

ڈھب پر رد کیا ہے۔ یعنی ابن مطہر نے اگر احادیث ثابتہ سے انکار کیا ہے تو ابن تیمیہ نے بھی یہی صورت

اختیار کر لی ہے اور وہ بھی احادیث ثابتہ سے انکار کر گئے ہیں۔

علامہ ذہبی اگرچہ علامہ ابن تیمیہ سے اصولی اور فرعی مسائل میں اختلاف رکھتے تھے لیکن شر اور ہنگامہ آرائی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے ابن تیمیہ کے سلسلہ میں سبکی کو خط لکھا۔ سبکی نے اُن کو جواب تحریر کیا۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُ سَيِّدِي فِي الشَّيْخِ تَقِي الدِّينِ فَأَلْمَلُوكَ وَيَحْتَقُّ كَيْدَ قَدْرِهِ
وَدَّخَارَةَ بَحْرِهِ وَتَوَسَّعَهُ فِي الْعُلُومِ النَّقْلِيَّةِ وَالْعَقْلِيَّةِ وَفَرَطَ ذَكَائِهِ
وَأَجْتَهَادِهِ وَبَلُوغَهُ فِي كُلِّ ذَلِكَ الْمَبْلَغِ الَّذِي يَتَجَاوَزُ الْوُصْفَ وَالْمَلُوكَ يَقُولُ ذَلِكَ دَائِمًا
وَقَدَارَةً فِي نَفْسِي أَكْبَرَ مِنْ ذَلِكَ وَأَجَلُّ مَعَ مَا جَمَعَهُ اللَّهُ لَهُ مِنَ الزَّهَادَةِ وَالْوَرَعِ وَالذِّيَابَةِ
وَنُصْرَةِ الْحَقِّ وَالْقِيَامِ فِيهِ لَا يَغْرَضُ سِوَاهُ وَجَرِيهِ عَلَى سُنَنِ السَّلَفِ وَأَخَذِهِ مِنْ ذَلِكَ
بِالْمَأْخِذِ الْأَوْفَى وَعَرَابِيَةٍ مِثْلِهِ فِي هَذَا الزَّمَانِ بَلْ مِنْ أَرْوَاقِهِ

علامہ سبکی کی تحریر

ترجمہ:- میرے آقا (علامہ ذہبی) نے شیخ تقی الدین (ابن تیمیہ) کے متعلق جو کچھ لکھا ہے تو یہ بندہ اُن کی قدر کی بڑائی ان کے سحر کی بے پایا نی اور علوم نقلیہ اور عقلیہ میں اُن کی وسعت اور اُن کی ذکاوت کی فراوانی اور ان کی کوششوں کا بلکہ ان تمام اوصاف میں ان کی رسائی کا اس قدر قائل ہے کہ حد بیان سے خارج ہے، بندہ اس کا بیان ہمیشہ کرتا رہتا ہے اور بندہ کے دل میں اُن کی قدر اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اور پھر جبکہ ان اوصاف کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو مزید خوبیاں عطا کر دی ہیں۔ جیسے زہد، ورع، دیانت، حق کی تائید اور حق کے لئے اس پر قائم رہنا اور حق کے سوا کو غرض نہ رکھنی اور سلف کے طریقہ کو پوری طرح اپنانا اور اس پر قائم رہنا۔ ایسے شخص کا مثل نہ اس زمانے میں بلکہ زمانوں سے ناپید ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی نے انصاف کا پورا حق ادا کیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کے اوصافِ حسنہ کا اظہار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ایسے شخص کا مثل نہ صرف اس زمانے میں بلکہ زمانوں سے ناپید ہے اور اس اعتراض کے ساتھ علامہ ابن تیمیہ کی لغزشوں کا بھی علمی رد کیا ہے۔ علامہ سبکی کا یہ عمل استکمالِ ایمان کی دلیل ہے، علمائے کرام پر واجب ہے کہ غلط ردی پر آگاہ کریں۔ جو بات جس کے نزدیک حق ہے وہ اس کا اظہار کرے۔

اس منہرے دور کے ایک فردِ کامل علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد الذہبی ہیں۔ علامہ

علامہ ذہبی | ابن العماد نے "شذرات الذہبی" میں اُن کی تریسٹھ کتابوں کے نام لکھ کر یہ تحریر کیا ہے کہ باقی تالیفات کا ذکر ان کی کثرت کی وجہ سے نہیں کیا۔ علامہ ذہبی کے مراجع کو علماء کرام نے اپنی کتابوں

لہ الدردر الکامنہ، جلد اول، صفحہ ۱۵۹۔

۱۵۵ مشکات کی کتاب لایمان میں ہے۔ مَنْ أَحَبَّ بِلَّهِ وَالْبَعْضَ بِلَّهِ وَأَعْطَى بِلَّهِ وَمَنَعَ بِلَّهِ فَقَدْ اسْتَمَلَّ الْإِيمَانَ۔

جس نے محبت، نفرت دینا اور روکنا صرف اللہ ہی کیلئے رکھا اس نے ایمان حاصل کیا۔ ۱۵۶ ملاحظہ کریں ج ۶ صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶۔

میں جمع کیا ہے، الرد الوافر، القول الجلی، الکوکب الدریہ، اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب الدرر الکامنه میں بہت کچھ ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ علامہ ذہبی کی مدح و ستائش میں ان پر دانستگی کا عالم طاری ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور مشہور مقولہ "لیلی را بہ چشم مجنوں باید دید" کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ باوجود اس سب کچھ کے ذہبی نے علامہ ابن تیمیہ کے خصوصی مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ میں بھی ان کی تقلید نہیں کی ہے۔

علامہ ذہبی کو حدیث شریف سے پورا لگاؤ تھا۔ انھوں نے علامہ ابن تیمیہ سے ان کی بعض تالیفات اور مسند امام احمد کی اجازت حاصل کی ہے اور بہ لحاظ اخذ سند کے ابن تیمیہ کا ذکر معجم شیوخ میں کیا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے ابن تیمیہ کے بعض تذکرہ نگاروں نے ذہبی کو ابن تیمیہ کے شاگردوں میں لکھا ہے۔ اور یہ درست نہیں ہے۔ علماء حدیث میں ایسے افراد گزرے ہیں کہ انھوں نے کسی حدیث شریف کی روایت اپنے شاگرد سے کی ہے یا کسی سند عالی کی اجازت لی ہے اور یہ صورت بھی پیش آئی ہے کہ باوجود اجازت حاصل ہونے کے کسی نیک و صالح شخص سے پھر اجازت حاصل کر لی جاتی ہے۔ ایسے افراد مجیز و مجاز کہلاتے ہیں، نہ استاد و شاگرد۔

علامہ ذہبی کی تخریر | مولانا آزاد نے لکھا ہے۔ لہ

"خود حافظ ذہبی اپنے معجم شیوخ میں جب اس نادرۃ الارض و اعجوبۃ الدہر کے اوصاف و مدارج لکھتے تھے تھے اور وہ ختم نہ ہوئے تو بالآخر یہ کہہ کر خاموش ہو جانا پڑا۔ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنِّي أَنْ يُنْبِئَهُ عَلَي سِيرَتِهِ مِثْلِي وَوَالِدِي لَوْ خَلَفْتُ بَيْنَ الرَّكْنِ وَالْمَقَامِ إِنِّي مَارَأَيْتُ بَعِيْنِي مِثْلَهُ وَرَأَيْتُ مِثْلَ نَفْسِهِ لَمَّا خَلَفْتُ" ان کا مقام اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ مجھ جیسا شخص ان کی سیرت و فضیلت بیان کرے، قسم خدا کی اگر میں خانہ بہ میں عین رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہو کر قسم کھاؤں کہ نہ تو میری آنکھوں نے ان کا مثل دیکھا اور نہ خود انھوں نے اپنا ہمتا، تو میری قسم سچی ہوگی اور میرے لئے کفارۃ یمین نہیں۔ وَكَفَاكَ بِالذَّهَبِيِّ شَاهِدًا (کافی آپہ تم کو ذہبی کی گواہی)۔"

اور لکھا ہے: "یہی حافظ ذہبی ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں۔ وَهُوَ عَجِيبٌ فِي اسْتِحْضَارِ السَّنَةِ وَاسْتِخْرَاجِ الْحُجَجِ مِنْهَا مِجِثٌ يَصْدُقُ عَلَيْهِ أَنْ يُقَالَ، كُلُّ حَدِيثٍ لَا يَغْرِفُهُ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ فَلَيْسَ بِحَدِيثٍ وَلَكِنْ رَأَيْتُ رَأْيَ اللَّهِ تَعَالَى - یعنی علوم سنت کے استحضار اور ان سے دلائل و براہین کے استنباط میں ان کا بسوخت و اعاطہ عجیب و غریب ہے یہاں تک کہ ان پر یہ بات صادق آتی ہے کہ جس حدیث کو ابن تیمیہ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں۔" لیکن اعاطہ تو اللہ ہی کے لئے ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کے فضائل بیان کرتے وقت اس وقت کے علماء کرام نے جملہ
مَا رَأَيْتُ مِثْلَهُ | علامہ ابن تیمیہ کے فضائل بیان کرتے وقت اس وقت کے علماء کرام نے جملہ
 مَا رَأَيْتُ مِثْلَهُ وَرَأَيْتُ مِثْلَ نَفْسِهِ کا استعمال بہ کثرت کیا ہے، کہ نہ
 میں نے ان کا مثل دیکھا اور نہ انھوں نے اپنا مثل۔ اس کیفیت کو دیکھ کر مولانا آزاد کافی متاثر ہوئے ہیں حالانکہ

علماء کرام میں یہ جملہ ضربِ مثل کی نوعیت اختیار کر گیا تھا۔ اس کی ابتدا کب سے ہوئی، یہ تو معلوم نہیں البتہ اتنا معلوم ہے کہ صد ہا سال قبل سے یہ جملہ مروج ہے۔ شیخ ورقار اور سفیان ثوری ہم عصر تھے، دونوں کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ ابن عماد نے شیخ ورقار کا یہ قول نقل کیا ہے۔ لَمْ يَزِدِ الشُّورِيُّ مِثْلَ نَفْسِهِ۔ ثوری نے اپنا مثل نہیں دیکھا۔ اور ابن کثیر نے ابو ثور کا یہ قول لکھا ہے۔ مَا زَأَيْنَا مِثْلَ الشَّافِعِيِّ وَلَا هُوَ رَأَى مِثْلَ نَفْسِهِ، نہ ہم نے شافعی کا مثل دیکھا اور نہ انھوں نے اپنا مثل۔ اور ابن رجا کا یہ قول لکھا ہے۔ مَا زَأَيْنَا مِثْلَ أَخِي وَلَا رَأَيْتُ مَنْ رَأَى مِثْلَهُ۔ نہ میں نے احمد کا مثل دیکھا اور نہ کسی ایسے شخص کو دیکھا جس نے ان کا مثل دیکھا ہو۔ اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کے متعلق ان کے استاد علی مدینی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ إِنَّهُ مَا زَأَى مِثْلَ نَفْسِهِ۔ یقیناً انھوں نے اپنے نفس کا مثل نہیں دیکھا۔

مکن ہے ابتدائے امر میں اس جملہ کا استعمال بہ اعتبار معنی کے صحیح ہوا ہو لیکن بعد میں مدحیہ جملہ ہو کر رہ گیا ہے۔ اس قسم کے جملات کے استعمال میں علامہ ذہبی بہت پیش اور فراخ دل ہیں۔ انھوں نے اگر ابن تیمیہ کے متعلق اس جملہ کو استعمال کیا ہے تو حافظ مزنی کے متعلق بھی لکھا ہے۔ مَا زَأَيْتُ مِثْلَهُ وَلَا رَأَى مِثْلَ نَفْسِهِ۔ نہ میں نے ان کا مثل دیکھا اور نہ انھوں نے اپنے نفس کا مثل۔ علامہ ابن تیمیہ دور علمی لحاظ سے بلند پایہ تھا۔ ایک سے بڑھ کر ایک عالم تھا۔ ان کے لئے ایسے جملہ کا استعمال کوئی بڑی بات نہ تھی۔

یہ اُس دور ذہبی کے مایہ ناز فرد تھے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔
حافظ زملکانی | علامہ ابن تیمیہ کی عمر جبکہ تیس سال کے لگ بھگ تھی، حافظ زملکانی نے اراکین کی تعریف میں لکھا ہے:

اجْتَمَعَتْ لِيهِ شُرُوطُ الاجْتِهَادِ عَلَى وَجْهِهَا وَإِنَّ لَهُ الْيَدَ الطَّوْلَى فِي حَسَنِ التَّصْنِيفِ
 وَجُودَةَ الْعِبَارَةِ وَالترْتِيبِ وَالتَّفْسِيمِ وَالتَّدْيِينَ
 وَكَتَبَ عَلَى تَصْنِيفِ لَهُ هَذِهِ الْأَبْيَاتُ ۝

مَاذَا يَقُولُ الْوَاصِفُونَ لَهُ وَصِفَاتُهُ جَلَّتْ عَنِ الْحَضَرِ
 هُوَ حُجَّةٌ لِلَّهِ قَاهِرَةٌ هُوَ بَيْنَنَا أَنْجُوبَةُ الدَّهْرِ
 هُوَ آيَةٌ فِي الْخَلْقِ ظَاهِرَةٌ أَنْوَارُهَا أَرَبَّتْ عَلَى الْفَجْرِ

(ترجمہ) ابن تیمیہ میں اجتہاد کی شرطیں صحیح طور پر جمع ہو گئی ہیں۔ اُن کو حسنِ تالیف، عبارت کی

۱۰ ج ۲۵۳

۱۰ ج ۲۴۵

۱۰ ج ۲۵۳

۱۰ ج ۲۴۵

۱۰ ج ۲۴۵

خوبی اور ترتیب و تقسیم اور دینداری میں کامل دستگاہ حاصل ہے۔

لازمگانی نے اپنی کسی تصنیف پر یہ تین شعر لکھے ہیں

۱۔ تعریف کرنے والے اُن کی کیا تعریف کریں گے جبکہ اُن کے اوصاف زائد از شمار ہیں۔

۲۔ وہ اللہ کی غالب آنے والی حجت اور ہم میں ایک عجب و روزگار ہیں۔

۳۔ وہ حلالوق ہیں ایسی کھلی نشانی ہیں کہ ان کا نور فجر کے نور کی طرح واضح ہے۔

علامہ ابو جہان | علامہ ابن تیمیہ کی وفات سے اٹھائیس سال پہلے جب کہ اُن کی عمر ۳۹ سال کی تھی۔ علامہ ابو جہان نے اُن کو دیکھ کر جملہ متداولہ بین العلماء کا استعمال کیا اور کہا۔ مَارَاتٌ عَيْنَايَ مِثْلَ هَذَا الرَّجُلِ۔ میری آنکھوں نے اس شخص کا مثل نہیں دیکھا ہے اور پھر یہ چھ شعر کہے۔

مَا آتَانَا نَقِيَّ الدِّينِ لَاحَ لَنَا
عَلَى مَحْيَاهُ مِنْ سَيِّمَاتِ الْأَدْلَى صَحْبُوا
حَبْرٌ تَسْرِبَلٌ مِنْهُ دَهْرُهُ حَبْرًا
قَامَ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ فِي نَصْرِ شَرِيعَتِنَا
وَآظَهَرَ الْحَقَّ إِذَا ثَارَهُ أَنْدَرَسَتْ
كَمَا نَحَدَّثُ عَنْ حَبْرٍ مَجِيءٍ فِيهَا
دَاعٍ إِلَى اللَّهِ فَرْدٌ مَالَهُ وَزَرُّ
خَيْرِ الْبَرِيَّةِ نُورٌ دُونَهُ الْقَمَرُ
بِحَبْرٍ تَقَادَفَ مِنْ أَمْوَاجِهِ الدَّرُّ
مَقَامَ سَيِّدِ تَيْمٍ إِذْ عَصَتْ مُضَرُّ
وَآخَذَ الشَّرَّ إِذْ طَالَهُ شَرُّ
أَنْتَ الْإِمَامُ الَّذِي قَدْ كَانَ يُنْتَظَرُ

۱۔ جب ہمارے پاس نقی الدین (ابن تیمیہ) آئے، ہم سمجھ گئے کہ وہ اللہ کی طرف بلانے والا ایک ہے اور اس کا کوئی نظیر نہیں۔

۲۔ اس کے چہرے پر اُن لوگوں کا سانور ہے جو خیر البریہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت میں رہ چکے ہیں۔ اس نور کے سامنے چاند کا نور کمتر ہے (ماند ہے)۔

۳۔ وہ ایسے جبر (بہت بڑے عالم) ہیں کہ زمانے نے ان کو اپنا جامہ بنا لیا ہے اور وہ ایسے سمندر ہیں کہ جس کی موجوں سے موتی بکھرتے ہیں۔

۴۔ ہماری شریعت کی مدد کے واسطے، سید تیم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس موقف پر کھڑے ہوئے ہیں، جبکہ مضر نے نافرمانی کی تھی۔

۵۔ انھوں نے اس وقت حق کا اظہار کیا جب کہ حق کے آثار مٹ چکے تھے اور شر کو اس وقت ٹھنڈا کیا جب کہ اُس کے شرارے پھیل گئے تھے۔

۶۔ ہم کسی جبر (بہت بڑے عالم) کی آمد کا ذکر کیا کرتے تھے۔ لو، وہ امام جس کا انتظار کیا جا رہا تھا، تم ہی ہو۔

آخر تکایت کیوں رسالہ رد وافر میں پھیلاسی جلیل القدر علماء کی مدح و ستائش منقول ہے اور پھر نوالی مرتبت افراد کی تقریظیں ہیں۔ کسی نے ابن تیمیہ کو حدیث شریف میں عالم کا مرتبہ دیا ہے، کسی نے اُن کے واسطے اجتہاد کا مرتبہ تجویز کیا ہے، کسی نے ان کو امام منتظر تسلیم کیا ہے اور کسی نے کہا ہے کہ ان کے اوصاف زائد از حد شمار ہیں۔

علمائے اعلام نے صدق دل سے ابن تیمیہ کی یہ تعریف اس وقت کی ہے کہ ان کی عمر چالیس سال کی نہ ہوئی تھی اور خود مدح کرنے والوں کی عمر بھی چالیس سے کم تھی یعنی مادین اور مدوح کا دور شباب تھا۔ اور یہی دور خود نمائی، خود ستائی اور "ہجومن دیگرے نیست" کا ہوا کرتا ہے۔ اب جب یہ دور تمام ہوا اور ابن تیمیہ نے دور کہولت کی منزلیں طے کیں اور پھر شیخوخت میں داخل ہو گئے۔ اُن کے مداح اور معاون اُن سے برگشتہ ہونے لگے۔

کوثری کا بیان اس سلسلہ میں فاضل محقق، صاحب تصانیف کثیرہ علامہ محمد زاہد بن احسن کوثری نے رسالہ "زغل العلیم والطلب" میں لکھا ہے کہ

"وَالْوَاقِعُ أَنَّ عِدَّةً مِنَ الْعُلَمَاءِ كَانُوا اسْتَرْعَوْا فِي إِطْرَاءِ ابْنِ تَيْمِيَّةٍ وَتَحَرُّبِ الْوَالِدِ فِي بَادِي الْأَمْرِ، ثُمَّ صَعِبَ عَلَيْهِمُ التَّرَاجُعُ عَنْ قَوْلِهِمْ فِيهِ إِلَى أَنْ تَوَعَّلَ فِي مُفْرَدَاتِهِ الْمَغْرُوقَةَ، فَتَخَلَّوْا عَنْهُ وَاجِدًا بَعْدَ وَاجِدٍ حَتَّى الْجَلَالِ الْقَزْوِينِي وَالْقَوْنُوتِي وَالْحَرِينِي وَغَيْرِهِمْ، وَبَعِيْلَ اضْطِبَارِهِمْ مَعَهُ بَلْ ائْتَحَرَفَ الذَّهَبِيُّ أَيْضًا بَعْضَ ائْتِحْرَافِ بَعْدَ أَنْ سَعَى مَدَّةً لِيُخَفِّفَ وَظَاتِ أَضْدَادِهِ نَحْوَهُ وَإِنِّي شَالِيهِ مِمَّا تَوَرَّطَ فِيهِ سَعْيًا بِالْعَامِلِ لَا يَخْفَى عَلَى مَنْ دَرَسَ حَيَاتَهُ، عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ"

(ترجمہ) یہ امر واقع ہے کہ ابن تیمیہ کی تعریف کرنے اور ان کے طرفدار بننے میں علماء کی ایک جماعت نے عجلت سے کام لیا اور پھر اُن کے لئے پلٹنا مشکل ہو گیا۔ یہاں تک کہ ابن تیمیہ اپنے تفردات میں بڑھتے چلے گئے جو کہ معروف ہیں۔ لہذا علماء بھی یکے بعد دیگرے اُن سے کٹنے لگے، یہاں تک کہ جلال قزوینی اور قونوی اور حریری وغیرہم کا پیمانہ بصر بے ریز ہو گیا۔ اور ذہبی تک اُن سے کچھ منحرف ہو گئے جب کہ وہ ایک مدت تک مخالفوں کے جوش کو ٹھنڈا کرنے میں مصروف رہے اور پوری گوشش کی کہ ابن تیمیہ کو اس ورطہ سے نکال لیں۔ جس نے بھی اُن کی حیات کا وقت سے مطالعہ کیا ہے اس سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔ جو کچھ گزر چکا ہے اس کو اللہ عفو فرمائے!

علامہ کوثری نے قاضی القضاة جلال الدین محمد بن عبدالرحمن قزوینی شافعی متوفی ۷۵۰ھ، علامہ علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القونوی الشافعی متوفی ۷۲۵ھ اور سیف الدین ابوبکر

۱۵ ملاحظہ کریں اس رسالہ کے صفحہ ۱۱ کے حاشیہ ۱ کی سطر ۶ اور اس کے بعد کو۔

بن عبداللہ الحریری متوفی ۷۴۷ھ کا ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے علامہ قونوی کے احوال میں لکھا ہے۔

كَانَ يُعَظِّمُ الشَّيْخَ تَقِيَّ الدِّينِ ابْنَ تَيْمِيَّةَ وَيَذُبُّ عَنْهُ مَعَ مُخَالَفَتِهِ لَهُ فِي أَشْيَاءَ وَتَخَطُّبَتِهِ لَهُ وَيُقَالُ أَنَّ النَّاصِرَ قَالَ لَهُ إِذَا وَصَلْتَ دِمَشْقَ قُلْ لِلنَّائِبِ يُفَرِّجُ عَنْ ابْنِ تَيْمِيَّةَ فَقَالَ يَا خُونِدَلَايَ مَعْنَى سُبْحَانَ قَالَ لِأَجْلِ الْفِتَاوَى قَالَ فَإِنْ كَانَ رَجَعَ عَنْهَا أَفَرَجْنَا عَنْهُ فَيُقَالُ كَانَ هَذَا الْجَوَابُ سَبَبًا فِي اسْتِمْرَارِ الشَّيْخِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ فِي السُّجُونِ إِلَى أَنْ قَاتَ، الخ۔

(ترجمہ) علامہ قونوی شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کی تعظیم اور ان کی طرف سے مدافعت کیا کرتے تھے باوجودیکہ مسائل میں ان سے اختلاف تھا اور ان کو برخطا جانتے تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ بادشاہ الناصر نے ان کو قاضی بنایا اور کہا۔ جب تم دمشق پہنچو، نائب سے کہہ دو کہ ابن تیمیہ کو رہا کر دیں۔ قونوی نے دریافت کرتے ہوئے کہا۔ جناب من وہ کس بنا پر قید ہوئے ہیں؟ بادشاہ نے کہا۔ فتاویٰ کی بنا پر قونوی نے کہا۔ اگر انھوں نے فتاویٰ سے رجوع کر لیا ہے، ہم ان کو رہا کر دیں گے (ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں)۔ قونوی کا یہ جواب ابن تیمیہ کی قید کے استمرار کی وجہ ہوئی۔

علامہ ابن تیمیہ کے تذکرہ نگار اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ کے ہر فعل کو مستحسن اور ان کے تفرقات کو عین صواب قرار دیں۔ اور تمام مخالف علماء کو کم علم، شخصیت پرست ٹھیرا دیں۔ یہ لوگ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ ان ہی علماء اعلام کی مدح و ستائش نے ابن تیمیہ کی قدر و منزلت میں چار چاند لگائے ہیں۔ سالہا سال یہ حضرات صدق دل سے ابن تیمیہ کے مداح و معاون رہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے علماء اعلام کے اختلاف کی علت ”معاشرت“ قرار دی ہے۔ بے شک معاشرت ایک بلائے بے درمان ہے۔ اور اس سلسلہ میں علماء ارام نے ٹھیک لکھا ہے۔ جیسا کہ مولانا آزاد نے نقل کیا ہے کہ ”لَوْ فَتَحْنَا هَذَا الْبَابَ وَآخَذْنَا بِقَوْلِ الْمُعَاَصِرِينَ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ لَمَا تَسَلَّمَ لَنَا أَحَدٌ مِنَ الْأُمَّةِ بَلْ أَجَلِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ“۔ اگر ہم یہ دروازہ کھول دیں اور معاصرین کے اقوال کو، ایک کا قول دوسرے کے بارے میں تسلیم کر لیں تو ہمارے لئے ائمہ میں سے بلکہ جلیل القدر صحابہ اور تابعین میں سے کوئی محفوظ نہ رہے۔ (سب داغدار ہو جائیں) اب دیکھنا یہ ہے کہ جن علماء نے ابن تیمیہ سے اختلاف کیا ہے، کیا داء معاشرت کی بنا پر کیا ہے یا دیگر اسباب کی بنا پر؟ اور پھر یہ دیکھنا ہے کہ یہ اسباب قابل مواخذہ ہیں یا نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ کے ہم عصر علماء نے صدق دل سے ان کی عزت اور ایسے والہانہ

انداز سے ان کی مدح و ستائش کی ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ خود مولانا آزاد نے علامہ ذہبی کی وارفتگی اور عقیدت کا بیان نہایت مؤثر پیرایہ سے کیا ہے۔ ایسے عقیدت مندی پاک دل افراد کا برگشتہ ہونا کوئی معمولی بات نہیں۔ جہاں تک میری معلومات ہیں، علماء کرام کی تاریخ میں اس قسم کا واقعہ کسی کے ساتھ پیش نہیں آیا ہے کہ دورِ شباب میں حمد و ستائش کی انتہا ہوئی ہو اور دورِ کبوت و شیخوخت میں نفرت واقع ہوئی ہو۔ اگر نفرت کرنے والا ایک ہی شخص ہوتا، گنجائش تھی کہ دارِ معاشرت کے شکنجہ میں اس کو کس دیا جاتا لیکن یہاں تو بھی ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے علامہ قونوی کے حال میں لکھا ہے یہ

حَضَرَ عِنْدَهُ ابْنُ بَجَلَةَ فَحَطَّ عَلَى ابْنِ تَيْمِيَّةَ فَقَالَ الْقَوْنَوِيُّ بِالتُّرْكِيِّ هَذَا مَا يَفْهَمُ

كَلَامَ الشَّيْخِ تَقِي الدِّينِ۔

قونوی کے پاس ابن جملہ آئے اور ابن تیمیہ کی تنقیص کی۔ آپ نے ترکی میں فرمایا۔ یہ شخص شیخ تقی الدین (ابن تیمیہ) کے کلام کو نہیں سمجھتا۔

اور یہی علامہ قونوی وہ شخص ہیں جو بادشاہ الناصر سے کہہ رہے ہیں: اگر ابن تیمیہ نے قنادی سے رجوع کر لیا ہے، ہم ان کو رہا کر دینگے، چنانچہ ابن تیمیہ نے رجوع کیا اور نہ وہ رہا ہوئے۔ علامہ ابن حجر نے علامہ قونوی کے متعلق لکھا ہے: كَانْ صَابِحًا ضَائِبًا مَثْبُتًا كَثِيرًا اِلَّا نَصَافٍ مُثَابِرًا عَسَى تَحْصِيلِ الْفَائِدَةِ طَاهِرَ اللِّسَانِ اِنْ كَرِهَ وَهُ نِيكَ اَوْ رَضَابِلَةَ كَيْفَ تَحْتَمِلُ حَقَّ رَجْمِهِ رَهْتُمْ تَحْتِ اَنْصَا بَهْت كَرْتُمْ تَحْتِ، فوائدِ علميہ کے حاصل کرنے میں لگے رہتے تھے، ان کی زبان پاک تھی۔ اور پھر ان کے ذوقِ علم کا بیان کیا ہے۔ کیا ہم ان کو دارِ معاشرت سے اس بنا پر متصف کر سکیں گے کہ انھوں نے ابن تیمیہ کو رہا نہ ہونے دیا۔

مولانا آزاد نے علامہ ابو حیان کے متعلق لکھا ہے یہ

”بعد کو (مدح و ستائش کے بعد) صحبت سازگار نہ ہوئی، نحو کے کسی مسئلہ کی نسبت ابو حیان نے سبویہ کا حوالہ دیا۔ ابن تیمیہ نے کہا۔ یہ سبویہ کی ان غلطیوں میں سے ایک غلطی ہے جو اس نے قرآن کے متعلق کی ہیں۔ وَمَا كَانَ يَسْبُوِيهِ بَنِي النَّحْوِ وَلَا مَعْصُومًا (نہ سبویہ نحو کے نبی تھے اور نہ معصوم) اس پر ابو حیان نہایت برا فروخت ہوئے اور پھر آخر تک مخالف رہے۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں: ”وَصَيَّرَ ذَلِكَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ“ (اور وہ ایک ایسا گناہ قرار پایا کہ نہ بخشا جائے) یہی وجہ ہے کہ تفسیر میں ایک موقع پر امام ابن تیمیہ کا ذکر اس طرح کیا ہے جس سے نہایت نفرت و مخالفت ٹپکتی ہے۔ حافظ عسقلانی نے یہ بات دررکامنہ کے پہلے حصہ میں علامہ ابن تیمیہ کے حالات میں لکھی ہے

اور چوتھے حصہ میں علامہ ابو حیان کے حالات لکھے ہیں، وہاں تحریر کرتے ہیں۔

”كَانَ يُعْظَمُ ابْنُ تَيْمِيَّةَ، وَمَدَّحَهُ بِقَصِيدَةٍ ثُمَّ انْحَرَفَ وَذَكَرَهُ فِي تَفْسِيرِهِ الصَّغِيرِ بِكُلِّ سُوءٍ وَنَسَبَهُ إِلَى التَّجْسِيمِ فَقِيلَ إِنَّ سَبَبَ ذَلِكَ أَنَّهُ بَحَثَ مَعَهُ فِي الْعَرَبِيَّةِ فَأَسَاءَ ابْنُ تَيْمِيَّةَ عَلَى سَيَّبُوِيهِ فَسَاءَ ذَلِكَ أَبُو حَيَّانَ وَانْحَرَفَ عَنْهُ. وَقِيلَ بَلْ وَقَفَ لَهُ عَلَى كِتَابِ الْعَرْشِ فَأَعْتَقَدَ أَنَّهُ مُجْتَمِعٌ“

(ترجمہ) ابو حیان، ابن تیمیہ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اور ان کی تعریف کی ہے ایک قصیدہ سے۔ پھر ان سے منحرف ہو گئے (پھر گئے) اور اپنی چھوٹی تفسیر (النہر) میں ان کا (ابن تیمیہ کا) ذکر سربراہی سے کیا ہے۔ اس سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو حیان نے ابن تیمیہ سے عربیت میں بحث کی۔ اور ابن تیمیہ نے سیبویہ کے متعلق کچھ ناملائم بار۔ کہی اور اس سے ابو حیان کو رنج پہنچا، لہذا وہ ابن تیمیہ سے پھر گئے۔ اور کہا گیا ہے کہ انحراف کی وجہ یہ ہے کہ ابو حیان نے ابن تیمیہ کی کتاب العرش دیکھ لی اور وہ ابن تیمیہ کو مجتہمی سمجھنے لگے۔

دررکامند کے پہلے حصہ میں حافظ عسقلانی نے خود ابو حیان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔

”قَالَ نَاطَرْتُهُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْعَرَبِيَّةِ فَذَكَرْتُ لَهُ كَلَامَ سَيَّبُوِيهِ فَقَالَ يَفْشُو سَيَّبُوِيهِ“

قَالَ أَبُو حَيَّانٍ وَهَذَا لَا يَسْتَحِقُّ الْخِطَابَ“

ابو حیان نے کہا میں نے عربیت کے کسی مسئلہ میں ابن تیمیہ سے مناظرہ کیا اور میں نے سیبویہ کا قول بیان کیا۔ ابن تیمیہ نے کہا۔ سیبویہ غلط کہتا ہے۔ (یہ بیان کر کے) ابو حیان نے کہا۔ یہ (ابن تیمیہ) بات کرنے کے قابل نہیں۔

پورے حالات کو پڑھنے اور سباق و سباق کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ سیبویہ کے متعلق ابن تیمیہ سے جارح لفظ سن کر ابو حیان اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ گفتگو کے قابل نہیں۔ اور کتاب العرش دیکھ کر یہ سمجھے کہ ابن تیمیہ مجتہمی ہیں۔ اور ان وجوہات کی بنا پر ان کا دل ابن تیمیہ سے ایسا برگشتہ ہوا کہ ۳۳۲ میں ابن المحب نے ابو حیان سے ان کے اشعار سننے پھر ابن المحب نے ان کے سامنے وہ اشعار پڑھے جو انھوں نے ابن تیمیہ کی مدح میں کہے ہیں۔ ابو حیان نے ان سے کہا۔ ”قَدْ كَشَفْتُهَا مِنْ دِيَوَانِي وَلَا أَذْكَرُهُ بِخَيْرٍ“ میں نے اپنے دیوان سے ان اشعار کو کاٹ دیا ہے اور میں ان کو بھلائی سے نہیں یاد کرتا۔ ابو حیان نے جس وقت اپنے دل کی برگشتگی کا اظہار کیا ہے۔ ابن تیمیہ کی رحلت کو چھ سال گزر چکے تھے۔ کوئی معمولی بات ایسی دل برداشتگی کا سبب نہیں ہو سکتی۔

اسباب تنافر | یہ بات یقینی ہے کہ وہ دور مایہ ناز جلیل القدر علماء را اعلام کا تھا۔ ان

حضرات نے حق کے لئے ابن تیمیہ سے محبت کی اور ان کی تعریف بدرجہ کمال کی۔ علامہ سبکی نے جو خط علامہ ذہبی کو لکھا ہے سب کے سامنے ہے۔ اگر فی الواقع علامہ ابن تیمیہ تمام ائمہ مجتہدین سے علم و فضل اور کمال میں بڑھ جائیں تب بھی ان کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ احادیث ثابتہ سے انکار کریں۔ چونکہ ابن تیمیہ منہاج السنہ میں بعض احادیث ثابتہ سے انکار کر گئے ہیں۔ علامہ تقی الدین سبکی نے ان پر تنقید کی ہے اور لطیف پیرایہ سے کی ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ اور مسئلہ طلاق میں جو حیض کی حالت میں دی جائے لکھ گئے ہیں کہ ایسی طلاق کو تسلیم کرنے کے لئے احادیث میں کوئی تصریح نہیں۔ اس پر علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے یہ

«غَفَلَ رَحْمَةُ اللَّهِ عَمَّا ثَبَّتَ فِي صِحِّهِ مُسْلِمٌ» اللہ ان پر رحم کرے، وہ ان روایات سے غافل رہ گئے ہیں جو امام مسلم کی صحیح میں ہیں۔

یہی صورت مسئلہ زیارت قبور میں اختیار کی ہے۔ لکھا ہے۔ فکلها ضعيفة باتفاق اهل العلم بالحدیث بل ہی موضوعہ لم یروا أحد من اهل السنن المعتمدة شیئا منها۔ "حدیث کے اہل علم کے اتفاق سے وہ سب ضعیف ہیں بلکہ گھڑی ہوئی ہیں۔ سنن معتدہ کے اصحاب میں سے کسی ایک نے بھی ان کی روایت نہیں کی ہے" حالانکہ امام بیہقی نے جو روایت "شداد بن اوس" سے کی ہے اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ حدیث صحیح ہے۔ اس حدیث کی روایت ابن ابی حاتم، ابن مردودہ، ترمذی اور نسائی نے بھی کی ہے۔

اس قسم کی بے راہ روی کو علماء اعلام کب برداشت کر سکتے ہیں۔ علامہ ذہبی ایک موقع پر لکھ گئے ہیں۔ «وَهُوَ غَيْبٌ فِي اسْتِحْضَارِ الشَّيْءِ وَاسْتِخْرَاجِ الْحُجْجِ مِنْهَا بِحَيْثُ يَصْدُقُ عَلَيْهِ أَنْ يُقَالَ كُلُّ حَدِيثٍ لَا يَعْرِفُهُ ابْنُ تَيْمِيَّةَ فَلَيْسَ بِحَدِيثٍ وَلَكِنَّ الْإِحْاطَةَ بِاللَّهِ تَعَالَى» (ترجمہ) اور وہ سنہت کے یاد رکھنے میں اور اس سے حجّتوں کے اخراج میں از عجائبات تھے۔ بنا برس ان پر یہ بات صحیح بیٹھتی ہے کہ جس حدیث کو ابن تیمیہ نہ جانتے ہوں وہ حدیث ہی نہیں۔ لیکن احاطہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے»

لیکن آخر میں وہی ذہبی مجبور ہو کر لکھ رہے ہیں یہ

يَا لَيْتَ أَحَادِيثَ الصَّحِيحَاتِ تَسْلَمُ مِنْكَ لَعَلَّ كَاشِ صَحِيحِينَ كِي حَدِيثِينَ تَمَّ مِنْ مَحْفُوظٍ رَه سَكْتِينَ»

حافظ زملکانی نے بھی ابن تیمیہ کی مدح و ستائش اس وقت کی ہے جبکہ ابن تیمیہ کی عمر تقریباً

۱۸۹۰ء ملاحظہ کریں کتاب الرد علی الأحناف ص ۱۸۹

۱۸۹۰ء رسالہ النصیحة الذہبیہ میں۔

۱۸۹۰ء فتح اباری ج ۹ ص ۲۱۱۔

۱۸۹۰ء تذکرہ مولانا آزار ص ۱۱۹ و ص ۱۲۰۔

تیس سال کی تھی اور تعریف بھی کیسی کی تھی کہ آج تک تذکرہ نگار اس کو لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ اور جب ابن تیمیہ شیخوخت کے مدد میں داخل ہوئے، حافظ زملکانی کو ان سے نفرت ہو گئی اور نفرت بھی ایسی جو ایذا رسانی کی حد کو پہنچ گئی تھی، اس سلسلہ میں مولانا آزاد نے لکھا ہے لہ

”بلاشبہ انھوں نے بھی نہایت سخت مخالفت کی، دونوں مرتبہ وہی رئیس المناظرین تھے، حافظ ابن البلقینی لکھتے ہیں جب ابن تیمیہ سے مناظرہ قرار پایا تو زملکانی کے سوا کوئی زبان نہ کھول سکا، حافظ ابن حجر کہتے ہیں: حَتَّى كَانَ أَشَدَّ الْمُتَعَصِّبِينَ عَلَيْهِ وَالْعَامِلِينَ فِي إِيصَالِ الشَّرِّ إِلَيْهِ وَهُوَ الشَّيْخُ الزَّمْلَكَانِيُّ“ یعنی زملکانی نے سب سے زیادہ ان کے خلاف اظہارِ تعصب کیا اور ان کو مضرت پہنچانے میں ساعی ہوئے۔“

یہی کیفیت علامہ اشیر الدین ابو حیان کی ہے کہ انھوں نے ابن تیمیہ کی وفات سے اٹھائیس سال پہلے مدح کی اور مدح بھی کیسی پُر زور کہ ”مَقَامَ سَيِّدِ تَيْمٍ“ اور ”أَنْتَ الْإِمَامُ الَّذِي قَدْ كَانَ يُنْتَظَرُ“ کی تشخیص کر رہے ہیں اور پھر نفرت ہوئی تو ایسی کہ ان اشعار کو اپنے دلیوان میں سے کاٹ دیا۔ اور ابن تیمیہ کی وفات کے بعد بھی ان سے نہایت برگشتہ رہے۔

یہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے۔ حیدرآباد دکن میں چھپی ہے۔ اس کتاب کے پہلے صفحہ **الذِّرَّ الْكَامِنَةَ** کے صفحہ ۱۴۴ سے ۱۶۱ تک علامہ تقی الدین احمد ابن تیمیہ کا تذکرہ ہے۔ شروع کے چھ صفحات میں حالات اور واقعات کا ذکر ہے۔ لکھا ہے۔ ”وَأَوَّلُ مَا أَنْكَرُوا عَلَيْهِ مِنْ مَقَالَاتِهِ فِي شَهْرِ رَجَبِ الْأَوَّلِ سَنَةِ ٦٩٨ قَامَ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ بِسَبِّ الْفَتَاوَى الْجَمُوتَةِ“ ان کی تحریرات پر ناپسندیدگی کا اظہار پہلی مرتبہ ماہ ربیع الاول ۶۹۸ھ میں ہوا جب کہ ان کے حموی فتویٰ کے خلاف فقہاء کی ایک جماعت کھڑی ہوئی۔“

چوں کہ ابن تیمیہ کی ولادت ربیع الاول ۶۶۱ھ کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ مخالفت کی ابتدا اس وقت ہوئی ہے جب ابن تیمیہ سینتیس سال کے تھے۔ اور چوں کہ فتویٰ حموی کا تعلق عقائد سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کا اختلاف عقائد کی بنا پر شروع ہوا ہے۔

پھر حافظ ابن حجر نے علماء کرام کی کتابوں سے ابن تیمیہ کی مدح و ستائش اور ان کے ہفتوات کا بیان کیا ہے، تقریباً آٹھ صفحات میں محاسن کا اور تقریباً تین صفحات میں مساوی کا بیان ہے۔

محاسن میں علم، فضل، تبحر علمی، استحضارِ مسائل، چاروں مذاہب میں مہارت، ردِ بدعات، جہاد کے واسطے ہر وقت تیار رہنا، زہد، تقویٰ، خشیت، جرأت اور دیگر صفاتِ حسنہ کا بیان ہے۔ اور خوب بیان ہے۔ اور یہ مسرت کا مقام ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کی ان اچھی صفات کا انکار کسی نے نہیں کیا ہے۔ البتہ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ان کے اتباع اور طرفدار ان کی ہفتوات اور مزلات کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں نواب

سید صدیق حسن خان اور امرائے نجد کی مساعی نے بڑا کام کیا ہے اور 'جلاء العینین' وغیرہ کی تالیف ہوئی ہے۔ اس کا یہ اثر دیکھنے میں آیا کہ جن افراد نے 'الرد الوافر' وغیرہ کا اور پھر 'جلاء العینین' و 'اشاکلہ' کا مطالعہ کیا ہے ان کی نظر میں علماء امت محمدیہ میں ابن تیمیہ کا مثل نہیں ہے۔ چون کہ یہ خیال خلاف واقع ہے، اس لئے حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس کتاب سے علامہ ابن تیمیہ کی بعض ہفتوات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سہولت مراجعہ کے لئے صفحہ کا نمبر بھی لکھ دیا ہے۔

(ص ۱۵۳) كَانَ يَتَكَلَّمُ عَلَى الْمُنْبَرِ عَلَى طَرِيقَةِ الْمُقْسِرِينَ مَعَ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ فَيُورِدُ فِي سَاعَةِ مَسَنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاللُّغَةِ وَالنَّظْمِ مَا لَا يَقْدِرُ أَحَدٌ عَلَى أَنْ يُورِدَهُ فِي عِدَّةِ مَجَالِسٍ كَانَتْ هَذِهِ الْعُلُومَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَيَأْخُذُ مِنْهَا مَا يَشَاءُ وَيَذَرُ وَمِنْ تَمَّ نَسَبَ أَصْحَابِهِ إِلَى الْعُلُوفِ فِيهِ وَاقْتَضَى لَهُ ذَلِكَ الْعَجَبُ بِنَفْسِهِ حَتَّى زَهَى عَلَى أَبْنَاءِ جَنَبِهِ وَاسْتَشْعَرَ أَنَّهُ مُجْتَهِدٌ فَصَارَ يَرُدُّ عَلَى صَغِيرِ الْعُلَمَاءِ وَكَبِيرِهِمْ قَدِيمِهِمْ. (ص ۱۵۴) وَحَدِيثُهُمْ حَتَّى انْتَهَى إِلَى عُمَرَ فَنَحَطَّاهُ فِي شَيْءٍ قَبْلَ الْبَلَّغِ الشَّيْخِ إِبْرَاهِيمَ الرَّقِّيِّ ذَا نَكَرٍ عَلَيْهِ فَذَهَبَ إِلَيْهِ وَاعْتَذَرَ وَاسْتَعْفَرَ وَقَالَ فِي حَقِّ عَلِيٍّ أَحْطَأُ فِي سَبْعَةِ عَشَرَ شَيْئًا تَمَّ خَالَفَ فِيهَا نَهَى الْكِتَابِ مِنْهَا اعْتِدَادُ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا رُؤُوسًا طَوَّلَ الْأَجَلَيْنِ وَكَانَ لِيَعْتَصِبَهُ بِلَذَّابِ الْحَنَابِلَةِ يَقَعُ فِي الْأَشَاعِرَةِ حَتَّى أَنَّهُ سَبَّ الْغَزَّالِيَّ فَقَامَ عَلَيْهِ قَوْمٌ كَادُوا يَقْتُلُونَهُ.

(ترجمہ) ابن تیمیہ مفسروں کے طریقہ پر مع فقہ اور حدیث کے منبر پر بیان کیا کرتے تھے، وہ ایک گھڑی میں آیات مبارکہ، احادیث طیبہ، لغت اور نظریں سے اتنا کچھ بیان کر دیا کرتے تھے کہ کوئی دوسرا کسی مجلسوں میں بھی بیان نہ کر سکے۔ ان کی تقریر سن کر محسوس ہوتا تھا کہ تمام علوم ان کی نظر کے سامنے ہیں۔ وہ جس کو چاہتے ہیں بیان کرتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں چھوڑتے ہیں۔ ان کی اس جامعیت کو دیکھ کر ان کے طرفداروں نے ان کے بارے میں غلو کیا اور اس وجہ سے ان میں گھمنڈ پیدا ہوا، وہ اپنے کو اپنے ابناء جنس سے برتر سمجھنے لگے، ان کو خیال پیدا ہو گیا کہ وہ مجتہد ہو گئے ہیں، انہوں نے علماء کرام پر، کیا چھوٹے کیا بڑے، کیا اگلے کیا پچھلے، سبھی پر رد کرنا شروع کر دیا۔ تا آن کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے۔ اور کسی بات میں ان کو برخطا کہہ گئے۔ یہ بات شیخ ابراہیم رقی لے لے تک پہنچی اور انہوں نے اس پر نکیر کی۔ چنانچہ ابن تیمیہ ان کے پاس گئے اور عذر خواہی اور استغفار کی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق کہہ گئے کہ سترہ جگہ ان سے خطا ہوئی ہے اور وہ نص کتاب کی مخالفت کر گئے ہیں چنانچہ حاملہ عورت کے خاوند کے مرنے پر اطول الأجلین عدت قرار دی ہے اور عنایت کے تعصب کی بنا پر اشاعرہ پر اعتراضات کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ امام غزالی کو گالی دے بیٹھے چنانچہ کچھ لوگ برا فرشتے

لے آپ کا پورا نام ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن محمد بن معالی بن محمد بن عبدالکریم الرقی ہے۔ رقد فرات کے کنارے ایک آبادی ہے۔ آپ کا مذہب حنبلی تھا۔ اپنے وقت کی برکت، زاہد، عالم، فاضل اور شیریں زبان و اعظمت تھے۔ ایسا نا حضرات مشائخ کی مفضل سماع میں شریک ہوتے تھے۔ برزالی اور ذہبی نے ان سے سنا ہے دمشق میں قیام تھا۔ ولادت ۳۲۷ھ میں اور وفات ۳۸۶ھ میں ہوئی۔ قاسیوں میں مدفون ہوئے۔

ہوئے اور قریب تھا کہ ان کو قتل کر دیتے۔

(ص ۱۵۴) اذْكَرُوا اِنَّهُ ذَكَرَ حَدِيثَ النُّزُولِ فَانْزَلَ عَنِ الْمُنْبَرِ ذَجْتَيْنِ فَقَالَ كُنُّوْا لِي هَذَا فَنَسَبَ اِلَى الْجَسِيْمِ وَرَدَّهُ عَلٰى مَنْ تَوَسَّلَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ اسْتَعَاثَ. فَاشْتِخَصَ مِنْ دِمَشْقٍ فِي رَمَضَانَ سَنَةِ خَمْسٍ وَسَبْعِمِائَةٍ. الخ

”بیان کیا ہے کہ انہوں نے حدیث نزول کا ذکر کیا اور وہ منبر کی دو سیڑھیاں اترے اور کہا میرے اس نزول (اترنے) کی طرح اور اس کی وجہ سے تجسیم کی طرف ان کی نسبت کی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل اور استغاثہ پر انہوں نے رد کیا ہے، بنا بریں وہ سنہ کے رمضان میں دمشق سے قاہرہ کو روانہ کئے گئے۔ الخ

(ص ۱۵۵ و ۱۵۶) وَنَسَبَهُ قَوْمٌ اِلَى اَنَّهُ يَسْعَى فِي الْاِمَامَةِ الْكُبْرَى فَاِنَّهُ كَانَ يَلْمَعُ بِذِكْرِ ابْنِ تُوْمَرْتٍ وَيُطْرِبُهُ فَكَانَ ذَلِكَ مُؤَكَّدًا لِطَوْلِ سَجْنِهِ وَلَهُ وَقَائِعُ شَهِيْرَةٌ وَكَانَ اِذَا حُوِقَ وَالزِّمَةَ يَقُوْلُ لَمْ اُرِدْ هَذَا اِنَّمَا اَرَدْتُ كَذَا فَذَكَرَ اِحْتِمَالًا بَعِيْدًا وَكَانَ مِنْ اَذْكِيَاءِ الْعَالَمِ وَلَهُ فِي ذَلِكَ اَمُوْرٌ عَظِيْمَةٌ۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ وہ امامت کبریٰ کے حاصل کرنے کی فکر میں تھے اور وہ ابن تومرت کا ذکر منے لے کر کیا کرتے تھے چنانچہ ان کی قید و بند کی طوالت کے سلسلہ میں یہ وجہ بھی مہم ثابت ہوئی اور ان کے واقعات مشہور ہیں۔ جب ان سے تحقیق کی جاتی تھی اور ان پر الزام آجاتا تھا۔ وہ کہہ دیا کرتے تھے۔ میرا مقصد یہ تھا اور وہ دور کا احتمال بیان کر دیا کرتے تھے۔ وہ دنیا کے سمجھداروں میں سے ایک سمجھدار تھے اور اس سلسلہ میں انہوں نے عظیم کام کئے ہیں۔

(ص ۱۵۷) مَنْ خَالَطَهُ وَعَرَفَهُ فَقَدْ يَنْسِبُنِي اِلَى التَّقْصِيْرِ فِيهِ وَمَنْ نَابَدَهُ وَخَالَفَهُ قَدْ يَنْسِبُنِي اِلَى التَّغَالِي فِيهِ وَقَدْ اُوْذِيْتُ مِنَ الْفَرِيقَيْنِ مِنْ اَصْحَابِهِ وَاَضْدَادِهِ۔ اَنَا لَا اَعْتَقِدُ فِيهِ عِصْمَةً بَلْ اَنَا مُخَالَفٌ لَهُ فِي مَسَائِلِ اَصْلِيَّةٍ وَفُرْعِيَّةٍ فَاِنَّهُ كَانَ مَعَ سَعَةِ عِلْمِهِ وَفَرْطِ شَجَاعَتِهِ وَسَيْلَانِ ذِهْنِهِ وَتَعْظِيْمِهِ لِحُرْمَاتِ الدِّيْنِ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ تَعْتَرِيْهِ حِدَّةٌ فِي الْبَحْثِ وَغَضَبٌ وَشَطْفٌ لِلْحُصْمِ تَنْزِعُ لَهُ عَدَاوَةٌ فِي النَّفْسِ وَاِلَّا لَوْلَا لَطْفُ حُصْنُوْمَةٍ لَكَانَ كَلِمَةً اِجْمَاعٍ فَاِنْ كَبَارَهُمْ خَاضِعُونَ لِعُلُوْمِهِ مُغْتَرِفُونَ بِشَنُوْفِهِ مُقْتَرُونَ بِنُدُوْرِ خَطَايَاهِ وَرَاثَةُ بَحْرٍ لَا سَاحِلَ لَهُ وَكَنُزٌ لَا نَظِيْرَ لَهُ وَلَكِنْ يَنْقَبُوْنَ عَلَيْهِ اَحْلَا وَاَفْعَالًا وَكُلُّ اَحَدٍ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُنْتَرَكُ۔

”جو ان سے ملا اور اس نے ان کو پہچانا وہ میری نسبت کو تاہی کرنے والوں سے کرتا ہے اور جو ان سے کٹا اور ان کا مخالف ہوا وہ میری نسبت نلو کرنے والوں سے کرتا ہے، اور مجھ کو دونوں فریقوں نے ایذا پہنچائی ہے۔

اُن کے ساتھیوں نے اور ان کے مخالفوں نے۔“

میں اُن کی عصمت کا معتقد نہیں بلکہ مجھ کو ان سے اصولی اور فروعی مسائل میں اختلاف ہے، علم کثیر، شجاعتِ زائدہ اور فکرِ رسا ہوتے ہوئے اور حرمتِ دین کی تعظیم کرنے کے باوجود، وہ از جملہ بشر ایک بشر تھے۔ مباحث کے دوران میں اپنے مخالفوں کے ساتھ ترش مزاجی، غصہ، اور سختی سے پیش آتے تھے۔ جس کی وجہ سے دلوں میں عداوت کا بیج پڑ جاتا تھا۔ اگر وہ مخالفوں کے ساتھ لطف سے پیش آتے تو اتحاد کا بول بن جاتے، کیونکہ مخالفوں کے بڑے اُن کے علم کے سامنے سر جھکائے ہوئے تھے اور ان کی فطانت اور ندرت کے معترف تھے، وہ ایسا سمندر ہیں کہ اس کا ساحل نہیں اور ایسا خزانہ ہیں کہ اس کی نظیر نہیں۔ البتہ اُن کے اخلاق اور افعال کو ناپسند کیا جاتا ہے اور قبولیت اور ناقبولیت کا مدار ہی زبان پر ہے۔“

علامہ ابن حجر عسقلانی نے شرف الدین عبداللہ برادر ابن تیمیہ کے حال میں لکھا ہے۔

كَانَ أَخُوهُ يُكْرِمُهُ وَيُعَظِّمُهُ وَكَانَ فَضْلًا عَصْرِهِمَا يَقُولُونَ هُوَ أَقْرَبُ مِنْ أُخِيهِ إِلَى طَرِيقِ الْعُلَمَاءِ وَأَقْعَدٌ بِمَبَاحِثِ الْفُضَلَاءِ -

”ابن تیمیہ ان کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے اور اُن کے زمانے کے فضلاء کہا کرتے تھے بہ نسبت اپنے بھائی کے (ابن تیمیہ کے) علما کے طور طریقوں اور فضلاء کے مباحث سے عبداللہ زیادہ واقف تھے۔“

یہ رسالہ علامہ ذہبی نے طالبانِ علوم دینیہ کے واسطے لکھا ہے، ان کو منافع اور مضار سے آگاہ کیا ہے۔ علم حدیث کے بیان

ذہبی کی زغل العلم والطلب

میں اللہ کی تحمید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس دور میں بھی ایسے افراد موجود ہیں جو اس مبارک علم کی قدر و شان کو سمجھتے ہیں۔ پھر انہوں نے چودہ افراد کے نام مثال کے طور پر لکھے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

مِزِّي، ابْنُ تَيْمِيَّةَ، بَرْزَالِي، ابْنُ سَيِّدِ النَّاسِ، قَطْبُ الدِّينِ عَلْبِي، تَقِيُّ الدِّينِ سَبْكِ، قَاضِي شَمْسِ الدِّينِ حَنْبَلِي، ابْنُ قَاضِي الْقَضَاةِ ابْنِ جَمَاعَةَ، صِلَاحُ الدِّينِ ابْنُ الْعِلَائِي، فخر الدین بن الفخر، امین الدین بن الوانی، ابن امام (ام الملك) الصالح، محی الدین مقدسی، سیدی عبداللہ بن غلیل۔

پھر فقہائے شافعیہ کے بیان میں لکھا ہے۔

إِخْذَرِ الْمُرَاةَ فِي الْبُحْثِ وَإِنْ كُنْتَ حَقًّا وَلَا تَنَازِعْ فِي مَسْئَلَةٍ لَا تَعْتَقِدُهَا وَإِخْذَرِ الْكِبْرَ وَالْعُجْبَ يَعْلَمُكَ فَيَسَعِدُكَ إِنْ نَجَّوَتْ مِنْهُ كَفَافًا لَا عَلَيْكَ وَلَا تَأْكُ فَوَاللَّهِ مَا رَمَقْتُ عَيْنِي أَوْ سَعِ عِلْمًا وَلَا أَقْوَى ذَكَاءً مِنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ ابْنُ تَيْمِيَّةَ مَعَ الرَّهْدِ فِي الْأَكْلِ وَالْمَلْبَسِ وَالنِّسَاءِ مَعَ الْقِيَامِ فِي الْحَقِّ وَالْيُحْمَادِ بِكُلِّ مُمَكِّنٍ وَقَدْ تَعَبْتُ فِي وَزْنِهِ وَفَتْنِهِ حَتَّى مَلَلْتُ فِي سِنِينَ مُتَطَاوِلَةٍ فَمَا وَجَدْتُ أَحْرَهُ بَيْنَ أَهْلِ مِصْرَ وَالشَّامِ وَمَقَّتَهُ نَفْسُهُمْ وَأَزْدَرَوْا بِهِ وَكَذَّبُوهُ وَكَفَرُوهُ إِلَّا لِلْكِبَرِ وَالْعُجْبِ وَ

فَرَضَ الْغَرَامَ فِي رِيَّاسَةِ الْمَشِيخَةِ وَالْإِذْدِرَاعِ بِالْكَبَارِ فَانظُرْ كَيْفَ وَبَالَ الدَّعَاوِي
وَتَحَبُّهُ الظُّهُورِ نَسَأَلُ اللَّهَ الْمُسَافِحَةَ، فَقَدْ قَامَ عَلَيْهِ أَنْاسٌ لَيْسُوا بِأَوْرَعٍ مِنْهُ
وَلَا أَعْلَمُ مِنْهُ وَلَا أَزْهَدَ مِنْهُ بَلْ يَتَجَاوَزُونَ عَنْ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ وَأَتَانِمِ أَصْدِقَائِهِمْ وَمَا
سَلَطَهُمُ اللَّهُ عَلَيْهِ بِتَقْوَاهُمْ وَجَلَّ لِتِهِمْ بَلْ يُدْنُو بِهِ وَمَا دَفَعَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَمَّنْ أَتْبَاعِهِ أَكْثَرَ
وَمَا جَرَى عَلَيْهِمْ إِلَّا بَعْضُ مَا يَسْتَحِقُّونَ فَلَا تَكُنْ فِي رَيْبٍ مِنْ ذَلِكَ“

(ترجمہ) مباحثہ کے وقت اپنے کو نام و نمود سے بچاؤ، چاہے تم ہی حق پر کیوں نہ ہو، اور ایسے مسئلہ
میں بحث نہ کرو جس کا تم کو اعتقاد نہ ہو اور اپنے کو اپنے علم کے گھمنڈ اور غرور سے بچاؤ، تمہاری بڑی
خوش نصیبی ہوگی اگر تم علم کا بوجھ اٹھانے میں برابری میں چھوٹ جاؤ کہ نہ تم پر کچھ آئے اور نہ تم کو کچھ ملے۔
خدا کی قسم میری آنکھ نے اس شخص سے جس کو ابن تیمیہ کہتے ہیں، کسی کو زیادہ علم اور سمجھ والا نہیں دیکھا۔ اور
پھر کھانے میں، کپڑوں میں اور عورتوں کے معاملہ میں ان کا جو زہد تھا، اور پھر قیام حق اور ہمہ وقت جہاد کے
واسطے ہر ممکن ذرائع کے ساتھ ان کا کمر بستہ رہنا۔ میں سالہا سال ان کے پرکھنے اور سمجھنے میں مصروف
رہا اور آخر کار میں تھک گیا۔ میں نے غرور اور گھمنڈ، اور ریاستِ مشیخت کی بے پناہ ہوس، اور اکابر کی
تحقیر کرنے کی بہ دولت اس کا یہ انجام مصر و شام میں دیکھا کہ لوگوں کو اُس سے نفرت ہو گئی، اور انھوں نے
اس کی تکذیب و تکفیر شروع کر دی۔ دیکھو اپنے کوچہ چکانے اور بلند بانگ دَعَاوی کرنے کا کیسا گھناؤنا وبال
ہوتا ہے، ہم اللہ سے مسامحت کے طلب گار ہیں۔

ابن تیمیہ کی مخالفت پر وہ لوگ کمر بستہ ہوئے جو علم و تقویٰ اور زہد میں ان سے بڑھ کر نہ تھے۔ البتہ
وہ لوگ اپنے ساتھیوں اور دوستوں کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر کرنے والے تھے۔ اللہ نے ان
لوگوں کو ان کے تقویٰ اور جلالتِ قدر کی وجہ سے ابن تیمیہ پر مسلط نہیں کیا۔ بلکہ یہ سب کچھ ابن تیمیہ
کے گناہوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن آفتوں اور تکلیفوں سے ان کو اور ان کے اتباع کو
بچایا ہے، وہ بہ نسبت ان آفتوں کے جو ان پر نازل ہوئیں بہت زیادہ ہیں۔ تم کو اس بات میں شک
شبہ نہ ہونا چاہئے۔“

علامہ ربی نے پھر علم اصول دین کے بیان میں سلف صالح کے مسلک کو پسند اور خلف کے طریقہ
کو ناپسند کرتے ہوئے لکھا ہے: "مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمُزْرَعِ تَرْكُهُ مَا لَا يَغْنِيهِ" اسلام کی خوبیوں
میں سے کسی شخص کی یہ ہے کہ بیکار امور کو چھوڑ دیا جائے۔ اور پھر تحریر فرمایا ہے۔

فَإِنْ تَرَعْتَ فِي الْأُصُولِ وَتَوَابَعْتَهُ مِنَ الْمُنْطِقِ وَالْفَلَسَفَةِ وَأَرَءِ الْأَوَائِلِ وَتَحَارَاتِ الْعُقُولِ
وَاعْتَصَمْتَ مَعَ ذَلِكَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَأُصُولِ السَّلَفِ وَلَفَقْتَ بَيْنَ الْعَقْلِ وَالنَّقْلِ فَمَا
أَظْنُكَ فِي ذَلِكَ تَبْلُغَ رُتْبَةِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ وَلَا وَاللَّهِ تُقَارِبُهَا وَقَدْ رَأَيْتُ مَا آلَ أَمْرُهُ إِلَيْهِ مِنْ

الْحَطِّ عَلَيْهِ وَالْفَجْرِ وَالْتَّضْلِيلِ وَالْكَفِيرِ وَالْكَذِيبِ بِحَقِّ وَبِاطِلٍ فَقَدْ كَانَ قَبْلَ أَنْ
يَدْخُلَ فِي هَذِهِ الصَّنَاعَةِ مُتَوَرِّأً مُضِيئًا عَلَى مَحْيَاةِ سَيِّمِ السَّلَفِ ثُمَّ صَارَ مُظْلِمًا
مَلَكُوفًا عَلَيْهِ قَمَّةٌ عِنْدَ خَلَائِقِ مِنَ النَّاسِ وَدَجَالًا أَفَّاكَ كَا فِرًّا عِنْدَ أَعْدَائِهِ،
وَمُبْتَدَا غَا فَا ضِلًّا مُحَقِّقًا بَارِعًا عِنْدَ طَوَائِفِ مِنَ عَقَلَاءِ الْفُضَّلَاءِ، وَحَامِلَ رَايَةِ الْإِسْلَامِ
وَ حَامِيَ حَوْزَةِ الدِّينِ وَ نُحْيِيَ السَّنَةَ عِنْدَ عَمُومِ أَصْحَابِهِ هَذَا مَا أَقُولُ لَدَيْ.

(ترجمہ) اگر تم اصول (یعنی عقائد و کلام) اور اس کے توابع منطق و حکمت و فلسفہ میں مہارت پیدا کر لو
اوائیل کے آراء اور محیر العقول باتوں سے بھی واقف ہو جاؤ، اور ساتھ ہی کتاب و سنت اور اصول سلف کو بھی
سمجھ لو، اور عقل و نقل کو آپس میں ملا دو تب بھی میں خیال نہیں کر سکتا کہ تم ابن تیمیہ کا مرتبہ پا لو گے، بلکہ اللہ کی
قسم تم ان کے مرتبہ کے قریب بھی نہیں جا سکتے۔ ابن تیمیہ کا جو انجام ہوا ہے وہ میرے پیش نظر ہے، کہ ان کی
بے عزتی کی گئی، ان کو بُرا کہا گیا، اور ان کی تفسیل و تکفیر و تکذیب حق و ناحق کی گئی (یعنی گمراہ، کافر اور جھوٹا
کہا گیا)۔

اس روش کے اختیار کرنے سے پہلے فلقت کی نظر میں ان کا چہرہ نورانی اور تابان تھا۔ اس پر سلف
صالح کے آثار ظاہر تھے، پھر وہی چہرہ ایک مخلوق کی نظر میں تاریک اور بے نور ہوا، اور اپنے دشمنوں کی نظر
میں دجال، الزام تراش اور کافر ہوئے، اور سمجھدار فاضلوں کے نزدیک، نئی باتیں نکالنے والے، فاضل و
محقق و ماہر بنے، اور اپنے اصحاب کے نزدیک، اسلام کا بیرق اٹھانے والے، اصول دین کی حفاظت اور
سنت کو زندہ کرنے والے قرار پائے، میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔

النَّصِيحَةُ الدَّهَبِيَّةُ | یہ ایک مکتوب ہے جو علامہ ذہبی نے از روئے نصیحت علامہ ابن تیمیہ کو لکھا
ہے اور علامہ محمد زاہد الکوثری نے ۱۳۳۴ھ میں اس کو رسالہ زغل المسلم

والطلب کے ساتھ دمشق میں چھپوایا ہے میں اس کو نقل کرتا ہوں، چون کہ اس کا ترجمہ بعد میں لکھا جائے
گا اس لئے اس مکتوب کے دس حصے کر دیئے ہیں تاکہ مراجعہ کرنے میں سہولت رہے۔ علامہ ذہبی نے لکھا

(۱) بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. اَلْحَمْدُ لِلَّهِ، عَلَيَّ ذَلَّتْ يَارَبِّ اَرْحَمِنِي وَاَقْلَبْنِي عَشْرَتِي
وَ اَحْفَظْ عَلَيَّ اِيْمَانِي، وَ اَحْزَنْنَا عَلَى قَلْبِي حُزْنِي، وَ اَسْفَاةً عَلَيَّ السَّنَةَ وَ ذِهَابِ اَهْلِيهَا،
وَ اَشْوَقَاةً اِلَى اَنْحَوَانِ مُؤْمِنِينَ يُعَاوَنُونَنِي عَلَيَّ الْبُكَاءِ، وَ اَحْزَنَاةً عَلَيَّ فَقْدِ اُنَاسٍ كَانُوا
مَصَابِيحَ الْعِلْمِ وَ اَهْلَ التَّقْوَى وَ كُنُوزَ الْخَيْرَاتِ، آه عَلَيَّ وَ جُودِ رُحْمِ حَلَالٍ وَ آخِ
مُونِسٍ، طُوبَى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عَيْبِ النَّاسِ وَ تَبَّ لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُ
النَّاسِ عَنْ عَيْبِهِ.

(۲) اِلَى كَمَثَرِي الْقَدَاةُ فِي عَيْنِ اَخِيكَ وَ تَسْنَى الْجُدْعُ فِي عَيْنِكَ، اِلَى كَمَثَرِي

نَفْسِكَ وَشَقَائِشِكَ وَعِبَارَاتِكَ وَتَذَمُّ الْعُلَمَاءِ وَتَتَّبِعُ عَوْرَاتِ النَّاسِ مَعَ عِلْمِكَ بِتَهْيِ
الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "لَا تَذْكُرُوا مَوْتَكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا
قَدْ مَوُّوا" بَلَى أَعْرِفُ أَنَّكَ تَقُولُ لِي لِتَنْصُرَ نَفْسَكَ، إِنَّمَا الْوَقِيعَةُ فِي هَؤُلَاءِ الَّذِينَ مَا شَمَرُوا
رَائِحَةَ الْإِسْلَامِ وَلَا عَرَفُوا مَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْوَجَهَا، بَلَى وَاللَّهِ
عَرَفُوا خَيْرًا كَثِيرًا مِمَّا إِذَا عَمِلَ بِهِ الْعَبْدُ فَقَدْ فَازَ وَجَهِلُوا شَيْئًا كَثِيرًا مِمَّا لَا يُعْنِيهِمْ وَمِنْ
حُسْنِ إِسْلَامِ الْمُرءِ تَرْكُهُ مَا لَا يُعْنِيهِ -

(٣) يَا رَجُلُ بِاللَّهِ عَلَيْكَ، كُفِّ عَنَّا فَإِنَّكَ هَجَّاجٌ عَلِيمٌ اللِّسَانِ لَا يَقْرُؤُ وَلَا تَنَامُ، إِنَّا كُنَّا
وَالْأَغْلُوطَاتِ فِي الدِّينِ، كَرِهَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا وَهَيَّ عَنْ كَثْرَةِ
السُّؤَالِ وَقَالَ: "إِنْ أَخْرَفَ مَا أَخْفَى عَلَى أُمَّتِي كُلِّ مَنَافِقٍ عَلِيمِ اللِّسَانِ" وَكَثْرَةُ الْكَلَامِ بِغَيْرِ
دَلِيلٍ تَقْسِي الْقَلْبَ إِذَا كَانَ فِي الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فَكَيْفَ إِذَا كَانَ فِي عِبَارَاتِ الْيُونُسِيِّةِ وَالْفَلَسِيفَةِ
وَتِلْكَ الْكُفْرِيَّاتِ الَّتِي تُعْمَى الْقُلُوبَ -

(٤) وَاللَّهِ قَدْ صِرْنَا ضَحْكَةً فِي الْوُجُودِ فَإِلَى كَمْ تَنْبُشُ دَقَائِقَ الْكُفْرِيَّاتِ الْفَلَسِيفِيَّةِ
لِنَرَدَّ عَلَيْهَا بِعُقُولِنَا، يَا رَجُلُ قَدْ بَلَغْتَ سُمُومَ الْفَلَسِيفَةِ وَمُصَنَّفَاتِهِمْ مَرَّاتٍ وَبِكَثْرَةِ...
إِسْتِعْمَالِ السُّمُومِ يَدٍ مِنْ عَلَيْهَا الْجَنَمِ وَتَكْمُنِ وَاللَّهِ فِي الْبَدَنِ -

(٥) وَاشْتِوَاهُ إِلَى جُلُوسٍ فِيهِ تِلَاوَةٌ بِتَدْبِيرٍ وَخَشْيَةٌ بِتَدْكُرٍ وَصُمْتُ بِتَفَكُّرٍ وَأَهَا
لِمَجْلِسٍ يَذْكُرُ فِيهِ الْأَبْرَارُ فَعِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ تَنْزِيلُ الرَّحْمَةِ لِأَعْنَدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ
يَذْكُرُونَ بِالْأُرْدَاءِ وَاللُّعْنَةِ -

(٦) كَانَ سَيْفُ الْحِجَّاجِ وَلسَانُ ابْنِ حَزْرَمٍ شَقِيقَيْنِ فَوَاحِيَتَهُمَا، بِاللَّهِ نَحْلُونَا مِنْ
ذِكْرِ بَدْعِ الْخَمِيسِ وَأَكْلِ الْحُبُوبِ وَجِدُّ وَابْنِي ذِكْرِ بَدْعِ كُنَّا نَعُدُّهَا رَامِقًا مِنَ الضَّلَالِ
وَقَدْ صَارَتْ هِيَ فَحْضُ السُّنَّةِ وَأَسَاسُ التَّوْحِيدِ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْهَا فَهُوَ كَافِرٌ أَوْ جَاهِلٌ
وَمَنْ لَمْ يَكْفُرْ فَهُوَ أَكْفَرُ مِنْ فِرْعَوْنَ وَتَعَدُّ النَّصَارَى مِثْلَنَا -

(٧) وَاللَّهِ فِي الْقُلُوبِ شُكُوكٌ إِنْ سَلِمَ لَكَ إِيمَانُكَ بِالشَّهَادَتَيْنِ فَأَنْتَ سَعِيدٌ
يَا خَيْبَةَ مَنْ اتَّبَعَكَ فَإِنَّهُ مُعْرِضٌ لِلرَّنْدَقَةِ وَالْإِحْلَالِ لِأَسِيْمًا إِذَا كَانَ قَلِيلَ الْعِلْمِ
وَالدِّينِ بَاطُولِيًّا شَهْوَانِيًّا، لَكِنَّهُ يَنْفَعُكَ وَيُجَاهِدُ عَنْكَ بِيَدِهِ وَلسَانِهِ وَفِي الْبَاطِنِ
عَدُوٌّ لَكَ بِحَالِهِ وَقَلْبِهِ، فَهَلْ مُعْظَمُ اتِّبَاعِكَ إِلَّا قَعِيدٌ مُرَبُّو طَخْفِيفِ الْعَقْلِ أَوْ عَاقِمٌ
كَذَّابٌ بَلِيدُ الذَّهْنِ أَوْ غَرِيبٌ وَاجِمٌ قَوِيٌّ الْمَكْرَ أَوْ نَاشِفٌ صَالِحٌ عَدِيمٌ الْقَلْبِ فَإِنْ لَمْ
تُصَدِّقْنِي فَفَتِّشْهُمْ وَزِمَّهُمْ بِالْعَدْلِ -

(۸) يَا مُسْلِمُ أَقْدَمَ خَارِشَهُ وَتَدْرِي بِمَنْ دَخَلَ نَفْسِكَ، إِلَى كَمْ تُصَادِقُهَا وَتُعَادِي الأَخْيَارَ، إِلَى كَمْ تُصَدِّقُهَا وَتُزْدَرِي بِالأَبْرَارِ، إِلَى كَمْ تُعْظِمُهَا وَتُصَغِّرُ العِبَادَ، إِلَى مَتَى تُمَخَّالُهَا وَتَمُقَّتُ الزُّهَّادَ، إِلَى مَتَى تَمْدَحُ كَلَامَكَ بِكَيْفِيَّةٍ لَا تَمْدَحُ بِهَا وَاللَّهِ أَحَادِيثُ الصَّحِيحِينَ، يَا لَيْتَ أَحَادِيثُ الصَّحِيحِينَ تَسْلَمُ مِنْكَ، بَلْ فِي كُلِّ وَقْتٍ تُغَيِّرُ عَلَيْهَا بِالتَّضْعِيفِ وَالأَهْدَارِ أَوْ بِالتَّوْبِيلِ وَالأَنْكَارِ.

(۹) أَمَا أَنْ لَكَ أَنْ تَرْعَوِي، أَمَا حَانَ لَكَ أَنْ تَتُوبَ وَتُتَيْبَ، أَمَا أَنْتِ فِي عَشْرِ السَّبْعِينَ وَقَدْ قَرُبَ الرَّحِيلُ - بَلَى، وَاللَّهِ مَا أَذْكَرَ أَنْتِ تَذَكُّرُ المَوْتِ بَلْ تَزْدَرِي بِمَنْ يُذَكِّرُ المَوْتَ، فَمَا أَظُنُّكَ تَقْبَلُ عَلَي قَوْلِي وَلَا تُضِغِي إِلَى وَعْظِي، بَلْ لَكَ هِمَّةٌ كَبِيرَةٌ فِي نَقْضِ هَذِهِ الوَرَقَةِ بِمَجَلَّدَاتٍ وَتَقْطَعُ لِي أَذْنَابَ الكَلَامِ وَلَا تَنْزَالُ تَنْتَصِرُ حَتَّى أَقُولَ لَكَ وَالأَبْتَةَ سَكَّتْ. فَإِذَا كَانَ هَذَا حَالُكَ عِنْدِي وَأَنَا الشَّفِيقُ المُحِبُّ الوَادُ فَكَيْفَ يَكُونُ حَالُكَ عِنْدَ أَعْدَائِكَ، وَأَعْدَائِكَ وَاللَّهِ فِيهِمْ صَلْحَاءٌ وَعُقْلَاءٌ وَفَضْلَاءٌ، كَمَا أَنَّ أَوْلِيَاءَكَ فِيهِمْ فَجْرَةٌ وَكَذَبَةٌ وَجَهْلَةٌ وَنَطْلَةٌ وَعَوْرٌ وَبَقْرٌ.

(۱۰) قَدْ رَضِيتُ مِنْكَ بِأَنْ تُسَبِّحَنِي عَلَانِيَةً وَتُسْتَفِيعَ بِمَقَالَتِي سِرًّا، رَحِمَ اللهُ امْرَأَةً أَهْدَى إِلَى عُيُوبِي. فَإِنِّي كَثِيرُ العُيُوبِ عَزِيزُ الذُّنُوبِ، أَلْوَيْلُ لِي إِنْ أَنَا لَا أَتُوبُ وَوَأَقْضِي عَيْتِي مِنْ عِلَامِ العُيُوبِ وَدَوَائِي عَفْوِ اللهِ وَمَسَاكِحَتِهِ وَتَوْفِيقِهِ وَهَدَايَتِهِ وَالتَّحْمُدِ لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ.

(۱۱) ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان 'نہایت رحم والا ہے' جمع محامد اللہی کے لئے ہیں، اے میرے پروردگار! میری ماجزی اور کمزوری کو دیکھتے ہوئے مجھ پر رحم کر، میری لغزشوں کو معاف کر اور میرے لئے میرے ایمان کو سلامت رکھ۔

ہائے میرا غم میرے غم کی کمی پر، اور ہائے میرا افسوس سنت اور اہل سنت کے ملنے اور رخصت ہونے پر ہائے میرا شوق ان ایمان دار بھائیوں کے لئے جو نالہ و فغان میں میرا ساتھ دیا کرتے تھے، ہائے میرا رنج ان لوگوں کے لئے جو علم کے چراغ، تقویٰ کے اہل اور بھلائیوں کے خزانے تھے۔ افسوس، نہ اب حلال درہم و ہا اور نہ مونس بھائی۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اپنا عیب دوسروں کی عیب بینی سے باز رکھے۔ اور بربادی ہے اس شخص کے لئے جس کو دوسروں کے عیوب کا تلاش کرنا اپنے عیوب سے فائدہ مند کر دے۔

(۱۲) تم کب تک اپنے بھائی کی آنکھ کے تینکے ٹٹولتے رہو گے اور اپنی آنکھ کے شہتیرے تفاعل برتو گے، کب تک اپنے نفس اور اپنی سن تراشیوں اور تحریروں کی مداحی میں مصروف رہو گے اور کب تک علماء کی ...

مذمت میں اور لوگوں کے عیوب کی تلاش میں مجھے رہو گے۔ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روک رکھا ہے، آپ کا ارشاد ہے ”اپنے مرے ہوئے لوگوں کا ذکر بجز بھلائی کے نہ کرو، وہ اپنا کیا پاپکے ہیں۔“ میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنی مدافعت کرتے ہوئے کہو گے، ”میری ڈانٹ ڈپٹ ان لوگوں کیلئے ہے جن کو اسلام کی ہوا تک نہیں لگی ہے اور جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو سمجھ تک نہیں ہیں، اور میں جو کچھ ان کے ساتھ کر رہا ہوں، سراسر جہاد ہے۔“ خدا کی قسم، ان لوگوں کو بلا شک و شبہ اتنی اچھی باتیں معلوم ہیں کہ اگر کوئی ان پر عمل کرے، اس کا بیڑا پار ہے۔ اور وہ لوگ بہت سی غیر ضروری باتوں سے ناواقف بھی ہیں اور اسلام کی خوبی میں سے یہ بات ہے کہ غیر ضروری باتوں سے اجتناب کیا جائے۔

(۳) اے بندہ خدا، خدا را اپنی زبان کو ہم سے روکو، بے شک تم چرب زبان اور باتونی ہو، نہ تم کو قرار ہے نہ آرام، ”بچاؤ اپنے کو دین کی مغالطہ بازی سے“ زیادہ پوچھ گچھ کرنے اور بال کی کھال نکلانے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا ہے، بلکہ آپ نے اس کو برا کہا ہے، آپ کا ارشاد ہے ”مجھ کو اپنی امت کے بارے میں اس شخص سے کھٹکا ہے، جو دو رُخا اور چرب زبان ہو۔“ جب کہ حلال و حرام کے سلسلہ میں بلا ضرورت اور بے دلیل زیادہ بولنا قساوتِ قلب کا سبب ہوتا ہے، تو پھر یونسیہ اور فلسفیہ عبارتوں میں انہماک کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ یہ ایسی کفریات ہیں جو دل کو اندھا کر دیتی ہیں۔

فائدہ: یونسیہ کی نسبت شیخ یونس بن یوسف بن مسعود شیبانی کی طرف ہے جو کہ علاقہ ماردین میں قنہ کے رہنے والے تھے، ان کی وفات ۱۹۷ھ میں ہوئی ہے۔ وہ نیک و صالح اور صاحب احوال تھے۔ ابن خلکان نے ان کی ایک کرامت کا بیان کیا ہے، ان کے سلسلہ کو یونسیہ کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پیروان بدعات میں پڑ گئے تھے، علامہ ابن عماد نے شذرات الذہب میں لکھا ہے۔

دور کرے اللہ ان کے شر کو، غالباً علامہ ابن تیمیہ ان کے شر کو مٹانا چاہتے ہوں گے۔

(۴) خدا کی قسم، ہم اہل جہاں کے لئے ٹھٹھا مخول بن گئے ہیں، تم کب تک یہ مشغلہ جاری رکھنا چاہتے ہو کہ تم فلسفی دقیق کفریات نکالتے رہو تاکہ ہم اپنی عقل سے ان کا رد کرتے رہیں، بندہ خدا، تم نے فلاسفہ اور ان کی کتابوں کا زہر کثرت سے نگلا ہے اور جب کثرت سے زہر کھایا جاتا ہے تو بدن اس کا عادی ہو جاتا ہے اور وہ زہر بدن میں چھپا رہتا ہے۔

(۵) آہ میرا شوق ان پاک مجلسوں کا جن میں تدبر اور فہم کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت اور عاجزی زاری کے ساتھ اللہ کی یاد اور نہایت خاموشی کے ساتھ ذکر و فکر میں مشغولیت رہا کرتی تھی، میں ایسی پاک مجلسوں کے واسطے آہیں بھرتا ہوں کہ جن میں ابرار کا ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ نیک بندوں کے ذکر کے وقت اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے، بہ خلاف ان مجالس کے جہاں اللہ کے نیک بندوں کا ذکر حقارت اور برائی سے کیا جائے، ایسی مجالس میں رحمتِ الہی نہیں نازل ہوتی۔

(۶) حجاج کی تلوار اور ابن حزم کی زبان ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے، تم نے ان دونوں کو اپنا لیا۔ خدا کے واسطے تم ہم کو اور جمعرات کے دن دانوں کے کھانے کی بدعت کو چھوڑو اور اس بدعت کی خبر لو جس کو ہم گمراہیوں کی جڑ سمجھا کرتے تھے اور اب وہ خالص توحید اور سنت کی اساس قرار پا گئی ہے، اگر کسی کو اس کا علم نہ ہو، وہ کافر اور جو اس کو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر اور اس کا کفر فرعون کے کفر سے زائد تر، اب تو نصاریٰ کو ہمارا مثل بنایا جا رہا ہے۔

(۷) بہ خدا، میرے دل میں تمہاری طرف سے شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر تمہارا خاتمہ کلمہ شہادت کے دو جملوں پر ہو جائے تو تمہاری سعادت ہے۔ ہائے بربادی اس شخص کی جو تمہاری پیروی کرے، کیوں کہ اُس نے اپنے کو زندہ اور بے دینی کے واسطے پیش کر دیا۔ خاص کر وہ شخص جو دین کا بُوڈا، علم کا بے مایہ، اپنی خواہشات کا بندہ اور اپنے کو بڑا بنانے کا شائق ہو۔ ایسا شخص اپنے ہاتھ سے اور اپنی زبان سے یقیناً تمہارا معاون و سہکا لیکن اپنے دل اور اپنے احوال سے تمہارا مخالف رہے گا۔ تمہارے ماننے والوں میں زیادہ تر، جی حضوری، نادان، جاہل، جھوٹے اور غبی افراد ہیں، یا پھر پردیسی، بڑے گھنے مکار۔ یا خشک مزاج صالح ناسمجھ لوگ ہیں۔ اگر میری بات کا تم کو اعتبار نہ ہو، تو تم ان لوگوں کے احوال کی تفتیش کرو، انصاف سے ان کو دیکھو اور پرکھو۔

(۸) اے مسلمان۔ تمہارے نفس کی تعریف کے لئے خواہشات کا گدھا آگے بڑھ آیا ہے۔ تم کب تک اس کو سچا سمجھتے ہوئے ابرار کی تحقیر کرو گے اور کب تک اس گدھے کو بڑھاتے اور اللہ کے نیک بندوں کو گھٹاتے رہو گے اور کب تک اس کو دوست رکھتے ہوئے زُباد سے نفرت کرتے رہو گے اور کب تک اپنے کلام کی ایسی تعریف کرتے رہو گے کہ قسم بہ خدا صحیحین کی حدیثوں کی اس طرح تعریف تم نہیں کرتے۔ اے کاش صحیحین کی حدیثیں تم سے محفوظ رہ جاتیں۔ تم ہر وقت ان کا ضعف ثابت کرنے اور ان کو بے قدر قرار دینے یا ان کی تاویل اور انکار کرنے میں لگے رہتے ہو۔

(۹) کیا تمہارے رجوع کرنے کا وقت اب تک نہیں آیا، کیا توبہ و انابت کرنے کی گھڑی اب تک نہیں پہنچی۔ تم شتر کے پیٹھے میں آپکے ہو، سفر کا وقت سر پر آپہنچا ہے۔ بہ خدا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم موت کو کبھی یاد بھی نہ کرتے ہو گے بلکہ تم ہر اس شخص کا مذاق اڑاتے ہو گے جو موت کو یاد کرتا ہو گا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ تم میری بات قبول کرو گے یا میری نصیحت پر کان دھرو گے کیوں کہ تم بڑے باہمت ہو۔ تم میری اس تحریر کے رد میں جو کہ ایک ورق کی ہے، مجلدا ت لکھ سکتے ہو بلکہ تم مجھ پر اس وقت تک گرجتے برستے رہو گے کہ میں چلانا اٹھوں، میں ہارا۔ جب مجھ جیسے شخص کی نظر میں جو کہ تمہارا چاہنے والا اور سچا مشفق ہے، تمہاری یہ حالت ہو تو پھر دشمنوں کی نظر میں تمہاری کیا حالت ہوگی۔ میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ تمہارے دشمنوں میں عقلمند اور فضیلت والے افراد بھی ہیں جیسا کہ تمہارے حمایتیوں میں ناجر، مکار

جھوٹے، جاہل، ناقص بلکہ گاؤ و خرتک موجود ہیں۔

(۱۰) میں تم سے اس بات پر راضی ہوں کہ تم لوگوں کے سامنے مجھ کو بُرا کہو، گالیاں دو لیکن درپردہ تم میری بات سے فائدہ اٹھا لو۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں نازل کرے جو میرے عیبوں کو مجھ پر ظاہر کر دے۔ میں بڑا ہی گنہگار اور پُرازیعویب ہوں۔ اگر میں توبہ نہ کروں میری بربادی اور ہلاکت یقینی ہے۔ ہائے افسوس۔ ہَلَامُ النیوب کے سامنے میری رسوائی پر۔ میری دوا، صرف اُس کا عفو و کرم اور اس کی توفیق اور ہدایت ہے۔ ساری تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے وہ ہمارے آقا محمد خاتم النبیین پر اور آپ کی آل و اصحاب پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے۔“

خلاصہ: امام ذہبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی تحریرات کا خلاصہ۔

ذہبی نے لکھا ہے۔ مجھ کو اصلی اور فرعی (عقائد اور فقہی) مسائل میں ابن تیمیہ سے اختلاف ہے مباحث میں غیض و غضب کرتے تھے۔ گرفت ان کے اخلاق اور افعال پر کی جاتی تھی، ان میں کبر اور عجب تھا، ریاست مشیخت کے شائق تھے۔ بڑے علماء کی تحقیر کرتے تھے۔ دوسروں کے عیوب کو تلاش کرتے تھے، احادیث ثابتہ کو رد کرتے تھے، فلسفہ میں انہماک تھا، لوگوں نے ان کی تحقیر کی اور ان کو گمراہ قرار دیا۔ ذہبی نے کہا ہے۔ جب کہ مجھ جیسے مخلص اور بہی خواہ کی نظر میں ان کی یہ کیفیت ہے تو مخالفوں کی نظر میں کیا کیفیت ہوگی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی، شارح بخاری نے درر کامنہ میں لکھا ہے۔

ابن تیمیہ کو گھمنڈ ہو گیا تھا۔ علماء پر رد کرتے تھے۔ حضرت عمر پر بھی رد کیا ہے۔ حضرت علی پر بھی رد کیا ہے۔ ان میں عنبلتیت کا تعصب تھا۔ اشاعرہ پر رد و قدح کرتے تھے، امام غزالی کو گالی دی۔ حدیث نزول کے بیان کے وقت منبر پر سے دو سیڑھی اترے۔ مباحثہ میں کج بحثی کیا کرتے تھے۔ امامت کبریٰ حاصل کرنے کے خواہشمند تھے۔

علامہ ذہبی نے علامہ ابن تیمیہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، مدح و ستائش ہو یا تنقید و مواخذہ خود دیکھ کر اور سمجھ کر لکھا ہے۔ اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے جو بھی لکھا ہے علماء کرام کی تالیفات سے لیا ہے اور وہ تالیفات ان کے نزدیک قابل اعتماد ہیں۔

امام فخر الدین رازی کو بُرا کہنا | امام رازی کے پوتے شیخ محمد کے دو گرامی قدر صاحبزادوں کے حال میں علامہ ابن عماد حنبلی نے لکھا ہے لہ

نَاظِرًا لِّتَقِيَّ الدِّينِ ابْنَ تَيْمِيَّةَ وَظَهَرَ عَلَيْهِ وَكَانَ ذَلِكَ مِنْ أَسْبَابِ مِحْنَتِهِ وَكَانَ تَسَدِيدَ
الْإِنكَارِ عَلَى الْإِمَامِ فَخْرِ الدِّينِ - حَدَّثَنِي شَيْخِي الْعَلَامَةُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْأَيْلِي أَنَّهُ عَبْدَ اللَّهِ

لہ ملاحظہ کریں شذرات الذهب ج-۶-۱۳۴۶۔

بن ابراهیم الزنوری اُخْبِرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ تَيْمِيَّةَ يَنْشُدُ لِنَفْسِهِ -

فَحَصَلَ فِي أُصُولِ الدِّينِ حَاصِلُهُ مِنْ بَعْدِ تَحْصِيلِهِ عِلْمَ بِلَادَيْنِ
أَصْلُ الضَّلَالَةِ وَالْإِفْكَ الْمُبِينِ فَمَا فِيهِ فَأَكْثَرُهُ وَحَى الشَّيَاطِينِ

قَالَ وَكَانَ فِي يَدِهِ قَضِيْبٌ فَقَالَ "وَاللَّهِ لَوْ دَرَأْتُهُ لَضَرَبْتُهُ بِهَذَا الْقَضِيْبِ"

(علامہ ابو زید عبدالرحمن اور علامہ ابو موسیٰ عیسیٰ فرزند ان محمد) نے ابن تیمیہ سے مناظرہ کیا اور یہ دونوں بھائی ابن تیمیہ پر غالب آئے۔ اور یہ واقعہ ابن تیمیہ کے اسبابِ محن میں سے ایک سبب ہوا۔ ابن تیمیہ امام رازی پر شدت سے انکار کیا کرتے تھے۔ میرے شیخ علامہ ابو عبداللہ ایلی نے مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن ابراہیم زنوری نے ان سے بیان کیا کہ ابن تیمیہ نے میرے سامنے اپنے یہ دو شعر پڑھے۔

(۱) اصول دین میں محصل کو پڑھنے کے بعد یہ خلاصہ نکلتا ہے کہ اس کتاب کا علم بغیر دین کے ہے۔

(۲) یہ کتاب گمراہی اور فالص جھوٹ کی اساس ہے۔ اور اس کا بیشتر حصہ شیاطین کی وحی ہے۔

زنوری نے یہ بھی کہا کہ اس وقت ابن تیمیہ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ انھوں نے خدا کی قسم کھا کر یہ

بات کہی۔ "اگر میں ان کو (امام فخر الدین کو) دیکھ لیتا۔ اس چھڑی سے ان کو مارتا۔"

حضرت شیخ اکبر کوشیطان کا خطاب | ڈاکٹر مولوی محمد یوسف کوکئی نے لکھا ہے۔ لہ

"یہاں ایک بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ امام موصوف حق بات کے ظاہر کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بھی نہیں ڈرتے تھے۔ شیخ محی الدین ابن عربی، امام غزالی اور امام رازی سے ان کو سخت اختلاف تھا۔ وحدۃ الوجود کے مسئلے میں تو وہ اس شدت سے ابن عربی کے مخالف تھے کہ وہ ان کو "اس امت کا شیطان" لکھتے تھے اور یہی سختی اس زمانے کے شخصیت پرست لوگوں کو بے حد ناگوار گزرتی تھی۔ شیخ شمس الدین ذہبی کا یہ فقرہ "خود سری و خود نہائی، بڑا بننے اور بڑوں کو گرانے کی خواہش" اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لیکن اس شدت میں بھی نفسانیت کو کوئی دخل نہیں تھا، بلکہ یہ اظہارِ حق میں غلو کا ایک نتیجہ تھا۔"

کوکئی صاحب نے "اس امت کا شیطان" پر حاشیہ میں "تفسیر سورۃ اخلاص" کا حوالہ دیا ہے یہ تفسیر علامہ ابن تیمیہ کی تالیف ہے۔

شیخ صدر الدین قونوی شیخ عقیف تلمسانی، شیخ ابن سبعین کو برا کہتا

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے تحریر فرمایا ہے۔ لہ

"پھر صدر رومی (علامہ صدر الدین قونوی) کے مسلک کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: هُوَ اَبْعَدُ عَنِ الشَّرِيعَةِ

لہ ملاحظہ کریں امام ابن تیمیہ ص ۶۱۵۔ لہ ملاحظہ کریں تاریخ دعوت و عزیمت حصہ دوم ص ۶۵

وَالْإِسْلَامِ (وہ شریعت اور اسلام سے زیادہ دور ہیں) اس کے بعد تلمسانی اور ابن سبعین کی پر زور تردید کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ناراض تلمسانی سے ہیں جن کے متعلق حمیت دینی میں ان کے قلم سے حسب ذیل الفاظ نکلے ہیں۔ وَأَمَّا الْفَاجِرُ التَّمْسَانِي فَهُوَ أَخْبَثُ الْقَوْمِ وَأَعَمَقُهُمْ فِي الْكُفْرِ. الخ۔ باقی رہا۔ تلمسانی فاسق تو اس گروہ میں اس کی نجاست سب سے بڑھی ہوئی تھی اور کفر میں وہ سب سے گہرا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے دنیا سے رحلت فرمائے ہوئے ائمہ کرام اور اولیائے عظام کو دل کھول کر گالیاں دی ہیں کسی کو

حمیت دین اور اظہار حق

شیطان امت کا خطاب دیا ہے، کسی کو اخبت القوم (اپنی جماعت میں زیادہ غیبت) سے یاد کیا ہے اور کسی کو "إِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُؤَخِّخُونَ إِلَىٰ أُولِيَآئِهِمْ" (شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے) کا مصداق بنا کر سر بچاڑنے کی تمنا کی۔ امام ذہبی اور صلحائے امت کو اس حرام فعل سے رنج ہوا، کو کئی صاحب نے ان سب کو شخصیت پرست قرار دے دیا۔ ان کے نزدیک اس حرام فعل کا نام حمیت دین اور اظہار حق ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح اظہار حق کرنا صرف علامہ ابن تیمیہ کے واسطے دین کی حمیت ہے یا یہ حکم سب کے واسطے ہے۔ اگر اس حمیت کے تحت کسی مسلمان کو قتل کر دیا جائے۔ قصاص ہوگا یا نہیں۔

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکرمہ فرزند ابو جہل کے اسلام لانے سے کچھ پہلے فرمایا: "عکرمہ ایمان لانے والے ہیں۔ تم ان کے والد کو گالیاں نہ دو۔ میت کو گالی دینے سے میت کو تکلیف نہیں ہوا کرتی بلکہ اس کے رشتہ داروں کو تکلیف ہوتی ہے۔" اسلام کے سب سے بڑے دشمن کے متعلق حضرت رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے، چہ جائے اولیائے کرام اور ائمہ عظام۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔ بلا اپنے رب کی راہ پر، کئی باتیں سمجھا کر اور نصیحت کر کر اچھی طرح اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہوگا۔ علامہ ابن تیمیہ نے نہ ارشاد نبوی علی صا حِبِهِ الصَّلَاةُ وَالنَّجِيَّةُ پر عمل کیا اور نہ فرمان خداوندی پر لہذا جو دوست تھے وہ بھی ان سے الگ ہو گئے۔ امام ذہبی جیسا مخلص بھی برگشتہ ہو گیا۔ اگر علامہ ابن تیمیہ کا عمل ارشادات مبارکہ پر ہوتا تو "فَاذًا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ" کا ظہور ہوتا۔ (ترجمہ: پھر جو تو دیکھے، تو جس میں اور تجھ میں دشمنی تھی جیسے دوست دار ناتے والا) جو دشمن تھے وہ بھی دوست بن جاتے۔

مجھ کو اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے اتباع اور طرفدار ان کے اس شنيع اور حرام فعل کو جامہٴ تحسن پہنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حرام اور منکر تو برا ہی رہے گا، چاہے کوئی کچھ ہی کرے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی کا بیان | علامہ ابن تیمیہ نے رطب و یابس جو بھی سنا اسی کی بنا پر تفصیل و تکفیر کر دی۔ ابن عماد نے علامہ مناوی کا

بیان نقل کیا ہے انہوں نے پہلے قبائح کا ذکر کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ

وَكَثُرُوا مِنْ نَقْلِ هَذَا الْهَدْيَانِ فِي شَأْنِهِ (عفيف الدين التلمساني) وَشَأْنِ شَيْخِهِ (ابن سبعين) وَشَيْخِ شَيْخِهِ (علامه صدر الدين قولوي) وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْهُمْ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ بِطَرِيقٍ مُعْتَبَرٍ، نَعَمْ لَهُمْ قَائِلُونَ بِأَنَّ وَاجِبَ الوجودِ هُوَ الوجودُ المطلقُ وَمَبْنَى طَرِيقِهِمْ عَلَى ذَلِكَ إِسْتَهْنَى كَلَامَ المَنَاوِي مَخْتَصًا.

وَقَالَ غَيْرُهُ لَهُ عِدَّةٌ تَصَانِيفَ مِنْهَا شَرَحَ أَسْمَاءِ اللَّهِ الحُسْنَى، وَشَرَحَ مَوَاقِفِ النَّفْزِي وَشَرَحَ الفُصُوصِ وَغَيْرُ ذَلِكَ وَلَهُ دِيْوَانٌ شِعْرٍ.

وَقَالَ الشَّيْخُ بَرْهَانَ الدِّينِ بْنِ الفَاشوشَةِ الكُتَيْبِيِّ: دَخَلْتُ عَلَيْهِ يَوْمَ مَاتَ فَقُلْتُ لَهُ كَيْفَ خَالَكَ قَالَ بِخَيْرٍ. مَنْ عَرَفَ اللَّهَ كَيْفَ يَخَافُ وَاللَّهِ مَدُّ عَرَفْتُهُ فَاِحْفَظْتُهُ وَأَنَا فَرِحَانٌ بِلِقَائِهِ.

عفيف الدين تلمسانی، اور ان کے پیر ابن سبعین اور پیر کے پیر صدر الدین قولوی کی شان میں اس قسم کی بکو اس بہ کثرت نقل کی ہے (مثلاً ماں سے، بیٹی سے نکاح کرنا) لیکن ان لوگوں سے اس قسم کی کوئی ایک بات بھی معتبر طریقہ سے ثابت نہیں ہے۔ ہاں، یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وجود مطلق ہی واجب الوجود ہے اور ان کے طریقہ کی اساس اسی پر ہے۔ مناوی کا کلام بہ صورت اختصار تمام ہوا اور دوسرے نے کہا ہے۔ عفيف الدين کی کئی تصنیفات ہیں، ایک شرح اسماء اللہ الحسنى ہے، ایک مواقف نفزی کی شرح۔ ایک فصوص الحکم کی شرح۔ اور ان کے علاوہ اور کتابیں ہیں اور ایک دیوان شعر ہے۔

شیخ برہان الدین پسر فاشوشہ کتبی نے بیان کیا ہے کہ میں اس دن تلمسانی کے پاس گیا جس دن ان کی وفات ہوئی ہے، میں نے ان سے کہا۔ تمہارا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا۔ خیر سے ہوں، جو اللہ کو پہچان لے وہ کیوں ڈرے۔ قسم ہے اللہ کی۔ جب سے مجھ کو اللہ کی معرفت حاصل ہوئی ہے، میں اس سے نہیں ڈرا ہوں۔ اور میں اس کی بقا سے شادان ہوں۔

مولائے رحیم و کریم کا یہ عاشق صادق، دنیوی زندگانی کو حجاب اور پردہ سمجھ رہا ہے اور اس گہری کا منتظر ہے کہ صدائے یا آیتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة کب سننے میں آتی ہے، یعنی کب۔ "اے جی، چین پکڑے۔ پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔" یہ محبت بھرا پیارا پیام سننے میں آتا ہے، اور یہ

یہاں پھدکتے رہتے ہو۔ یعنی ایک بات پر جتے نہیں ہو۔ ابن تیمیہ نے اس مناقشہ کو قلمبند کیا ہے اور استاد محمد بہجت بیطار دمشقی نے اپنی کتاب میں اس کو نقل کیا ہے، شیخ المشائخ علامہ صفی الدین کے تعلق ابن تیمیہ نے یہ الفاظ لکھے ہیں: **لَقَالَ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ بِجَبَّتِهِ وَرِدَائِهِ** (اپنے جبہ اور ردا سے بڑے شیخ نے کہا)۔

چوں کہ علامہ صفی الدین کی ضعیفی اور کلاں سالی کا دور تھا، وہ جبہ اور چادر پہنے ہوئے تھے اس لئے ابن تیمیہ نے اس طریقہ سے ان پر طنز کیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **لَمْ يَزِرْ حَمَةً صَغِيرَةً نَادَا لَمْ يَعْرِفْ حَقَّ كَيْدِنَا فَلَيْسَ بِمِثْلِنَا** جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے۔

وہ افراد جو علامہ ابن تیمیہ کی بدگوئی اور سخت کلامی کو دین کی حمیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس استہزا اور استخفاف کو کیا کہیں گے اور کیا اس طریقہ کا ناپسند کرنے والا شخصیت پرست کہلائے گا۔ علامہ ابن تیمیہ نے اس مناظرہ میں یہ بھی لکھا ہے: **وَقُلْتُ أَيضًا: كُلُّ مَنْ خَالَفَنِي فِي شَيْءٍ مِمَّا كَتَبْتُهُ فَإِنَّا أَعْلَمُهُ بِمَذْهَبِهِ مِنْهُ** اور میں نے یہ بات بھی کہی۔ جو بھی میری تحریر میں میری مخالفت کرے گا۔ میں اس کے مذہب کو اس سے بہتر جانتا ہوں۔

علامہ ذہبی نے **النصيحة الذهبية** میں **إِلَى لِمَ تَمْدَحُ نَفْسَكَ وَشَقَا شَقَاكَ وَعِبَارَاتِكَ وَتَذَمُّ الْعُلَمَاءَ** اور **لَا عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ يُدْكَرُونَ بِإِلْزَامٍ** سے ان ہی قباحتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ **”کب تک اپنے نفس اور اپنی لن ترانیوں اور تحریروں کی مذمتی میں مصروف رہو گے اور علماء کی مذمت کرتے رہو گے“** اور **”بہ خلاف ان مجالس کے جہاں اللہ کے نیک بندوں کا ذکر حقارت اور بُرائی سے کیا جائے۔“**

مولانا آزاد کا بیان | مولانا آزاد نے رسالہ رد وافر، قول علی اور کواکب درریہ کا دقیق نظر سے مطالعہ کیا ہے اور پھر واہبانہ انداز میں علامہ ابن تیمیہ کی جلالت قدر کا بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں لکھا ہے: **لہ**

”تعجب ہے کہ بعض اصحاب درس و تصنیف کو بھی عجب عجب لغزشیں ہوئیں۔ مولانا عبدالحکیم مرحوم فرنگی علی حاشیہ شرح عقائد جلالی میں اجزائے عالم کے قدم شخصی و جنسی اور موجودیت بعض افراد علی سبیل التعاقب کی شرح کرتے ہوئے عقیدہ جہت و تجسم کو ابن تیمیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آخر میں حوالہ دیتے ہیں کہ ابن حجر نے ”دررکامنه“ اور ذہبی نے تاریخ میں ان کے ہفتوات کا خوب رد

لہ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۲۲۲ لہ ملاحظہ کریں بیوطی کی الجامع الصغیر

لہ بیطار کی کتاب ص ۲۱۱ لہ ملاحظہ کریں تذکرہ ص ۲۵۱

کیا ہے۔ پہلی بات تو چنداں تعجب انگیز نہیں، عقائد و علوم ابن تیمیہ کی نسبت ابتدا سے غلط فہمی چلی آتی ہے۔ اس لیے جو کچھ لکھا، جوہر المنظم اور مرآة الجنان وغیرہ کے اعتماد پر، لیکن ابن حجر و ذہبی کا حوالہ کس قدر تعجب انگیز ہے۔ ان دونوں کے بیانات اوپر گزر چکے۔ ان میں ابن تیمیہ کے ہفتوات کا ذکر ہے یا اعلیٰ ترین مرتبہ حق و امانت کا۔ مقصود اس ذکر سے نکتہ چینی نہیں ہے، غلطیاں سب سے ہوتی ہیں دکھلانا یہ ہے کہ ہندوستان میں ابتدا سے مطالعہ و نظر کا میدان بہت محدود رہا ہے، اسی لئے عجیب عجیب لغزشیں ہوتی رہیں۔“

اور مولانا آزاد نے اسی تذکرہ میں تحریر فرمایا ہے لے

”الرد الوافر پر مصر و شام کے مشاہر علماء و ائمہ عصر نے تقریظیں لکھی ہیں۔ ان میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور قاضی عینی حنفی شارح بخاری بھی ہیں۔ قاضی عینی لکھتے ہیں کہ جو شخص ابن تیمیہ کے مراتب عالیہ علم و عمل و اجتہاد و امانت سے انکار کرتا ہے وہ یا تو مجنون لایعقل ہے یا کمال سفیہ و بلبید یا سخت شریر و مفسد۔ حافظ عسقلانی کی رائے اس تقریظ پر موقوف نہیں، ان کی شیفتگی و ارادت کا جو حال ہے وہ درر کا منہ سے ظاہر ہوتا ہے جس میں نہایت شرح و بسط سے ترجمہ لکھا ہے اور معاصرین کی شہادتیں ان کے فضل و کمال مخصوص پر جمع کی ہیں؛“

رسالہ رد وافر کی مداح اور ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی تقریظات کا اثر مولانا آزاد پر اتنا ہوا ہے کہ ابن حجر کی درر کا منہ کی ساری عبارت مدح و ثنا ہی نظر آتی ہے۔ حالانکہ رسالہ رد الوافر اور اس کی تقریظ کی وجہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ظاہر کر دی ہے، وہ لکھتے ہیں لے

والمحصل انہم الزموا بتحریم شد الرجل الی زیارة قبر سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانکرنا صورة ذلک و فی شرح ذلک من الطرفين طول وھی من ابشع المسائل المنقولة عن ابن تیمیة ۛ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان لوگوں نے ابن تیمیہ کے اس قول کی وجہ سے کہ سپدنار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مکرم کی زیارت کے لئے سفر کرنا حرام ہے، اس حکم کو لازم کیا ہے اور ہم نے اس کی صورت ناپسند کی ہے طرفین کے اقوال کا بیان کرنا باعث طوالت ہے۔ ابن تیمیہ سے نقل کئے ہوئے مسائل میں یہ مسئلہ ابشع ہے۔

منتہی الأرب میں ابشع کا یہ ترجمہ لکھا ہے۔

طعام بدمزہ، حلق سوز و کسے کہ چینین طعام خوردہ و آن کہ از دہنش بوئے بدآید، از ناگردن خلل و مسواک۔

یعنی ابن تیمیہ سے منقول مسائل میں یہ نہایت برا اور ایذا رساں مسئلہ ہے۔ مع ہذا جن علماء نے اس

لے ملاحظہ کریں فتح الباری کی تیسری جلد کے صفحہ ۵۲ کو

لے ملاحظہ کریں ص ۱۱

مسئلہ کی وجہ سے ابن تیمیہ کی تکفیر کی ہے ہم نے ان کے فعل کو بھی ناپسند کیا ہے۔ رسالہ رد وافر کی تقریظ لکھنے کی وجہ سے غلط مسائل کی غلطی زائل نہیں ہو سکتی۔ دُرِّرِ کَامِنَہ میں ابن حجر نے حقیقت واضح کر دی ہے کہ ابن تیمیہ ایک جلیل القدر عالم تھے، البتہ ان میں اخلاقی کمزوریاں تھیں، بعض مسائل میں ان سے لغزش ہوئی ہے، عقائد کے بعض مسائل میں ان کا مسلک جمہور کے مسلک سے ہٹا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے وہ مطلقاً ہوتے ہیں۔

اب اس دور کے وہ افراد جو ابن تیمیہ کے مسلک پر ہیں تحقیقات کے دفاتر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور ابن تیمیہ کے مسائل کی حمایت کرتے ہیں، یہ افراد کُلُّ جَدِيدٍ كَذِيْبٌ کا مصداق بنے ہیں یعنی نئی بات میں لذت ہے ورنہ کہاں ائمہ اعلام کی تحقیق و تدقیق اور کہاں ان افراد کی قیل و قال۔

علامہ ابو حفص عمر زین الدین بن منظر شافعی معروف بہ ابن الوردي، علامہ ابن تیمیہ کے گرویدگان میں سے تھے، انہوں نے ابن تیمیہ کی وفات پر قصیدہ طانیہ لکھا ہے جو کہ کواکب دُرِّيَّة میں ہے اور نواب سید صدیق حسن خان نے ایجدالعلوم میں نقل کیا ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے ابن الوردي کی تاریخ سے ابن تیمیہ کا کچھ حال نقل کیا ہے یہ اس کا ایک حصہ درج ذیل ہے۔

هَذَا كَبْرٌ مِنْ أَنْ يُدْبِتَهُ مِثْلِي عَلَى نُعُوْبِهِ فَلَوْ حَلَفْتُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ لَحَلَفْتُهُ إِنْ فَرَائِثَ بَعِيْنِي مِثْلَهُ وَلَا زَأْمِي هُوَ مِثْلُ نَفْسِهِ فِي الْعِلْمِ وَكَانَ فِيهِ قَلَّةٌ مَدَّ أَرَاةً وَعَدَا مَرْتُوْدَةً غَالِبًا وَلَمْ يَكُنْ مِنْ رِجَالِ الدَّوْلِ وَلَا يَسْلُكُ مَعَهُمْ تِلْكَ التَّوَامِيْسَ وَأَعَانَ أَعْدَاءَهُ عَلَى نَفْسِهِ بِدُخُوْلِهِ فِي مَسَائِلِ كِتَابِهِ لَا يَحْتَمِلُهَا عَقُولُ أَبْنَاءِ زَمَانِنَا وَلَا عَلُوْهُمْ مَسْأَلَةُ التَّكْفِيْرِ فِي الْحَلْفِ بِالطَّلَاقِ وَمَسْأَلَةُ أَنَّ الطَّلَاقَ بِالثَّلَاثِ لَا يَقَعُ إِلَّا وَاحِدَةً وَأَنَّ الطَّلَاقَ فِي الْحَيْضِ لَا يَقَعُ وَسَاسَى نَفْسَهُ سِيَاسَةً عَجِيْبَةً، لِحَيْسِ مَرَاتٍ بِمُضَرٍّ وَمِشَقٍّ وَالْإِسْكَنْدَرِيَّةَ وَارْتَفَعَ وَانْحَفَضَ وَاسْتَبَدَّ بِرَأْيِهِ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ كَفَّارَةً لَهُ۔

”ان کا مقام اس سے برتر ہے کہ مجھ جیسا شخص ان کے اوصاف بیان کرے۔ اگر میں رُكْنِ (اسود) اور مقامِ (ابراہیم) کے درمیان حلف اٹھا کر یہ کہنا چاہوں کہ میری آنکھ نے ان سا اور خود انہوں نے اپنا سا علم میں نہیں دیکھا تو کہہ سکتا ہوں، ان میں مدارات کی کمی تھی اور بے احتیاطی ان پر غالب تھی، وہ نہ حکومت کے افراد میں سے تھے اور نہ ان کے طریقوں کو برتتے تھے، وہ ایسے بڑے مسائل میں پڑے کہ جن کو ہمارے زمانہ کے افراد کی عقل اور ان کا علم برداشت نہیں کر سکا۔ انہوں نے اس طرح اپنے دشمنوں کی اپنے اوپر مدد کی، جیسے حلف بالطلاق کی تکفیر اور تین طلاق سے ایک طلاق اور حیض کی حالت میں طلاق

”اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ ابن تیمیہ گرامی قدر علماء میں سے اور ان افراد میں سے تھے کہ کبھی خطا پر اور کبھی صواب پر رہے۔ ان کی خطا ان کے صواب کے مقابلہ میں ایسی تھی جیسے ایک قطرہ سمندر کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ اور ان کی خطا بھی معاف ہے، کیوں کہ صحیح بخاری میں ہے۔ ”حاکم جب اجتہاد کرے اور وہ صواب پر رہے تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر وہ خطا پر رہے تو ایک اجر ہے۔“ بنا بریں وہ ماجور ہیں۔ امام مالک نے کہا ہے۔ ہر ایک کی مقبولیت اور نامقبولیت اس کے اپنے قول کی بنا پر ہوتی۔ بہ جز اس مبارک قبر والے کے۔“

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کا ہر قول صواب اور درست اور مطاع ہے۔ یہ بات کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔

علامہ حافظ ابن کثیر نے اس مختصر عبارت میں اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے تسلیم کیا کہ وہ علماء کبار میں سے تھے، ان سے خطا بھی ہوئی ہے اور صواب پر بھی رہے ہیں۔ اور حضرت امام مالک کا قول نقل کر کے ظاہر کر دیا کہ جو کچھ ان کو پیش آیا زبان کی وجہ سے ہوا۔

علامہ ابن کثیر نے صحیح بخاری کی جس حدیث شریف سے استدلال کیا ہے اس کا تعلق مسائل اور استنباط سے ہے۔ سب و شتم سے نہیں ہے۔ عالم کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی کے قول سے کفر کا اثبات کر دے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ اس بات سے کفر ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو کالی دے یا کسی کو شیطان کہے۔ ان امور میں حقوق العباد کا شمول ہو گیا ہے اور ان پر مواخذہ ہے۔ حمیت دین کا نام رکھ دینے سے ان کی شاعت اور قباحت زائل نہیں ہو سکتی۔

علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن یحییٰ معروف بہ ابن جبیل شافعی، حلبی، دمشق متوفی ۷۳۳ھ نے علامہ ابن تیمیہ کی تحریر کا رد لکھا ہے۔ اس رسالہ کا نام الرد علی ابن تیمیہ فی خبر الجہت ہے۔ اس رسالہ کو علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن تقی الدین سبکی متوفی ۷۴۶ھ نے اپنی کتاب طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں نقل کیا ہے۔ یہ اس رسالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ کے واسطے جہت فوق (اوپر کی طرف) تجویز کرتے تھے ابن جبیل نے ابن تیمیہ کے اقوال کو نقل کر کے علمی پیرایہ سے رد کیا ہے۔ اس رسالہ میں ”استوی“ اور ”نزول“ کا بھی خوب بیان ہے۔ ابن جبیل نے علامہ ابن تیمیہ کی تحریر نقل کی ہے کہ ”أَنَّه فَوْقَ الْعَرْشِ حَقِيقَةً“۔ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔ حَقِيقَةً۔

اس سلسلہ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ”تاریخ دعوت و عزیمت“ میں لکھا ہے۔
”خوش قسمتی سے خود شیخ الاسلام کا ایک مستقل رسالہ جس میں انھوں نے مصر کی مجلس مباحثہ، پھر

لے ملاحظہ کریں اس کتاب کی پانچویں جلد میں صفحہ ۱۸۱ سے ۲۱۲ تک۔

جس و اسارت کے واقعات، رہائی کی سلسلہ جنبانی اور انکار اور اپنے مسلک کی توضیح خود کی ہے، حال میں شائع ہو رہے، اس رسالہ سے بہت سے نئے اور ضروری حالات پر روشنی پڑتی ہے، یہاں اس کے کچھ جستہ جستہ اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں۔" لہ

اور علامہ ابن تیمیہ کا یہ قول لکھا ہے۔ "البتہ یہ جملہ اِسْتَوَى حَقِيقَةً ضرور میں نے کہا ہے" لہ ابن جبیل نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ یہ آیت (الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ سَتْوٰی) مشبہہ کی عمدہ دلیل اور بڑی قوی حجت ہے، ان لوگوں نے ہمدان کی مسجد کے دروازے پر یہی آیت لکھی ہے۔

یہ لوگ "اَيْنَمَا كُنْتُمْ وَجْهَ اللّٰهِ" اور "وَجَاءَ سَرَابٌ" اور "فَاَتَى اللّٰهُ بِنِيّٰتِهِمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ" اور حدیث "مَنْ تَقَرَّبَ اِلَى شَيْءٍ" الخ اور حدیث "اِحْدُ نَفْسِ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْمِيْمِنِ" اور حدیث "الْحَجْرُ الْاَسْوَدُ يَمِيْنُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ" اور حدیث "اَنَا جَلِيْسٌ مَنْ ذَكَرَنِي" میں کیا کہیں گے۔

ائمہ اعلام مالک، ثوری، لیث، اور اوزاعی نے ان متشابہات کے متعلق کیا خوب کہا ہے۔ "اَقْرَبُهَا كَمَا جَاءَتْ" جو الفاظ وارد ہیں انہی کو رکھو، نہ اس کا بیان ہے نہ ترجمہ۔ امام مالک نے فرمایا ہے۔ "اَلِاسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ وَالْكَیْفُ مَجْهُوْلٌ وَالْاِيْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ وَالسُّوْالُ عَنْهُ يَدْعُوْهُ" ہم کو معلوم ہے کہ استواء کس کو کہتے ہیں، اللہ جل شانہ بے مثل ہے، ہم کو اس کے استواء کی کیفیت معلوم نہیں، وارد الفاظ پر ہم ایمان لاتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

اللہ تعالیٰ قیوم ہے، تمام عالم کا قیام اس سے ہے۔ اگر اس کے واسطے کوئی طرف اور جہت مقرر کی جائے یا کوئی جگہ تجویز کی جائے تو قیوم کا قیام اس طرف (جہت) سے، یا اُس جگہ سے ہوا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ قائم بالغیر ہوا۔ یعنی اس پاک پروردگار کا قیام غیر سے ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے جو حصہ ابن تیمیہ کی تحریر کا نقل کیا ہے، ابن جبیل کے رسالہ میں اس کا تفصیل رد ہے۔

انستاد البوزہرہ | علامہ ابن حجر عسقلانی کی اُس تحریر سے جو کہ فتح الباری کے تیسرے حصہ میں ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسالہ رد وافر اور اس کی تقریظات کی تدوین اس مقصد سے ہوئی ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کی تفصیل و تکفیر نہ کی جائے وہ جلیل القدر عالم تھے، علماء سے غلطی ہو جایا کرتی ہے اور جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے، ان کی غلطی نہ صرف معاف ہے بلکہ سعی و اجتہاد کرنے کا اجر ملے گا۔ لیکن دیکھنے میں یہ آ رہا ہے کہ اس رسالہ اور اس کی تقریظات کو پڑھ کر بعض افراد یہ خیال کر بیٹھے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ تمام گزرے ہوئے ائمہ دین سے بہ کرات و ممرات افضل و برتر ہیں۔ اس سلسلہ

میں استاد ابو زہرہ نے لکھا ہے کہ

"وانتابعد دراسة حياته وعصره، لا نجد من السهل دراسة علمه، لأنه لم يكن متخصصاً كالائمة السابقين، فابو حنيفة كان فقيهاً، ولم يعرف إلا بأنه فقيه، وان كانت له في صدر حياته جولة في علم الكلام، فقد اطرحت الخلاف في علم الكلام الى التخصص في الفقه واستنباط الاحكام، وما لك كان فقيهاً ومحدثاً، ولم تكن قد تميزت التفرقة بين الفقه والحديث تميزاً كاملاً، والشافعي وان كان الفصيح الأديب قد تخصص في الفقه واصوله وهكذا... ولذلك كانت دراسة علومهم سهلة، لأنها ناحية واحدة، والنواحي الأخرى كانت آراء اعتنقونها بوصف كونهم علماء مسلمين، لا بوصف كونهم متخصصين، اما ابن تيمية فجولاته في الفقه جعلته فقيه عصره وجولاته في علم الكلام جعلته ابرز شخصية فيه، وتفسيراته للقرآن الكريم، ودراسته اصول التفسير وضعه المناهج لها، جعلته في صفوف المفسرين، وله في كل هذه العلوم آراء مبنية على فحص ودراسة، ويعد اول من جهر بها، وان كان يقول إنها مذهب السلف وليست بدعا ابتدعه، ولا بد يثابته، وانما هي رجعة الى حيث كان الاسلام في ابان مجده ايام كان غضالم تلق عليه السلون عبارات التقاليد والنيان"

ابن تيمیہ کی حیات اور ان کے زمانے کو سمجھ لینے کے بعد ان کے علمی رتبے کا سمجھنا ہمارے واسطے کوئی آسان کام نہیں، وہ ائمہ سابقین کی طرح کسی ایک فن میں خصوصی مہارت نہیں رکھتے تھے، ابو حنیفہ ایک فقیہ تھے، ان کو صرف فقیہ ہونے کی حیثیت سے پہچانا گیا۔ اگرچہ ابتدائی دور میں انھوں نے علم کلام میں جولانی دکھائی ہے، اور علم کلام کے اختلافات نے ان کے واسطے راستہ ہموار کر دیا کہ وہ فقہ میں اور مسائل کے استنباط کرنے میں مہارت پیدا کر لیں، اور مالک ایک فقیہ اور محدث تھے، اور اس وقت تک فقہ اور حدیث میں پوری طرح تفریق بھی نہیں ہوئی تھی، اور شافعی اگرچہ فصیح و ادیب تھے اور انھوں نے فقہ اور اس کے اصول میں مہارت پیدا کر لی ہے، اور اسی طرح... بنا بریں ان ائمہ کے علوم کا سمجھنا سہل ہے، کیوں کہ ان کے علوم کا ایک ہی رخ ہے اور دوسرے جوانب وہ آراء ہیں جن کو مسلمان عالم ہونے کی بنا پر انھوں نے اپنایا ہوا تھا، نہ اس بنا پر کہ ان علوم میں ان کی امتیازی شان تھی، بہ خلاف ابن تیمیہ کے کہ ان کی فقہی جولانیوں نے ان کو اپنے زمانے کا فقیہ، اور علم کلام میں ان کی تگ و تاز نے ان کو ایک ماہر کلامی اور قرآن مجید کی تفسیر کرنے اور اصول تفسیر کو سمجھنے اور اس کے مناج مرتب کرنے نے ان کو مفسروں کی صف میں شامل کر دیا۔ ان تمام علوم میں ابن تیمیہ کی ایسی آراء ہیں کہ جن سے ان کی سمجھ اور ان کی کاوش کا پتہ چلتا ہے، اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ ابن تیمیہ ہی نے ان آراء کو ابتداءً بیان کیا ہے، اگرچہ وہ

لے ملاحظہ کریں ان کی کتاب "ابن تيمية" کے صفحہ ۱۳ کو۔

کہا کرتے تھے کہ یہ سلف کا مسلک ہے، میں نے کوئی نئی بات نہیں کہی ہے اور نہ کسی قسم کی جدت پیدا کی ہے بلکہ اس کی ضرورت کی طرف بازگشت ہے جب کہ اسلام اپنے مجدد کے دور میں تر و تازہ تھا اور اس پر تقالید اور نسیان کا گرد نہیں جما تھا۔“

رسائل ثلاثہ (رد وافر وغیرہ) اور جلاء العینین وغیرہ پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچے کہ امت اسلامیہ میں ابن تیمیہ کی نظیر نہیں اور ان کے مقابلہ میں چاروں اماموں کا ذکر کرنا درست نہیں۔ کیوں کہ ایک فقیہ کلامی دوسرے فقیہ و محدث اور تیسرے ادیب اور فقہ و اصول فقہ کے ماہر۔ حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

ائمہ اربعہ کی جلالت علم اور ان کی امامت کو جمہور امت اسلامیہ نے تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا متبع اللہ کے فضل و کرم سے ناجی ہے۔ جمہور امت کی بات کا اندازہ اس مبارک حدیث سے کیا جائے جس کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ مَرَدُّا بِجَنَازَةٍ فَأَتَمُّوا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَجَبْتُ، ثُمَّ مَرَدُّا بِأُخْرَى فَأَتَمُّوا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ دَجَبْتُ فَقَالَ عُمَرُ مَا دَجَبْتُ فَقَالَ هَذَا أَتَيْنِي عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبْتُ لَهُ الْجَنَّةَ وَهَذَا أَتَيْنِي عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبْتُ لَهُ النَّارَ أَنْتُمْ شَهِدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ۔ انس کہتے ہیں۔ ایک جنازہ کو لے گئے اور لوگوں نے اس کی بھلائی کا ذکر کیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واجب ہوئی۔ پھر ایک جنازہ کو لے گئے اور لوگوں نے اس کی برائی کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا۔ واجب ہوئی۔ عمر نے آپ سے دریافت کیا، کیا واجب ہوئی، آپ نے فرمایا۔ تم نے اس کی بھلائی کا ذکر کیا لہذا اس کے لئے جنت واجب ہوئی اور اس کی برائی کا ذکر کیا۔ اس کے لئے آگ واجب ہوئی۔ تم اللہ کے گواہ ہو زمین میں۔“

استاد البوزہرہ کے کلام میں ایک بڑا سقم یہ ہے کہ انہوں نے تین اماموں کا ذکر کیا ہے۔ چوتھے امام کا نام نہیں لیا ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

آج کل مصر وغیرہ میں بچوں کے پڑھانے والے ملاجی کو فقیہ کہتے ہیں۔ شاید البوزہرہ نے تین اماموں کو اس حیثیت کا فقیہ سمجھ لیا ہو، یہ حضرات مجتہد مطلق تھے۔ ان کے تفقہ کا کیا کہنا۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ النَّاسُ مَعَادِنٌ مَّعَادِنُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فُقِهُوا۔ لوگوں کی مثال چاندی سونے کی کان کی سی ہے، جو لوگ جاہلیت کے دور میں مختار تھے وہ اسلام میں بھی مختار ہیں جب کہ وہ فقیہ ہوں۔ یعنی عقل و بینش والے ہوں، قرآن مجید اور احادیث شریفہ کی باریکیوں سے واقف ہوں۔

امام ابو حنیفہ کے احوال میں علماء کرام نے لکھا ہے کہ محدث شہیر امام اعظم نے امام اعظم سے کہا۔

لہ ملاحظہ کریں مشکات، باب الشی باجنازہ، الفصل الاول کو۔

مولانا بھوجیانی نے جن کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، یہ سب اسی کا اثر ہے۔ نواب سید صدیق حسن خان نے ابن تیمیہ کے مسلک کو پھیلانے میں بہت کوشش کی ہے، نورسائل کے مجموعہ کو (رد وافر وغیرہ) انھوں نے طبع کروایا ہے۔ کسی جگہ حاشیہ بھی لکھ دیا ہے۔ نورسائلوں میں دوسرا رسالہ القول الجلی ہے۔ اس میں رسالہ زغل العلم والطلب کا ذکر آیا ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے ذیل میں زغل العلم کی ان عبارتوں کو نقل کیا ہے جن میں ابن تیمیہ پر ایرادات ہیں اور پھر لکھا ہے لہ

”فانت تری کلامہ فی الشیخ فرزہ بعقلک فانہ ظاہر التناقض والله اعلم بالسرائر“

یعنی رد وافر وغیرہ میں تم ذہبی کی مدح و ستائش پڑھ چکے ہو۔ اب زغل العلم والطلب کی عبارت پڑھو۔
”تم دیکھ رہے ہو ذہبی کا کلام ابن تیمیہ کے بارے میں۔ تم اپنی عقل سے ذہبی کے کلام کا موازنہ کرو یقیناً اس میں گھلا تناقض ہے اور بھیدوں کا جانتے والا اللہ ہے۔“

سید صدیق حسن خان کو علامہ ذہبی کے کلام میں تناقض نظر آ رہا ہے۔ تناقض، توڑ اور ضد کو کہتے ہیں یعنی ذہبی نے جو کچھ پہلے لکھا ہے اب اس کی پلٹ لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ ذہبی کے کلام میں نہ تعارض ہے نہ پلٹ۔ انھوں نے اپنی متعدد کتابوں میں ابن تیمیہ کی خوبیوں کا بیان کیا ہے۔ بُرائیوں کا ذکر نہیں کیا ہے اب انھوں نے ابن تیمیہ کے عیوب کا بیان کیا ہے۔ اور یہ عیوب ایسے ہیں کہ علم و فضل والوں میں پائے جاتے ہیں بلکہ ایسے افراد دیکھنے میں بھی آئے ہیں۔ اللہ سب کو ان عیوب سے محفوظ رکھے۔

مولانا بھوجیانی کو علامہ زاہد کوثری پر بہت غصہ آیا ہے۔ ان کی خطا صرف یہ ہے کہ انھوں نے حقیقت کا اظہار کر دیا ہے جس کے اخفام کے لئے نواب صدیق حسن خان اور امرائے نجد ساعی رہے ہیں۔ اگر علامہ ابن تیمیہ کی تحریرات صحیح طور پر سامنے آجائیں، علماء اعلام کی ان سے بیزاری کے اسباب کا پتہ چل سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے کہ مسئلہ صفات باری تعالیٰ میں علامہ ابن تیمیہ اپنے پیش رو حنابلہ کے مسلک پر تھے، البتہ ابن تیمیہ نے الفاظ کا چکر ڈالا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کی تحریرات کو پڑھ کر ایک صاحب علم نے فرمایا ”باعتبار الفاظ کے ابن تیمیہ اہل تجسیم میں نہیں ہیں لیکن مفہوم اور معنی کے اعتبار سے وہ اہل تجسیم سے ہیں۔“

زاہد کوثری نے سالہا سال مصر، شام، ترکیہ، عراق وغیرہ کے کتب خانوں کو چھانا ہے اور نوادرات جمع کئے ہیں۔ چنانچہ النسیحة الذهبیہ ان کو دستیاب ہوئی اور انھوں نے زغل العلم والطلب کے ساتھ اس کو چھپوایا۔ انھوں نے ابتدائی صفحہ پر لکھا ہے۔

”النسیحة الذهبیہ لابن تیمیہ للمحافظ الذہبی عن اصل منقول من نسخة البرهان ابن

جماعة التي كتبها من نسخة المحافظ الصلاح العلائی المأخوذة عن خط الذہبی“

لہ مجموعہ رسائل کے ۱۲۶ کو ملاحظہ کریں۔

”حافظ ذہبی کی النسیۃ الذہبیہ، برہان الدین ابن جماعہ کے نسخے سے نقل کی گئی ہے جو کہ حافظ صلاح الدین
علائی کی تحریر سے نقل کیا گیا ہے اور وہ علامہ ذہبی کی تحریر سے ماخوذ ہے۔“
علامہ کوثری نے علامہ سبکی کی کتاب ”السيف الصقيل“ بھی چھپوائی ہے اور اس کے آخر میں النسیۃ الذہبیہ
کا عکس چھاپا ہے جو کہ ابن قاضی شہبہ کے ہاتھ کی تحریر ہے۔ ان سب شواہد اور تحقیقات کے ہوتے ہوئے مولانا
بھوجیانی لکھ رہے ہیں۔

”امام صاحب کی کسی شدید ترین مخالف کی ایک تحریر حافظ ذہبی کی طرف منسوب کر کے ”النسیۃ
الذہبیہ لابن تیمیہ“ کا عنوان دے کر ٹانگ دی گئی۔“
نہ کوئی حافظ ابن تیمیہ کا دشمن ہے نہ مخالف، حقیقت امر معلوم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ
وہ علامہ جو ابن تیمیہ کے تدریح تھے کس بنا پر ایک ایک کر کے ان سے نہ صرف الگ ہوئے بلکہ ان سے
متفرق اور ان کے مخالف ہوئے۔

مولانا بھوجیانی نے ایک سوال کر کے بڑا پُر لطف انوکھا استدلال کیا ہے۔ لکھا ہے :-
”سوال یہ ہے کہ سبکی کو جس تحریر کا پتہ نہ چل سکا، حافظ سخاوی کے شیخ و مرنبی حافظ ابن حجر اس پر
مطلع نہ ہو سکے، ذہبی کی وہ تحریر سخاوی کو کیسے مل گئی۔“

علامہ ابن تیمیہ کے اتباع اور ان کے تذکرہ نگاروں کا معیار تحقیق دنیا سے نرالا ہے۔ ان لوگوں کی
منظلم کوشش رہی ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے شذوذات پر تنقید کرنے والوں کو بدنام کیا جائے۔ اور ان کی
کتابوں کو مورد ملامت بنائیں۔ جب سے حجاز مقدس پر ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کے پیروان کا تصرف
ہوا ہے وہ مبارک سرزمین ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب کے مسلک کے لئے وقف ہو کر رہ گئی ہے۔ علماء اہل
سنت و جماعت کی صد ہا کتابوں کا داخلہ وہاں ممنوع ہے، ایسی ذہنیت رکھنے والوں کا نقد و تبصرہ اسی
طرح ہو سکتا ہے جیسا کہ مولانا بھوجیانی نے کیا ہے کہ اگر کوئی کتاب یا رسالہ استاذ نے نہیں دیکھا ہے شاگرد
بھی نہ دیکھے۔ اگر کسی حدیث شریف کی روایت امام دارالبحرہ مالک بن انس نے نہیں کی ہے تو امام بخاری
بھی نہ کریں۔

علامہ زاہد کوثری، خلافت عثمانیہ کے دور میں وکیل مَشِيخَاتِ اِسْلَامِيَّة کے منصب پر فائز تھے، ان
کی تحقیقات اور تنقیحات کا دائرہ بہت وسیع تھا، وہ کہا کرتے تھے علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۳۵ھ
نے تفسیر روح المعانی لکھی اور اس کا ایک نسخہ سلطان عبدالمجید خان کو پیش کیا، وہ نسخہ راغب باشا کے
کتب خانہ میں جو کہ استنبول میں ہے، موجود ہے۔ سید محمود آلوسی کے فرزند سید نعمان آلوسی نے اس
تفسیر کو چھپوایا ہے۔ سید نعمان کی راہ و رسم نواب صدیق حسن خان سے تھی۔ جناب نواب کے اشارہ پر
انہوں نے ”جلار العینین“ لکھی اور ان ہی کے اشارہ پر اپنے والد کی تفسیر میں بھی کچھ تصرفات کئے ہیں، اگر

مطبوعہ نسخہ کا سلطانی نسخہ سے مقابلہ کیا جائے تصرفات کا پتہ چل جائے گا۔

شیخ شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ اللواتی الطنبی معروف بہ ابن بطوطہ
سفرنامہ ابن بطوطہ

سیاحتِ عالم کے لئے اپنے گھر سے دو رجب ۷۲۵ھ کو نکلے اور اواخر ذی الحجہ
۷۵۴ھ کو ان کی واپسی ہوئی، انہوں نے اپنے سفرنامہ "مُحَقَّاةُ النَّظَارِ فِي غَرَائِبِ الْأَمْصَارِ وَعَجَائِبِ
الْأَسْفَارِ" مشہور بہ "رُحَلَّةِ ابْنِ بَطُوْطَةَ" میں بحری قزاقوں کا واقعہ لکھا ہے، لے کہ انہوں نے ہم کو لوٹا۔" ولم
یتروا لی سائرًا أخلاً السراويل" اور تن ڈھانکنے کے لئے پاجامہ کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔ انہوں نے جو یادداشتیں لکھی تھیں
اور ان کا جو سامان تھا سب چھین گیا۔

سلطانِ فاس ابو عنان نے اُن سے عجائباتِ عالم سنے اور ان سے کہا: "اُن یسلی ما شاہدہ فی
رحلته من الامصار وما علق بحفظہ من نوادر الأخبار۔ کہ وہ اپنے مشاہدات کو اور اُن امور کو جو اُن کے
حافظ میں محفوظ ہیں لکھوائیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ سفرنامہ جو انتیس سال کے سیکڑوں واقعات اور صد ہا
عجائبات پر مشتمل ہے اپنے حافظے سے لکھوایا ہے، کتاب کے دیباچے میں یہ بیان کیا ہے کہ ممالکِ شرقیہ
میں ان کی شہرت شمس الدین سے ہے۔ اس سفرنامہ کی تدوین ماہ صفر ۷۵۶ھ میں مکمل ہوئی ہے۔ اس میں
لکھا ہے لے

(ترجمہ) جمعرات ۹ رمضان ۷۵۶ھ دمشق پہنچا اور مالکیہ کے مدرسہ شربلسیہ میں قیام کیا۔

اور لکھا ہے لے = دمشق میں حنابلہ کے بڑے فقہا میں سے تقی الدین ابن تیمیہ شام کے کبیر تھے، وہ
علوم و فنون میں کلام کیا کرتے تھے۔ اِلَّا اَنَّ فِي عَقْلِهِ شَيْئًا۔ لیکن ان کی عقل میں کچھ تھا، اہل دمشق
ان کی نہایت تعظیم کیا کرتے تھے اور وہ ان کو منبر پر سے وعظ کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ انہوں نے کوئی بات کہی، فقہانے اس کو ناپسند کیا اور ملک الناصر تک یہ بات پہنچائی،
بادشاہ نے ان کو قاہرہ (مصر) بلایا، بادشاہ نے وہاں کے قاضیوں اور فقیہوں کو جمع کیا، شرف الدین
زاوی مالکی نے کہا کہ ابن تیمیہ نے یہ باتیں کہی ہیں اور شرف الدین نے ان کی ناپسندیدہ باتیں بیان کیں،
گو اہوں کو پیش کیا اور قاضی القضاة کے ہاتھ میں کاغذ دیا۔ قاضی القضاة نے ابن تیمیہ سے پوچھا۔ تم
کیا کہتے ہو۔ انہوں نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا (عرب اپنی بے قصوری ثابت کرنے کے لئے یہ کہا کرتے
ہیں) ان سے پھر پوچھا گیا اور انہوں نے یہی جواب دیا۔ بادشاہ نے قید کا حکم دیا اور وہ کئی سال قید
رہے، الخ

جب دوسری بار اس قسم کا واقعہ پیش آیا۔ میں اس وقت دمشق میں تھا۔ جمعہ کے دن ان کے پاس
گیا وہ منبر جامع سے لوگوں کو وعظ و پند کر رہے تھے۔ منبر اور باتوں کے انہوں نے یہ بات کہی۔

لے دوسرے حصہ کے ص ۱۴۱ کو ملاحظہ کریں۔ لے پہلا حصہ ص ۲۔ لے ملاحظہ کریں پہلے حصہ کا ص ۵۔ لے ص ۵

إِنَّ اللَّهَ يَنْزِلُ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا كُنُزٌ وَّوَلِي هَذَا ۱۔ اللہ دنیا کے آسمان پر نزول کرتا ہے، میرے اس نزول کی طرح۔ اور وہ منبر کی ایک میٹھی اترے۔ اس وقت مالکی فقیہ نے جن کی شہرت ابن ابی شہرہ کے نام سے تھی اعتراض کیا۔ عوام اُن پر پل پڑے اور ہاتھوں اور جوتوں سے ان کو خوب مارا۔ اسی دوران میں ان کے سر سے پگڑی گر گئی، ریشمین عرق چین ان کے سر پر رہ گئی، اس پر ان کی گرفت کی گئی اور ان کو منبلی قاضی عزالدین بن مسلم کے گھر لے گئے۔ قاضی نے قید کا حکم اور اس کے بعد مزید سزا (تعزیر) تجویز کی۔ علماء مالکیہ اور شافعیہ نے تعزیر پر احتجاج کیا اور ملک الامراء سیف الدین تنکیز تک بات پہنچائی، وہ عمدہ اور صالح امرا میں سے تھا۔ اس نے ملک الناصر کو واقعہ لکھا اور شرعی حجت لکھی اس میں ابن تیمیہ کی ناپسندیدہ باتیں تحریر کیں چنانچہ اس میں تین طلاق کا مسئلہ اور قبر شریف نبوی زَادَةُ اللَّهِ طَيْبًا کی زیارت کا مسئلہ اور اسی طرح کی اور باتیں تھیں اور یہ شرعی حجت بادشاہ کو بھیجی۔ بادشاہ نے ابن تیمیہ کو قلعہ میں قید کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ قید ہوئے اور مرتے دم تک قید رہے۔

استاذ بیطار کی تنقید استاذ محمد بھجت بیطار دمشق نے سن ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱ء) میں کتاب شیخ الاسلام ابن تیمیہ "لکھی ہے۔ اس میں "دَفْعُ فَرِيَةِ ابْنِ بَطُوطَةَ عَنْ ابْنِ تَيْمِيَّةَ" کے نام سے ایک مضمون ہے یعنی اس تہمت کا دور کرنا جو ابن بطوطہ نے ابن تیمیہ پر لگائی ہے۔ استاذ بیطار نے تین وجوہات کی بنا پر ابن بطوطہ کے بیان کو افتراء (تہمت) قرار دیا ہے۔ وہ تین وجوہات درج ذیل ہیں۔

۱۔ ابن بطوطہ ۹ رمضان کو دمشق میں داخل ہوئے ہیں اور ابن تیمیہ ایک مہینہ پہلے اوائل شعبان میں قید ہو گئے تھے۔ لہذا انہوں نے ابن تیمیہ کو دیکھا ہے اور نہ ان سے کچھ سنا۔
۲۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں ایسی باتوں کا ذکر کیا ہے جن کی تصدیق نہ شرعاً ہوتی ہے اور نہ عقلاً، انہوں نے جامع اموی میں حضرت ذکر یا کی قبر کا ذکر کیا ہے حالانکہ قبر حضرت یحییٰ کی ہے۔ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔ اور انہوں نے جامع اموی کی فضیلت میں ایک روایت کا ذکر کیا ہے کہ اس مسجد کی ایک نماز تیس ہزار نماز کا ثواب رکھتی ہے۔ اور یہ روایت موضوعی ہے اور انہوں نے سفر نامہ کے پہلے حصہ کے صفحہ ۱۹۹، ۱۳۳۔ اور ۱۳۶ میں بادشاہوں کے دروازوں پر حاضری دینی اور ابواسحاق وغیرہ کی قبور کا ذکر کیا ہے۔ وَأَقْرَبَهَا وَلَمْ يُنَكِرْ عَلَيْهَا۔ انہوں نے ذکر کردہ امور کو برقرار رکھا ہے، اُن پر نکیر نہیں کی ہے۔

۳۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ ابن تیمیہ منبر جامع پر سے لوگوں کو وعظ و پند کر رہے تھے حالانکہ جمعہ کے منبر پر سے نہ ابن تیمیہ خطبہ پڑھتے تھے اور نہ وعظ و پند کرتے تھے۔ لَمَّا تَوَهَّاهُ قَوْلُهُ، وَنَزَلَ دُجَّةً مِنْ دُرُجِ الْمُنْبَرِ۔ جس کا واہمہ ان کی اس بات سے ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ منبر کی میٹھیوں میں سے

ایک سیڑھی اترے۔ ابن تیمیہ کرسی پر بیٹھ کر وعظ و پند کیا کرتے تھے جیسا کہ حافظ ذہبی نے بیان کیا ہے ہاں ابن عبد البہادی نے منبر کا نام لیا ہے اور کہا ہے۔ یتکلم فی الجوامع علی المنابر۔ وہ مساجد میں منابر پر کلام کرتے ہیں۔ ابن عبد البہادی نے نہ منابر جمعہ کا لفظ لکھا ہے نہ منابر خطابہ کا۔ لہذا منبر سے مراد ہر وہ شے ہے جو زمین سے بلند ہو جیسا کہ منبر کے لغوی مفہوم سے سمجھا جاتا ہے۔

تنقید پر تبصرہ | استاذ بیطار نے اپنے مضمون کے شروع میں لکھا ہے۔ عن امام الشامی و شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔ یعنی ابن بطوطہ نے شام کے امام اور اسلام کے شیخ کے متعلق ایسا بیان لکھا ہے۔

استاذ بیطار نے ایک نیک اور عالم سیاح کے چشم دید بیان کو شامیت اور غیر شامیت کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی ہے۔ اس صورت میں انصاف کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

استاذ بیطار نے ابن بطوطہ کے دمشق میں داخل ہونے کی تاریخ پر گرفت کی ہے۔ ان کی یہ گرفت از روئے قاعدہ درست ہے۔ البتہ سفر نامہ کے مطالعہ کرنے کے بعد بعض حقائق سامنے آتے ہیں جن سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً بحری قزاقوں نے ان کو لوٹ لیا۔ تمام یادداشتیں ضائع ہو گئیں، ابن بطوطہ انیس سال سفر میں رہے۔ پھر دو سال بعد تمام واقعات اپنے حافظہ کی رو سے لکھوائے۔ علامہ ابن تیمیہ سے ملاقات کا واقعہ ۷۲۶ھ کا ہے انھوں نے تیس سال کے بعد اس واقعہ کو لکھوایا ہے۔ اتنی مدت کے بعد صد ہا بلاد و امصار، صد ہا افراد، صد ہا واقعات اور ان سب کے ناموں کا یاد رکھنا بڑا کمال ہے چہ جائے روز و ماہ و سال۔

استاذ بیطار اسراء کے واقعہ کو دیکھیں، کوئی مسلمان اس واقعہ کی صحت سے انکار نہیں کر سکتا، قرآن مجید میں اس کا بیان آیا ہے، باوجود اس کے دن، مہینہ اور سال کے متعلق محققین کا اختلاف ہے۔ صرف مہینے کے متعلق پانچ اقوال ہیں۔ ماہ ربیع الاول، ماہ ربیع الآخر، ماہ رجب، ماہ رمضان اور ماہ شوال۔ اور سال کے متعلق کوئی کہتا ہے۔ نبوت کے پانچ سال بعد، کوئی کہتا ہے ہجرت سے پانچ سال پہلے، کوئی تین سال پہلے بتاتا ہے اور کوئی ایک سال پانچ مہینے تجویز کرتا ہے اور کوئی کہتا ہے صرف ایک سال قبل یہ واقعہ پیش آیا۔ اور دن کے متعلق کسی نے جمعہ، کسی نے شنبہ، اور کسی نے دو شنبہ کہا۔ کیا دن، ماہ اور سال میں اختلاف کی وجہ سے واقعہ کی صحت سے، پناہ بخدا، شک کیا جائے گا، اور کیا متفرق اور مختلف تاریخوں کی روایت کرنے والوں کو۔ خدا نخواستہ۔ کوئی جھوٹا اور کذاب یا افترا پرداز کہے گا۔

واقعات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوة و التَّحِيَّةُ اور حضرات صحابہ علیہم الرضوان او تابعین عظام علیہم الرحمة کے وقائع میں اس طرح کا اختلاف بہ کثرت موجود ہے۔ ایسی صورت میں علماء اعلام کا یہی مسلک رہا ہے کہ روز و ماہ و سال پر قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن واقعہ کی صحت میں شک

نہیں کیا جاتا۔ افسوس ہے استاذ بیطار نے ایک تاریخی سہو کو افتراء قرار دے دیا ہے۔ ایک مرد عالم 'صالح' جواری، محسن اور قاضی مسلمین کو ایک سہو کی بنا پر کذاب اور مفتری کہنا کب جائز ہے۔
ابن بطوطہ کی آمد دہلی میں سلطان جو ناخان ابوالفتح محمد تغلق کے عہد میں ہوئی، اس بادشاہ کے متعلق مولوی ذکا اللہ نے لکھا ہے لے

”یہ بادشاہ عجائب روزگار سے تھا، اس کی ذات جامع اضراد تھی، بھلائیاں ہدائیوں پر پردہ ڈالتی تھیں اور بُرائیاں بھلائیوں کو خاک میں ملاتی تھیں، فیاض ایسا کہ روپیہ کو ٹھیکری سمجھتا تھا، عالموں اور فاضلوں کو لاکھوں روپیہ دیتا تھا، یہی سبب تھا کہ جیسے اس کی لیاقت اور محامد میں دفتر کے دفتر سیاہ ہوئے ہیں ایسے کسی بادشاہ کے نہیں ہوئے۔ اس سخاوت کا حال سن کر سب اطراف کے صاحب کمال اس کے دربار میں آتے اور اپنی آرزو سے زیادہ دولت پاتے، ایک ایک دن کا خرچ اس کا اور بادشاہوں کے برسوں کے خرچ کے برابر تھا۔“ الخ

اس بادشاہ دیوانہ و فرزانہ کے واقعات کو ابن بطوطہ نے تفصیل سے لکھا ہے، ان واقعات کو پڑھ کر لوگوں کا خیال ہوا کہ یہ غلط ہیں۔ اس سلسلہ میں علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔ لے

قَرَأْتُ مَخْطُوتَ ابْنِ مَرْزُوقٍ أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ بْنَ جَزِيٍّ نَمَقَهَا وَحَرَّرَهَا بِأَمْرِ السُّلْطَانِ أَبِي عِيَّانٍ وَكَانَ الْبَلْفِيقِيُّ رَمَاهُ بِالْكَذِبِ فَبَرَّأَهُ ابْنُ مَرْزُوقٍ وَقَالَ إِنَّهُ بَقِيَ إِلَى سَنَةِ سَبْعِينَ وَقَاتَ وَهُوَ مُتَوَلَّى الْقَضَاءِ بِبَعْضِ الْبِلَادِ قَالَ ابْنُ مَرْزُوقٍ وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا جَالَ الْبِلَادَ كَمَا حَلَّتْ بِهِ وَكَانَ مَعَ ذَلِكَ جَوَادًا مُجْتَنِبًا۔

”ابن مرزوق کی تحریر میں نے پڑھی، اور اس سفرنامہ کی کتابت سلطان ابو عنان کے حکم سے ابو عبد اللہ بن جزئی نے کی ہے، اور بلفیقی نے ابن بطوطہ پر جھوٹ کا الزام لگایا تھا۔ ابن مرزوق نے اُن کی برائت کی اور کہا ہے کہ سترہ تک وہ زندہ رہے۔ مرتے دم تک بعض مقامات کے قاضی تھے، میرے علم میں نہیں کہ کسی دوسرے شخص نے اُن جیسی سیاحت کی ہو۔ مع ہذا فیاض اور احسان کرنے والے شخص تھے۔“

اسلام کے مشہور و معروف مفکر علامہ عبد الرحمن بن محمد بن خلدون اپنی گراں بہا تالیف 'کتاب العبر' ددیوان المبتدأ الخبیر کے مقدمہ کے تیسرے باب، اٹھارہویں فصل کے آخر میں لکھتے ہیں لے

طبوخ کے مشائخ میں سے ایک شخص جو ابن بطوطہ کے نام سے مشہور ہیں، تقریباً بیس سال پہلے مشرق کی طرف گئے عراق یمن ہوتے ہوئے ہندوستان پہنچے وہاں کے بادشاہ اور ولی عہد فیروز سے ملے۔ انہوں نے ان کو ملک کے کسی حصہ میں مالکی قاضی بنا دیا۔ پھر وہ مغرب کو لوٹے اور سلطان ابو عنان سے ملے۔ ان کو اپنے دیکھے ہوئے عجائبات سنائے، ہندوستان کے واقعات بہ کثرت بیان کئے ہیں (بادشاہ کا سونے

چاندی کے سکوں کا لٹانا وغیرہ) ایسی باتوں کو پڑھ کر لوگوں نے ان کی تکذیب کی۔ اتفاق سے انہی دنوں میں میری ملاقات سلطان کے وزیر فارس بن وردار سے ہوئی جن کی شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے ابن بطوطہ کے بیان کئے ہوئے واقعات ان کو سنائے اور لوگوں کے انکار اور تکذیب کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا۔ اِيَّاكَ اَنْ تَسْتَنْكَرَ مِثْلَ هٰذَا مِنْ اَحْوَالِ الدَّوَلِ بِهٖ اَنتَ لَمْ تَرَہ۔

حکومتوں کے اس قسم کے واقعات کے انکار کرنے سے بنا بریں کہ تم نے نہیں دیکھے ہیں، اپنے کو بچاؤ۔ علامہ ابن مرزوق، حافظ ابن حجر عسقلانی، وزیر باتدبیر فارس بن وردار اور علامہ ابن خلدون رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے کیسی درست اور انصاف کی بات کہی ہے اور ابن بطوطہ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی صداقت، دیانت اور صلاح کا اعتراف کیا ہے۔ ابن بطوطہ کا سفر نامہ سب کے سامنے ہے اس کو دیکھیں مطالعہ کریں اور سچ اور جھوٹ کا اندازہ لگائیں۔

استاذ بیطار نے تاریخی سہو کو افتراء ثابت کرنے کے لئے سفر نامہ کے پانچ | **استاذ بیطار کی گرفتیں** | مواضع کو پیش کیا ہے۔ مختصر طور پر اس سلسلہ میں کچھ کہا جاتا ہے۔

(۱) جامع اموی میں حضرت یحییٰ کی قبر ہے، ابن بطوطہ نے حضرت زکریا کا نام لکھا ہے۔ بے شک قبر حضرت یحییٰ کی ہے نہ حضرت زکریا کی۔ اور یہ بھی ایک معمولی سہو ہے، اس خبر میں مہتمم بالشان یہ بات ہے کہ مسجد میں ایک نبی کی قبر ہے۔ رہا حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کا قصہ، تو یہ سہو کا ثمرہ ہے، تیس سال کے بعد سینکڑوں واقعات کے لکھوانے میں اس قسم کا سہو ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے اور نہ کوئی منصف مزاج اس کی وجہ سے ابن بطوطہ کو مفتری اور کذاب کہے گا۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ **لِہٖ رَفِيعٌ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاۃَ وَالنَّسِيَانَ**۔ میری اُمت سے خطا اور بھول کی گرفت اٹھالی گئی ہے۔

(۲) جامع اموی میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں جو روایت ابن بطوطہ نے لکھی ہے اس کے متعلق اگر بیطار اظہار حقیقت کرتے ہوئے لکھ دیتے کہ یہ روایت موضوعی ہے۔ مناسب تھا۔ لیکن اس روایت کے لکھ دینے کی وجہ سے ابن بطوطہ پر رد و طعن درست نہیں، ابن بطوطہ نہ محدث تھے اور نہ انہوں نے اس روایت کو لکھ کر دعویٰ کیا ہے کہ یہ روایت ثابت اور صحیح ہے۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں علماء کرام اپنی لاعلمی کی وجہ سے اپنی کتابوں میں موضوعات لکھ گئے ہیں، چونکہ ان حضرات کا فعل لاعلمی اور ناواقفی کی بنا پر ہوا ہے ان پر کسی نے نکیر نہیں کی ہے۔

دمشق و شام اور جامع اموی کے متعلق دور نبی امیہ میں موضوعات کا خوب چرچا ہوا ہے۔ محدثین کو اللہ تعالیٰ اجر دے کہ انہوں نے احادیث مبارکہ کی تطہیر کا کام خوب کیا ہے۔

لے سیوطی کی الجامع الصغیر ملاحظہ کریں۔

(۳) صفحہ ۱۹۹ میں ابن بطوطہ نے ان مصائب اور آلام کا بیان کیا ہے جو بلاد ترکمان میں مقام کبشوک جاتے وقت پیش آئے تھے، وہ برف کے طوفان میں گھر گئے تھے، زندہ بچنے کی توقع نہ تھی اللہ نے ان پر کرم کیا اور وہ بچ گئے، سمجھ میں نہیں آتا کہ استاذ بیطار کو اس واقعہ میں کیا قباحت نظر آگئی ہے۔ ابن بطوطہ نے **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّهِ فَحَدِيثٌ** پر عمل کرتے ہوئے اپنے رب کے احسان کا بیان کیا ہے۔ ان کا یہ فعل شایانِ مدحت ہے نہ مذمت۔

(۴) صفحہ ۱۳۳ میں حضرت سید احمد برادر حضرت علی رضا کی قبر ہے یہ اہل بیت اطہار کے ایک فرد ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین، ابن بطوطہ نے لکھا ہے، اہل شیراز کو ان سے محبت ہے اور وہ ان کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں، اور

(۵) صفحہ ۱۳۶ میں حضرت ابواسحاق کی قبر اور ان کی خانقاہ کا بیان کیا ہے۔ لکھا ہے کہ ان کی قبر مقام کازوونی میں ہے جو شیراز سے کچھ فاصلہ پر ہے، جس کو کوئی تکلیف پیش آتی ہے وہ ان کی خانقاہ جاتا ہے، وہاں کے مجاورین قرآن مجید کا ختم اور ذکر شریف کر کے حضرت شیخ کے مزار پر حاضر ہو کر دعا کرتے ہیں، **فَقُضِيَ بِإِذْنِ اللَّهِ**۔ اور اللہ کے اذن سے وہ کام ہو جاتا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ہندوستان اور چین کے لوگوں کو اگر سمندر میں طوفان گھیر لیتا ہے وہ اللہ سے دعا کرتے ہیں اور شیخ ابواسحاق کے واسطے کچھ مانتے ہیں اور پھر وہ نذران کی خانقاہ کو پہنچاتے ہیں۔

استاذ بیطار نے چوتھے اور پانچویں واقعے پر نکیر کی ہے اور **فَإِذَا زَكَّيْتُمْ أَفِي السَّمَاءِ دَعَا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ** سے استدلال کیا ہے (ترجمہ) پھر جب سوار ہوئے کشتی میں پکارنے لگے اللہ کو، نرے اسی پر رکھ کر نیت۔ پھر جب بچا لایا ان کو زمین کی طرف اسی وقت لگے شریک پکڑنے، حضرت شاہ عبدالقادر نے موضع قرآن میں لکھا ہے۔

”مکہ کے لوگ اللہ کے گھر کے طفیل دشمنوں سے پناہ میں تھے اور سارے ملک عرب میں فساد تھا، بتوں کے جھوٹے احسان مانتے ہیں یہ سچا احسان اللہ کا نہیں مانتے۔“

کہاں مشرکوں کا فعل اور کہاں مسلمانوں کا عمل۔ مسلمان کے پیش نظر **ابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ** ہے (اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ) اولیا کا وسیلہ درحقیقت ان کے اعمال اور اعلیٰ خصوصیات کا وسیلہ ہے، امام ابوالمؤید الموفق بن احمد المالکی متوفی ۶۷۵ھ نے امام شافعی کا یہ قول سند کے ساتھ لکھا ہے **لَهُ** **إِنِّي لَأَتَّبِعُكَ يَا بِي حَنِيفَةً وَأَجِيءُ إِلَى قَبْرِهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ زَائِرًا فَإِذَا عَرَّضْتُ لِي حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رُكْعَتَيْنِ وَرَجَعْتُ إِلَى قَبْرِهِ وَسَأَلْتُ اللَّهَ الْحَاجَّةَ عِنْدَهُ فَمَا تَبَعْدُ عَنِّي حَتَّى تُقْضَى**۔

میں ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور زیارت کے لئے ہر روز ان کی قبر پر جاتا ہوں، اور

جب مجھ کو کوئی حاجت پیش آتی ہے میں دو رکعت پڑھ کر ان کی قبر پر جاتا ہوں اور اللہ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں اور کچھ ہی وقت گزرتا ہے کہ میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

ابن بطوطہ اہل سنت و جماعت کے مسلک پر ہیں، بلا وجہ کی رد و تشنیع درست نہیں۔

منبر ابن بطوطہ نے منبر کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں استاذ بیطار نے عجیب بحث کی ہے۔ اگر علامہ ابن تیمیہ کے خاص شاگرد اور ان کا تذکرہ اور مرثیہ لکھنے والے حافظ و مورخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد البہادی منبر کا لفظ نہ لکھتے، استاذ بیطار ابن بطوطہ کو کذاب لکھ دیتے۔ چونکہ ابن عبد البہادی کی عبارت سے ابن بطوطہ کی تایید ہوتی ہے اس لئے ان کو یہ عجیب بحث لکھنی پڑی۔ وہ کہتے ہیں لے

ابن بطوطہ نے منبر الجامع (مسجد کا منبر) لکھا ہے۔ حالانکہ ابن تیمیہ کرسی پر بیٹھ کر وعظ کیا کرتے تھے جیسا کہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے۔

وقد اشتهر أمره وبعده صيته في العالم، وأخذ في تفسير الكتاب العزيز أيام الجمع على كرسی من حفظه۔ ان کی (ابن تیمیہ کی) کیفیت مشہور ہوئی اور عالم میں ان کا آوازہ دور تک پھیلا، انہوں نے جمعہ کے دنوں میں قرآن عظیم کی تفسیر از روئے حافظہ کرسی پر سے کرنی شروع کی۔

ہاں حافظ مورخ ابن عبد البہادی نے لکھا ہے۔

ثم ان الشيخ جلس يوم الجمعة (ای بدمشق) على عادته، وقال وهو يصف حاله واعماله بمصر: ويتكلم في الجوامع على المنابر من بعد صلاة الجمعة الى العصر۔

پھر شیخ (ابن تیمیہ) حسب عادت جمعہ کے دن بیٹھے (دمشق میں) اور ابن عبد البہادی نے مصر میں ان کے احوال و اعمال کا ذکر کیا، (اور لکھا) مساجد میں جمعہ کی نماز کے بعد سے عصر تک منبروں پر سے وعظ کیا کرتے تھے۔

ابن عبد البہادی نے نہ منابر الجمعہ کا لفظ لکھا ہے نہ منابر الخطاب کا، لہذا منبر کے لفظ سے انکا مطلب کُلُّ ما ارتفع عن الارض ہے۔ ہر وہ شے جو زمین سے بلند ہو۔ اور پھر لکھا ہے۔ فكيف غفل ابن بطوطه عن ذلك۔ اس بات سے ابن بطوطہ کس طرح غافل رہ گئے۔

ابن بطوطہ نے چشم دید واقعہ بیان کیا ہے۔ بھلا اس میں غفلت کا کیا سوال۔ غفلت تو اس عبارت میں ہوتی ہے جو بنائی جاتی ہے۔ استاذ بیطار کو ذہبی کی عبارت کسی کتاب میں مل گئی۔ چونکہ وہ عبارت ان کے مطلب کی تھی اس کو ایک اصل ثابت قرار دے کر ابن عبد البہادی کی عبارت کی من مانی تاویل میں مصروف ہو گئے۔ اور ابن بطوطہ کو صاحب غفلت قرار دے دیا۔

لے ملاحظہ کریں کتاب حیاة شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۱۰۰ اختصار کے ساتھ۔

علامہ ذہبی نے اگر اپنی کسی تحریر میں کرسی کا لفظ لکھا ہے تو دوسری تحریر میں منبر کا لفظ لکھا ہے۔
مؤرخ و فقیہ ابوالفلاح عبدالحی بن العماد حنبلی نے اپنی تاریخ میں ۲۸۱ھ کے احوال میں علامہ ابن تیمیہ
کا تذکرہ چھ صفحات میں لکھا ہے۔ ابن عماد نے علامہ ذہبی کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں تحریر ہے لہ
ثم جلس عقب ذلك مكان والده بالجامع على منبر ايام الجمع لتفسير القرآن العظيم۔

”پھر اس کے بعد اپنے والد کی جگہ مسجد میں منبر پر ایام جمع میں قرآن عظیم کی تفسیر کے لئے بیٹھے۔“
حافظ ذہبی کی تحریرات کا مطالعہ اگر دقیق نظر سے کیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ وہ مقصد کا اظہار کرتے
ہیں الفاظ کی طرف چنداں متوجہ نہیں ہوتے، لہذا انہوں نے کہیں کرسی لکھ دی اور کہیں منبر۔ استاد بیطار
اگر مزید تحقیق کرتے ایسی عجیب بحث نہ کرتے۔ حافظ ابن کثیر کا حال گزر چکا ہے کہ ان پر ابن تیمیہ کی محبت
کا غلبہ تھا، انہوں نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے لہ

جلس الشيخ تقي الدين المذكور يوم الجمعة عاشر صفر بالجامع الأموي بعد صلاة الجمعة
على منبر قد هي له لتفسير القرآن العزيز

جمعہ ۱۰ صفر ۷۵۱ھ کو جامع اموی میں شیخ تقی الدین (ابن تیمیہ) مذکور ایک خاص منبر پر جو کہ ان
کے واسطے مہیا کیا گیا تھا قرآن عزیز کی تفسیر کے واسطے بیٹھے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے الدرر الكامنة میں لکھا ہے لہ
”ذکان يتكلم على المنبر“ وہ منبر پر سے وعظ کیا کرتے تھے۔

اور لکھا ہے لہ ”فذكر وانه ذكر حديث النزول فنزل عن المنبر درجتين فقال كنزولي
هنا۔ بیان کیا ہے کہ انہوں نے حدیث نزول کا ذکر کیا اور وہ منبر کی دو سیڑھیاں اترے اور کہا ”میرے اس
اترنے کی طرح“

حافظ ابن کثیر کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ کے واسطے منبر مہیا کیا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ
منبر تین سیڑھیوں کا ہو جو کہ مسنون طریقہ ہے۔ کیونکہ عرب ممالک میں عام طور سے بارہ سیڑھیوں کا منبر
ہوا کرتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس منبر کی پستی کی وجہ سے حافظ ذہبی نے کسی جگہ کرسی سے تعبیر کر دی
ہو۔ بہر حال یہ متحقق ہے کہ علامہ ابن تیمیہ منبر پر سے وعظ کیا کرتے تھے۔

اگر استاد بیطار نے بلاوجہ مرد صالح ابن بطوطہ پر افترا پردازی کا الزام لگایا ہے، ایک دوسرے
محقق نے۔ جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ۔ لکھ کر اپنے دل کا غبار نکالا ہے۔ یہ ہے علامہ ابن تیمیہ کے
اتباع کا طریقہ۔ لا حول ولا قوة الا بالله۔

حدیث نزول | دمشق شام سے رسالہ ”شرح حدیث النزول“ علامہ ابن تیمیہ کے نام سے چھپا ہے

اس کے ص ۵۱ میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب عرش سے سما دنیا پر نزول کرتا ہے تو عرش خالی ہو جاتا ہے۔ یہ جماعت تھوڑی ہے، دوسری جماعت کہتی ہے، ہم متوقف ہیں اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ عرش خالی ہوا یا نہیں، اور تیسری جماعت کہتی ہے، نزول بھی ہوا اور عرش بھی خالی نہیں ہوا۔ خود ابن تیمیہ اس تیسری جماعت کے ہمنوا ہیں۔

ابن جہیل کے بیان میں گزر چکا ہے کہ ابن تیمیہ اس بات کے قائل ہیں۔ اِنَّهُ فَوْقَ الْعَرْشِ حَقِيقَةً کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے حقیقۃً۔ تعالیٰ اللہ عن ذلك علواً کبیراً۔

ابن جہیل نے اس سلسلہ میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

”مَنْ زَعَمَ اَنَّ اللّٰهَ فِيْ شَيْءٍ اَوْ عَلٰى شَيْءٍ فَقَدْ اَشْرَكَ اِذْ لَوْ كَانَ فِيْ شَيْءٍ لَّكَانَ مَحْضُوْرًا وَّلَوْ كَانَ عَلٰى شَيْءٍ لَّكَانَ مَحْضُوْرًا وَّلَوْ كَانَ مِنْ شَيْءٍ لَّكَانَ مُحَدَّثًا“

جو خیال کرے کہ اللہ کسی شے میں ہے یا کسی شے سے ہے یا کسی شے پر ہے، اس نے شرک کیا، کیونکہ اگر وہ کسی شے میں ہوگا تو وہ گھرا ہوا ہے اور اگر کسی شے پر ہو تو وہ اٹھایا ہوا ہے اور اگر وہ کسی شے سے ہو تو وہ محدث ہے یعنی پیدا ہوا ہے (اس کی ایجاد ہوئی ہے)۔

عرش کی تخلیق ہوئی ہے۔ عرش کی تخلیق سے پہلے رب العزت جس حال میں تھا وہ اسی حال میں ہے۔ جمہور کا مسلک یہی ہے اور اسی میں عافیت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیوم ہے ہر شے کا قیام اس سے ہے، کیا عرش، کیا کرسی، کیا سماوات اور کیا زمین۔ اس کا قیام کسی شے سے نہیں ہے۔

ابن بطوطہ نے چشم دید بیان لکھا ہے کہ ابن تیمیہ منبر کی ایک سیڑھی اترے اور ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ دو سیڑھی اترے۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی ایک کبھی دو سیڑھی اترے ہوں، دونوں صورتوں میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ نزول ہوا اور منبر خالی نہیں ہوا۔ یہی علامہ ابن تیمیہ کا مسلک ہے کہ اللہ نازل بھی ہوا اور عرش بھی خالی نہیں ہوا اور اسی کے اثبات کے لئے وہ منبر کی ایک یا دو سیڑھی اترے ہیں۔

میرے نزدیک علامہ ابن تیمیہ کے اس عمل میں کوئی انوکھا پن نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے اعتقاد کو عملی طور پر سمجھایا ہے۔ جیسے کوئی شخص وَالْاَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ“ (ساری زمین ایک مٹھی ہے) کی تلاوت کرتے وقت اپنی مٹھی بند کرے یا ”يٰۤاَيُّهَا مَبْسُوْطَتَانِ“ (اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں) پڑھتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کھولے۔

سمجھ میں نہیں آتا، علامہ ابن تیمیہ کے پیروان، ابن بطوطہ کی اس روایت سے کیوں گھبرارے ہیں کیا ابن تیمیہ ”انہ فوق العرش حقیقۃ بذاتہ“ (پاک پروردگار عرش کے اوپر اپنی ذات سے ہے) کے قائل نہیں ہیں اور کیا معیت کے سلسلہ میں انہوں نے

فوقیت اور معیت

نہیں لکھا ہے لہٰذا کہ حُوْمَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ مخلوق کے ساتھ مختلط ہے۔ بلکہ وہ عرش کے اوپر ہے، اپنی مخلوقات پر نظر رکھتا ہے، وہ اُن کا شاہ ہے اور ان پر مطلع ہے، اور لکھا ہے۔ الْقَمَرُ آيَةٌ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ مِنْ اصْغَرِ مَخْلُوقَاتِهِ وَهُوَ مَوْضِعٌ فِي السَّمَاءِ وَهُوَ مَعَ الْمَسَافِرِ اَيْنَمَا كَانَ۔ (ماہتاب اللہ کی آیات میں سے ایک آیت ہے، وہ اس کی مخلوقات میں اصغر ہے اور آسمان میں ہے۔ اس کی معیت مسافر اور غیر مسافر کے ساتھ ہر جگہ ہے)۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی معیت کو علمی معیت قرار دے کر قمر کی مثال سے سمجھایا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے اثبات فوقیت اور استقرار بر عرش کے سلسلہ میں جو عبارت لکھی ہے علامہ ابو حیان کی نظر سے گزری ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے لکھا ہے یہ

وَأَمَّا اسْتِوَاؤُهُ عَلَى الْعَرْشِ فَحَمَلُهُ عَلَى ظَاهِرِهِ مِنَ الْإِسْتِقْرَارِ بِذَاتِهِ عَلَى الْعَرْشِ قَوْمٌ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ وَالْمُجَاهِدُونَ عَلَوًّا كَبِيرًا۔
ایک قوم نے عرش پر اللہ کے استوار کو ظاہر پر حمل کیا ہے کہ وہ عرش پر اپنی ذات سے مستقر ہے۔ ظالموں اور جاہدوں کی اس بات سے اللہ تبارک و تعالیٰ، بالا و برتر ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے حدیث نزول کے بیان میں لکھا۔ لہٰذا

الإسرائيليات تذكرو على وجه المتابعة لاعلى وجه الاعتماد عليها۔

”اسرائیلیات کو دوسرے درجہ میں جس کو متابعت کہتے ہیں ذکر کیا جاسکتا ہے نہ صرف اسی پر اعتماد کرنے کے درجہ میں۔“

یہ قاعدہ بیان کر کے یہودیوں کا یہ افسانہ لکھا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو بادل نے گھیر لیا، اور انہوں نے بادل میں سے یہ آواز سنی۔ ”اے ایوب میں اللہ ہوں، میں تمہارے قریب آگیا ہوں اور تمہارے قریب نازل ہوتا ہوں۔“

علامہ ابن تیمیہ اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے واسطے اسرائیلیات تک کو لے رہے ہیں، حالانکہ مشکات کے باب الاعتصام بالکتاب والسنة میں امام احمد و بیہقی کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، ہم یہودیوں سے ان کی باتیں سنتے ہیں اور ہم کو بھلی لگتی ہیں کیا آپ کی اجازت ہے کہ ہم ان کو لکھ لیا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ اَمْتَهُمْ كَوْنٌ اَنْتُمْ كَمَا تَهْوَوْنَ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى۔ کیا تم بھی حیران ہو گئے ہو جس طرح پر یہود و نصاریٰ حیران ہو گئے ہیں۔ میں تمہارے پاس ایسی روشن اور صاف شریعت لایا ہوں کہ اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے، بجز

لہٰذا ملاحظہ کریں رسالہ ”العقيدة الواسطية“ کو مجموعہ رسائل کبریٰ کے پہلے حصہ کے صفحہ ۳۹۵ میں۔

لہٰذا تفسیر ابو حیان ج ۴ ص ۳۰۰۔ لہٰذا شرح حدیث النزول ص ۹۰۔

میری پیروی کے ان کے لئے کوئی راہ نہ تھی۔

اگر اسرائیلیات میں بال برابر بھی فائدہ ہوتا تو حضرت عمرؓ اُمّتھو کون اُنْتُم، الخ نہ سنتے۔ علامہ ابن تیمیہ اپنے مسلک کے اثبات کے لئے اسرائیلیات تک سے گریز نہیں کرتے۔ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی جو تصویر بنائی ہے وہ کاملاً انسان کی شکل ہے، اس کو تخت پر (عرش پر) بٹھایا ہوا دکھایا ہے اس کے دونوں پاؤں لٹک رہے ہیں۔ یہی سب کچھ ابن تیمیہ کر رہے ہیں، وہ اپنے پیش روؤں میں سے ان لوگوں کے اقوال لکھ رہے ہیں جن کو خود حنابلہ نے رد کیا ہے۔

یگانہ دہر علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی معروف بہ ابن جوزی متوفی ۹۷۴ھ صدیقی نسب، حنبلی مذہب، صاحب تصانیف کثیرہ کے متعلق ابن عماد نے لکھا ہے۔

سئل عن عدد تصانیفه فقال زیادة علی ثلاثمائة واربعین مصنفاً منها ما هو عشرون مجلداً و اقل و قال الحافظ الذہبی ما علمت ان احداً من العلماء صنف ما صنف هذا الرجل۔ ان سے تصنیفات کے متعلق دریافت کیا گیا، فرمایا کہ تین سو چالیس سے زائد ہیں۔ ان میں سے کوئی تصنیف بیس جلدوں میں ہے اور کوئی کم ہے، حافظ ذہبی نے کہا ہے۔ میرے علم میں نہیں کہ علماء میں سے کسی نے اتنی تصنیفات کی ہوں۔ رحمہ اللہ۔

آپ نے ایک کتاب ”دفع شبه التشبیہ والترد علی المجتہمہ“ لکھی ہے، استاد ابو زہرہ نے اپنی کتاب ”ابن تیمیہ“ میں ص ۲۶۲ سے ص ۲۶۶ تک، اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔ مختصر طور پر کچھ حصہ مفہوم بیان کرتا ہوں۔ لکھا ہے۔

ہمارے اصحاب میں سے (یعنی حنابلہ میں سے) جن افراد نے اصول میں (عقائد میں) غیر مناسب کلام کیا ہے، ان میں سے تین افراد نے کتابیں لکھی ہیں۔

۱۔ ابو عبد اللہ ابن حامد متوفی ۳۸۴ھ۔

۲۔ قاضی ابو یعلیٰ متوفی ۴۵۸ھ۔

۳۔ ابو الحسن علی ابن زاغوانی متوفی ۵۲۷ھ۔

ان تینوں نے کتابیں لکھ کر حنبلی مذہب کو بدنام کیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ عوام الناس کے درج پر اتر آئے ہیں۔ انہوں نے اللہ کی صفات کو مقتضائے جس پر حمل کر لیا ہے۔ انہوں نے حدیث ”ان اللہ خلق آدم علی صورۃ شیخی“ (اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اور اللہ کے واسطے، زائد علی الذات، صورت اور چہرے کا اثبات کر دیا۔ بلکہ دو آنکھیں، منہ، لہوات، (کٹوا) اضر اس (ڈاڑھ)

أضواء لوجہ (چہرے کے لئے نور) دو ہاتھ، انگلیاں، ہتھیلی، چوٹکیا، انگوٹھا، سینہ، ران، پنڈلیاں، اور دو پاؤں ثابت کر دیئے اور سر کے متعلق کہہ دیا۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے مگر کون کہ ہم نے کچھ سنا نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اسماء اور صفات کے ظاہر کو لیا ہے اور ان کا نام صفات رکھ دیا ہے۔ تَنْمِيَةٌ مُّبْتَدِعَةٌ (نیا نام رکھنا ہے) ان کے پاس نہ عقلاً کوئی دلیل ہے اور نہ نقلاً، ان لوگوں نے ان نصوص کی طرف توجہ نہیں کی جو ظواہر سے معانی واجبہ اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتی ہیں۔

یہ لوگ تشبیہ کے نام سے بگڑتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہم اہل سنت ہیں۔ حالانکہ ان کا کلام صریح تشبیہ ہے۔ عوام الناس میں سے ایک مخلوق ان کی پیروی ہو گئی ہے۔ میں نے پیروان اور سروران کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ تم اپنے امام، حضرت احمد کو دیکھو، ان پر کوڑے برسائے جا رہے تھے اور وہ یہی فرماتے رہے، "میں ایسی بات کس طرح کہہ دوں جو نہ کہی گئی ہو۔"

اور علامہ ابن جوزی نے ان لوگوں کی سات غلطیاں گنائی ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

۱- ان لوگوں نے اخبار کو، اخبار صفات قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ وہ اضافات ہیں اور ہر مضاف صفت نہیں ہوا کرتا۔ اللہ نے کہا ہے۔ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فِيهِ مِنْ دُونِ حِيٍّ۔ میں نے اس میں اپنی روح پھونکی۔ روح کی اضافت یائے متکلم کی طرف ہے۔ حالانکہ اللہ کی صفات میں سے کوئی صفت روح نہیں۔ جو لوگ مضاف کو صفت قرار دیتے ہیں وہ نئی بات نکال رہے ہیں۔

۲- یہ لوگ احادیث صفات کو متشابہات میں سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور متشابہ وہ ہے جس کے معنی کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، اور پھر یہ لوگ کہتے ہیں، ہم ان احادیث کو ظاہر پر حمل کریں گے، فَوَاجِبًا (کیا انوکھی بات ہے) جس کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہ جانے، اس کا ظاہر ہی کیا، ظاہری معنی کے لحاظ سے استواء کے معنی بیٹھنے کے اور نزول کے معنی منتقل ہونے کے علاوہ اور کیا ہے۔

۳- یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے واسطے صفات ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کی صفات کو اسی طرح قطعی دلیل سے ثابت کرنا چاہئے جس طرح اللہ کی ذات کا اثبات قطعی دلیلوں سے کیا گیا ہے۔

۴- یہ لوگ صفات کے ثابت کرنے کے سلسلہ میں خبر مشہور اور خبر غیر صحیح کے باہین فرق نہیں کرتے، خبر مشہور کی مثال يَنْزِلُ اللَّهُ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا ہے۔ اللہ دنیا کے آسمان پر اترتا ہے، اور خبر غیر صحیح کی مثال رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ میں نے اپنے پروردگار کو بہت اچھی صورت میں دیکھا۔

۵- یہ لوگ حدیث مرفوع اور حدیث مقطوع میں فرق نہیں کرتے، مرفوع وہ حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہو اور مقطوع وہ ہے جو صحابی یا تابعی پر رک گئی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت نہ کی گئی ہو۔

۶- یہ لوگ بعض الفاظ کی کسی جگہ تاویل کرتے ہیں اور کسی جگہ نہیں کرتے۔ جیسے مَنْ أَنَا فِي يَمِينِي

أَتَيْتُهُ هَرَوَلَةً - جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف پیک کر جاتا ہوں۔ اس جگہ یہ لوگ کہتے ہیں -
ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلْإِنْحَامِ - اللہ نے انعام کرنے کے لئے ایک مثال بیان کی ہے۔

۷۔ یہ لوگ احادیث کو مقتضائے جس پر حمل کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اللہ اپنی ذات سے نزول کرتا ہے۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے اور گھومتا ہے اور پھر یہ بھی کہتے ہیں۔ لَا مَكَانَ نَعْقُدُ - نہ جیسے کہ ہم سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ سننے والوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں۔ اور عقل کے ساتھ اور جس کے ساتھ سینہ زوریاں کرتے ہیں۔

استاذ ابو زہرہ کا بیان پہلے گذر چکا ہے انہوں نے حضرات
اکثر ثلاثہ، ابو حنیفہ، مالک اور شافعی کو ابن تیمیہ کے مقابلہ میں

لانا پسند نہیں کیا تھا، پھر انہوں نے لکھا ہے لہ

ابن تیمیہ نے کوئی نئی بات نہیں لکھی ہے اور مسئلہ صفات میں وہی بات کہی ہے جو ان سے پہلے کہی
جا چکی ہے۔ وَلَكِنَّ السَّابِقَ لَمْ يَسْعَفْ بِيَمَانِ قَوِي كِبِيَانِ ابْنِ تَيْمِيَّةٍ وَلَمْ يَسْعَفْ بِيَدِيَّةٍ
حاضرة كبد يهته یعنی پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو ابن تیمیہ سا زور بیان اور حاضر جوابی کہاں ملی تھی۔
لیکن اب علامہ ابن جوزی کے کلام کو لکھ کر استاذ ابو زہرہ کو کہنا پڑا۔ ”باوجود سعی و تلاش کے
مجھ کو پتہ نہ چل سکا کہ علامہ ابن تیمیہ نے علامہ ابن جوزی کے کلام کا رد لکھا ہو“ اور یہ بھی لکھنا پڑا۔
”یقیناً سلف میں سے بعض افراد نے بعض عبارات میں توقف کیا ہے جیسے لفظ استوار ہے۔ اس کا
ترجمہ نہیں کیا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ سلف نے بعض عبارات کا بیان از روئے مجاز کیا ہے، جیسے
جَاءَ رَبُّكَ هَ - اس کا بیان ”جَاءَ أَمْرٌ رَبِّكَ“ سے کیا ہے یعنی آیا تمہارے پروردگار کا حکم۔“
علامہ ابن جوزی نے جن افراد کا رد لکھا ہے ابن تیمیہ نے ان کا اتباع خوب کیا ہے وہ کہتے ہیں
کہ اللہ اپنی ذات سے عرش کے اوپر حقیقتاً ہے۔ اور اللہ کے واسطے جہت فوق ثابت کرتے ہیں۔ اس
کیفیت کو دیکھ کر استاذ ابو زہرہ کو لکھنا پڑا۔ لہ

وَبَعْدَ هَذَا الْعَرَضِ لِلْإِنظَارِ الْمَخْتَلِفَةِ نَتَهَى إِلَى أَنَّ لَنَا مِيلًا إِلَى طَرِيقَةِ ابْنِ تَيْمِيَّةٍ فِي فَهْمِ
الْمُتَشَابِهِ لِأَنَّهَا تَفْضِي بِنَا إِلَى تَوْهَمِ التَّشْبِيهِ وَالتَّجْسِيمِ وَخُصُوصًا بِالنِّسْبَةِ لِلْعَامَةِ وَنَرْتَضِي بِلَارِبِ
طَرِيقَةِ الْغَزَالِيِّ فِي تَقْرِيْبِ الْأَلْفَاظِ - ذَلِكَ التَّقْرِيْبِ الْفِكْرِيِّ الْمُسْتَقِيمِ -

وَنُرِي أَن تَخْرِيجَ كَلَامِ السَّلَفِ عَلَى مَنَاجِ الْغَزَالِيِّ أَسْلَمَ، وَلَا نَسُوغَ لِأَنْفُسِنَا
أَن نَقُولَ مُتَهْجِمِينَ عَلَى ابْنِ تَيْمِيَّةٍ إِنَّهُ أَحَقُّ وَأَصْدَقُ وَلَكِن نَقُولُ بِلَارِبِ أَنَّهُ أَدَقُّ وَ
أَسْلَمُ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ -

لہ ملاحظہ کریں ۲۹۳

لہ ملاحظہ کریں ۲۹۴

ان مختلف نظریات و افکار کو پیش کرنے کے بعد ہم اس بات پر پہنچے ہیں کہ متشابہات کے سمجھنے میں ہم ابن تیمیہ کے طریقہ کی طرف مائل نہیں ہیں کیوں کہ ان کا طریقہ ہم کو تشبیہ اور تجسیم کے واسطے میں ڈالتا ہے اور خاص کر عوام کو اور ہم بلاشک غزالی کے طریقہ کو الفاظ کے قریب لانے کے سلسلہ میں پسند کرتے ہیں، ایسا قریب لانا جو فکر مستقیم پر مبنی ہے۔

اور ہم سمجھتے ہیں کہ سلف کے کلام کی تخریج غزالی کے طریقہ پر اسلم ہے اور ہم اپنے لئے اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ابن تیمیہ پر حملہ کرتے ہوئے ہم غزالی کے طریقہ کو احق اور اصدق کہیں، لیکن ہم بلاشک اس کو زیادہ دقیق اور خوب سلامتی والا کہیں گے۔

علامہ ابن تیمیہ نے تیس سال ان مسائل کے حل کرنے میں صرف

کئے ہیں، ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے، "شہر ربیع الاول ۶۹۵ھ" میں پہلی مرتبہ علماء کرام فتویٰ جمویہ کے سلسلہ میں ان کے خلاف اٹھے، ان مسائل میں جتنا ان کا شغف بڑھتا گیا، علماء کرام ان سے کٹتے گئے۔ علامہ ابن تیمیہ نے صد ہا صفحات ان مسائل سے سیاہ کئے اور بات جہاں تھی وہاں کی وہیں رہی۔ اب میں المحقق علی الاطلاق علامہ ابن الہمام کی مختصر عبارت لکھتا ہوں تاکہ اہل سنت و جماعت کا صحیح مسلک سامنے آجائے۔ لکھا ہے،

الأصل الثامن، انه تعالى استوى على العرش مع الحكم بانه ليس كاستواء الاجسام من التمكن والمماساة والمحاذاة بل بمعنى يليق به هو سبحانه اعلم به وحاصله وجوب الايمان بانه استوى على العرش مع نفي التشبيه فاما كون المراد انه استيلاءه على العرش فأمر جائز الارادة اذ لا دليل على ارادته عينا فالواجب عينا ما ذكرنا واذ خيف على العامة عدم فهم الاستواء اذ لم يكن بمعنى الاستيلاء الا باتصال ونحوه من لوازم الجسمية وان لا ينفوه فلا بأس بصرف فهمهم الى الاستيلاء فانه قد ثبت اطلاقه و ارادته لغة في قوله . قد استوى بشر على العراق وقوله . فلما علونا واستوينا عليهم ؛ جعلناهم مرعى لنسروطا شرعى على نحو ما ذكرنا كل ما ورد مما ظاهره الجسمية في الشاهد كالاصبع والقدم واليد . فان اليد وكذا الاصبع وغيرها صفة له تعالى لا بمعنى الجارية بل على وجه يليق به وهو سبحانه اعلم به . وقد توول اليد والاصبع بالقدرة والقهر واليمين في قوله صلى الله عليه وسلم الحجر يمين الله في الارض على التشريف والاكرام لما ذكرنا من صرف فهم العامة عن الجسمية وهو ممكن ان يبراد ولا يجزم بارادته خصوصا على قول اصحابنا انها من المتشابهاة وحكم المتشابهاة انقطاع رجاء معرفة المراد منه في هذه الدار والالكان قد علم . اهـ .

لہ درکامزج ۱۳۵۰ - ۱۳۵۱ المسایرہ فی العقائد المنجیہ فی الآخرہ ج ۱ ص ۱۳۵

آٹھویں اصل۔ یقیناً عرش پر اللہ تعالیٰ کا استوار ہے، ساتھ ہی اس کا یقین رکھنا ہے کہ اللہ کا استوار اجسام کے استوار کی طرح نہیں ہے کہ ایک جسم دوسرے جسم پر متمکن ہو یا اس سے چھو رہا ہو یا اس کے محاذات میں ہو بلکہ اس معنی میں ہے جو اللہ کے شایان شان ہے اور جس کا علم اسی کو ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس پر ایمان واجب ہے کہ اللہ کا استوار عرش پر ہے مع نفی تشبیہ کے۔ اور اگر عرش پر استوار کا بیان عرش پر استیلا سے کیا جائے تو ایسا بیان کرنا جائز ہے لیکن یہ بات یقینی نہیں ہے کیوں کہ اس معنی کے متعین ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ متعین صرف وہی بات ہے جو ہم کہہ چکے ہیں اور اگر عوام الناس کے متعلق کھٹکا ہو کہ وہ استوار سے بیان کرنے کی صورت میں اُن معانی کی نفی نہیں کریں گے جو جسمیت کے لوازمات میں سے ہے، جیسے اتصال، تمکن وغیرہ تو عوام کے ذہن کو ان لوازمات سے بچانے کے لئے۔ استوار کا بیان استیلا (غالب آنا) سے کرنے میں مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ از روئے لغت استیلا کے معنی میں استوار کا استعمال ہوا ہے۔ عرب نے کہا ہے۔ عراق پر بشر کا استوار ہو گیا یعنی اس کا استیلا ہو گیا۔ اور عرب نے کہا ہے۔ جب ہم بھاری پڑے اور عراق پر بشر کا استوار ہو گیا تو ہم نے ان کو (دشمنوں کو) چیل اور پرندوں کی غذا بنا دیا (یہاں استوار استیلا کے معنی میں ہے) جو بیان ہمارا استوار کے متعلق ہے یہی بیان ان تمام الفاظ کے متعلق ہے جو بہ ظاہر جسمیت کے ساتھ نظر آتے ہیں، جیسے انگلی، قدم، ہاتھ۔ کیوں کہ اس طرح کے وارد الفاظ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اُن میں جارحیت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی کیفیات ہیں جو اس کے شایان شان ہیں۔ البتہ ہم عوام کے ذہن کو جسمیت کے معانی سے ہٹانے کے لئے ان کی تاویل کر سکتے ہیں۔ مثلاً ہاتھ اور انگلی کی تاویل قدرت اور غلبہ سے اور اسی طرح یمن اللہ کی جو حجر اسود کے متعلق وارد ہے۔ تکریم اور تعظیم سے تاویل کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ ایسی تاویلات کو قطعی نہ سمجھا جائے۔ ہمارے اصحاب کے نزدیک ایسے تمام الفاظ متشابہت میں سے ہیں اور متشابہ کا حکم یہ ہے کہ اس دنیا میں ان کی مراد سمجھنے سے امید منقطع ہو چکی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی ان کا علم ہو گیا ہوتا۔“

سبحان اللہ، کیا مختصر، جامع اور ایمان پرور تحریر ہے۔ نہ عرش کے غلو کا بیان ہے، نہ نور قمر سے بحث اور نہ اسرائیلیات کی خرافات کا ذکر، یہ ہے مصداق مَاقَلَّ وَكَفَى خَيْرًا قَمَّا كَثُرَ وَالْقَهَى“ کا، یعنی جو کم ہو اور کافی ہو، وہ بہتر ہے اس سے جو بہت ہو اور پراگندگی کا سبب بنے۔

قطب الأقطاب حضرت محمد بن علی حاتمی اندلسی معروف بہ ابن عربی ملقب بہ شیخ اکبر، شب دوشنبہ ۱۷ رمضان ۶۶۸ھ کو اندلس میں متولد ہوئے اور آپ کی وفات شب جمعہ ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ کو دمشق میں ہوئی، اور جبل قاسیون میں مدفون ہوئے، وہ پہاڑی حصہ اب صالحیہ کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ یوسف نبہانی نے لکھا ہے کہ "حضرت ابن عربی کو شیخ اکبر کا خطاب شیخ الشیوخ غوث زمان ابودین نے دیا ہے۔" آپ نے علم ظاہر بہ تمام و کمال، علماء اعلام سے اور علم باطن شیخ جمال الدین یونس قصار سے حاصل کیا، شیخ قصار غوث اعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کے خلیفہ تھے۔ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَىٰ رَهْمَتِهِمُ الْعَلِيَّةَ۔

حضرت نور الدین عبدالرحمن جامی قدس اللہ سرہ السامی نے لکھا ہے کہ آپ کی تصنیفات پانچ سو سے زیادہ ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ان کی تصنیفات بہت ہیں۔ اگر کوئی تصنیف ایک کراسہ (آٹھ ورقی جز) کی ہے تو کوئی ایک سو جلدوں میں ہے۔ انہوں نے ایک تفسیر لکھی۔ اس کا نام التفصیل فی اسرار معانی التنزیل ہے۔ سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ تک چونٹھ جلدوں میں لکھی گئی ہے۔ اس تفسیر کا بیشتر حصہ لوگوں نے چرایا ہے۔

آپ کی کتابوں میں فتوحات نگیہ اور فصوص الحکم بہت مشہور ہیں، شیخ بزرگوار حضرت خواجہ محمد پارسا خلیفہ حضرت سید محمد بہار الدین نقشبند امام الطریقہ قدس اللہ سرہ ہما کے متعلق مولانا جامی نے لکھا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فصوص جان ہے اور فتوحات دل۔ اور جامی نے لکھا ہے۔ جس قدر حقائق اور اسرار کا بیان ان دو کتابوں میں ہے، کسی دوسری کتاب میں نہیں، اور نہ اس طائفہ مبارکہ میں سے کسی نے ایسے اسرار و حقائق بیان کئے ہیں، آپ پر طعن کرنے والوں کی وجہ تقلید اور تعصب ہے، یا اصطلاحات سے ناواقفی۔

مرآة الجنان ۱۱۵۔ نفحات الانس اور شذرات الذہب میں لکھا ہے:

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اکبر ابن عربی کا آمنا سامنا راستہ میں ہو گیا۔ ایک نے دوسرے پر نظر ڈالی اور ہر ایک اپنی راہ پر ہویا۔ بعد میں کسی نے ابن عربی سے سہروردی کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ رَجُلٌ مَمْلُوءٌ مِنْ فَرْقِهِ إِلَى قَدَمِهِ مِنَ الشُّكَّةِ۔ ایسے شخص ہیں کہ از سر تا قدم سنت سے بھرے ہوئے ہیں۔ پھر اس نے سہروردی سے ابن عربی کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ هُوَ بَخْرُ الْحَقَائِقِ وَهُوَ حَقَائِقُ كَأَسْمَدٍ هِيَ۔

حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ آیات الہیہ میں سے ایک آیت باہرہ تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ پر اسرار و معارف اور حقائق کے دروازے کھول دیئے تھے، ان کی قدر و منزلت وہی افراد جان سکتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے علم ظاہر اور علم باطن عنایت کیا ہے، شیخ یوسف امام صفدی نے فرمایا ہے کہ

۱۱۵ جامع کرات الاولیاء ج ۱ ص ۱۱۱۔ ۱۱۶ نفحات الانس قلمی ص ۱۱۱۔ ۱۱۷ سان الیزان ج ۵ ص ۱۱۱۔ ۱۱۸ ملاحظہ کریں ج ۳ ص ۱۱۱۔

۱۱۹ ملاحظہ کریں ج ۵ ص ۱۱۱۔ ۱۲۰ ملاحظہ کریں شذرات الذہب ج ۵ ص ۱۱۱۔

”یہ علم جس کی نسبت ابن عربی کی طرف کی جاتی ہے ان کی ایجاد نہیں ہے، البتہ وہ اس فن میں ماہر تھے، اس فن کے واقف کاروں کا قول ہے کہ اس کی معرفت کشف سے ہوتی ہے۔“

جب زین الدین خانی سے امام صفدی کی بات کہی گئی، آپ نے فرمایا۔ ”ان کی یہ بات اچھی ہے اور میں اس پر اضافہ کرتا ہوں کہ جب بندہ اخلاق الہیہ سے متخلق ہو کر حقائق سے آگاہ ہو جاتا ہے، اس کو جذبات الہیہ کھینچ لیتی ہیں، اس وقت اس کی ذات مضمحل اور اس کی صفات ناپید ہو جاتی ہیں، وہ ماسویٰ اللہ سے پوری طرح آزاد ہو جاتا ہے، اس وقت اس پر تجلیات الہیہ کا ورود ہوتا ہے اور وہ بہ تمام و کمال حق تعالیٰ میں فانی ہو جاتا ہے، اس سے ہر شے غائب ہو جاتی ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ ہر شے کا عین اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور یہ پہلا مقام ہے اور جب اللہ کی عنایت سے اس سے اعلیٰ مقام کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تمام اشیا کو وجود الہیہ کا فیضان پاتا ہے، عین وجود الہیہ نہیں پاتا۔“

ولی پروردگار شیخ عبدالغنی نابلسی نے حضرت شیخ اکبر، ابن فارض، عقیف تلمسانی اور..... ابن سبعین و عبدالکریم جبلی کے اقوال کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے لہ

”انہم قائلون بوحدة الوجودہم واتباعہم الی یوم القیامة ان شاء اللہ تعالیٰ ولیس قولہم بذلك مخالفالما علیہ ائمة اهل السنة والجماعة وحاہم من المخالفة وانما المنکر علیہم وعلی امثالہم انکر من قصورفہم۔ وقلة معرفتہ باصطلاحہم وعدم علمہ بان علومہم مبنیة علی الکشف والعیان علوم غیرہم مستعارة من الخواطر الفکریة والاذہان، وابدایة طریقہم التقوی والعمل الصالح وابدایة طریق غیرہم مطالعة الکتب والاسئد اد من المخلوقین فی حصول المصالح۔ ونہایة علومہم الوصول الی شہود حضرة الحی القیوم ونہایة علوم غیرہم تحصیل الوظائف وجمع الحطام الذی لا یدوم“

یہ حضرات اور ان کے پیروان، اگر اللہ نے چاہا۔ قیامت تک وحدت وجود کے قائل ہیں۔ اور ان کا قول ائمہ اہل سنت وجماعت کے مسلک کے خلاف نہیں ہے۔ وہ مخالفت سے پاک ہیں۔ ان پر اور ان کے امثال پر انکار کرنے والوں کا انکار، ان کے فہم کی کوتاہی اور مشائخ کی اصطلاحات سے کم واقف ہے اور نیز ان کی اس بات سے لاعلمی ہے کہ ان حضرات کے علوم کی بنا اور اساس کشف اور عیان پر ہے جب کہ ان کے اغیار کا علم فکری خیالات اور اذہان سے لیا گیا ہے، ان حضرات کے ہر لفظ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے ڈر اور نیک اعمال پر ہے اور ان کے غیروں کی ابتدا کتابوں کے مطالعہ اور مخلوق سے مصالح کے حاصل کرنے پر ہے۔ اور ان حضرات کے علوم کی انتہا حضرت حی قیوم کا شہود ہے اور ان کے غیروں کے علوم کا اختتام و طائف کا حاصل کرنا اور منافع فانیہ کے جمع کرنے پر ہے۔ الخ۔

لہ آپ نے رسالہ ”ایضاح المقصود من معنی وحدة الوجود“ میں لکھا ہے۔ اس رسالہ کو ”الاب اغناطیوس عبد الخلیفة الیسوعی“ نے کسی مجموعہ میں ص ۲۵ سے ۳۱ تک بارہ صفحات میں چھاپا ہے۔ میرے پاس ان بارہ صفحات کی فوٹو اسٹیٹ کیا گیا ہے۔ ص ۲۵ پر یہ عبارت ہے۔

حضرت عبدالغنی نابلسی علماء اعلام اور اولیاء کرام میں سے ایک فرد اکمل تھے آپ صاحب تصانیف تھے۔ اصحاب توحید و جود کی متعلق آپ کا بیان حجت ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہ اس راہ کے نشیب و فراز سے پوری طرح واقف تھے، آپ توحید و جود کی اسرار و معارف سے آگاہ تھے۔ آپ نے توحید و جود کو مقام قلب سے وابستہ کیا ہے اور فرمایا ہے:

”جب اللہ تعالیٰ اس مقام (مقام قلب) سے بالاتر لے جاتا ہے تو یہ احوال و کیفیات رو بہ زوال ہو جاتی ہیں۔ جتنا آگے بڑھے گا اتنا ہی ان احوال سے مناسبت کم ہوتی جائے گی۔“

اور آپ نے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے علو قدر کا بیان اس طرح کیا ہے:

”اس جماعت (جماعت صوفیہ صافیہ) میں شیخ اکبر سے پہلے کسی نے بھی ان علوم و اسرار میں زبان نہ کھولی تھی اور اس حقیقت کو کسی نے بھی اس طرح بیان نہ کیا تھا، اگرچہ مدہوشی اور سُکر کی حالت میں اُن کی زبان پر ”انا الحق“ اور ”سبحانی“ جیسے الفاظ جاری ہوئے ہیں، لیکن اتحاد کی وجہ اور توحید کی منشاء کو کوئی نہ پاسکا تھا۔ جناب شیخ اکبر کی ذات اس جماعت کے متقدمین کے واسطے برہان اور متاخرین کے واسطے حجت ہے۔“

اور آپ نے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے مساعی جمیلہ کو سراہتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

”متقدمین کے زمانہ میں توحید کا مسئلہ اچھی طرح تحریر میں نہ آسکا تھا، جو شخص مغلوب الاحوال ہوتا تھا اس کی زبان پر سُکر آمیز کلمات جاری ہو جاتے تھے۔ وہ سُکر و مدہوشی کے غلبہ کی وجہ سے اس کی تہہ تک نہیں پہنچتا تھا اور نہ اس بعبید کو پاسکتا تھا جب شیخ بزرگوار محی الدین ابن عربی کی نوبت آئی۔ آپ نے اس دقیق مسئلہ کو خوب شرح و بسط سے بیان کیا۔ انھوں نے علم نحو و صرف کی طرح اس مسئلہ کو مثبت اور مفصل (بابوں اور فصلوں میں) بیان کر کے مذکور کیا۔ باوجود اس کے پھر بھی ایک جماعت آپ کے مطلب کو نہ سمجھ سکی اور اس نے آپ کو غلطی پر قرار دے کر آپ پر طعن و ملامت کی۔ حالانکہ اس مسئلہ میں جناب شیخ اپنی اکثر تحقیقات میں حق پر ہیں اور آپ پر طعن کرنے والے ناحق پر۔ اس مسئلہ کے حل اور بیان کرنے سے جناب شیخ کی بزرگی اور آپ کے علم کی بے پایانی کا اندازہ لگانا چاہئے، نہ یہ کہ اُن کو رد اور ان پر طعن کی جائے۔“

وہ حضرات عالی قدر جو عامل الیومائین تھے، جن کے پاک سینوں کو رب العزت نے تخرج العزیزین یکتبیان بینہما بزرخ لا یبغیان... بنا دیا تھا، ان میں ”دو دریا بہائے“ ان کے بیچ میں روک رکھی، ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کر سکتا۔ یہ دو دریا بھر شریعت اور بحر طریقت ہیں اور وہ روک میان روی ہے جو افراط اور تفریط سے پاک ہے۔ ایسے گرامی قدر والا منزلت حضرات جناب شیخ اکبر کی

۱۔ ملاحظہ کریں کتب شریف کا دفتر اول کتب ۲۹۱۔ ۲۔ ملاحظہ کریں دفتر دوم کتب ۳۔ ملاحظہ کریں دفتر سوم کتب ۴۔

بزرگی اور جلالتِ قدر کے قائل تھے۔

مَضَّتِ الدُّهُودُ وَمَا أَتَيْنَ بِمِثْلِهِ وَلَقَدْ آتَىٰ فَعَجَزْنَا عَنْ نَظَرِائِهِ

”زمانے گزرے اور ان کا مثل نہ لائے، اور وہ آئے تو ان کی نظیر لانے سے عاجز رہے“

(آپ نے علومِ کسبیہ اور علومِ دہبیتہ کو جمع کر لیا تھا، توحید کا علما، خَلْقًا، خَلْقًا ایسا غلبہ ہو گیا تھا کہ کسی وجود کی پروا نہ رہی تھی، چاہے وہ مقبل ہو، چاہے معرض، آپ کو اپنے کام سے کام تھا، نہ کسی سے مدح و ثنا کے طالب، نہ کسی کے سب و شتم کی پروا، بلکہ برا کہنے والوں پر مزید لطف و کرم کیا کرتے تھے، دمشق کے ایک شخص نے اپنے اوپر لازم کر رکھا تھا کہ دس مرتبہ ہر روز آپ پر لعنت کیا کرے۔ جب اس کی وفات ہوئی اور آپ اس کے جنازہ میں شریک ہوئے، آپ پر اثر ہوا اور فوراً گھر تشریف لا کر قبلہ رُو ہو کر بیٹھ گئے، کھانے کا وقت ہوا، آپ اپنی جگہ پر رہے۔ صبح سے عشاء تک اپنے شغل میں مصروف رہے۔ پھر آپ خوش خوش اٹھے، اور کھانا کھایا، آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی، جب تک اس شخص کی مغفرت نہ ہو جائے میں کھانا نہ کھاؤں گا اور میں نے ستر ہزار مرتبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ پڑھ کر اس کو ثواب بخشا اور اس کی بخشش ہو گئی۔ آپ کو آپ کی حیات میں اور ممات میں بہت ایذا پہنچائی گئی ہے اور اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

اس سلسلہ میں آپ نے خبر بھی دی ہے، فتوحات میں آپ نے لکھا ہے۔ مقامِ ابراہیم کے پاس میں سو رہا تھا، مجھ سے ملائے اعلیٰ کی ارواح میں سے ایک روح نے اللہ تعالیٰ کی بات کہی: ”أَدْخُلْ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ آوَاهًا حَلِيمًا“ مقامِ ابراہیم میں داخل ہو، وہ رحم دل اور تحمل والے تھے۔ اس بات سے میں یہ سمجھا کہ مجھ کو بہت ایذا پہنچائی جائے گی کیونکہ حلیم مبالغہ کا صیغہ ہے اور آواہ اس شخص کو کہتے ہیں جو بہ کثرت تآوہ کرے۔ لہذا مجھ کو حلیم کرنا چاہئے۔ آپ پر جو کشف ہوا اس کا ظہور ہوا، اور جو حکم ملا اس پر پوری طرح عمل کیا، اللہ کی رحمتیں آپ پر ہمیشہ نازل ہوں لے

اگر علامہ ابن تیمیہ نے شیخ اکبر کو اس اُمت کا شیطان قرار دیا ہے، اُن کے کلام کی کنہی بھی بنالی ہے۔ اس سلسلہ میں

شیخ اکبر کے کلام کی کنہی

استاد ابو زہرہ کے کلام کا فلاحہ لکھتا ہوں۔ لکھا ہے لے

وہ اساس جس پر وعدۃ الوجود کا نظریہ قائم کیا گیا ہے یہ ہے کہ مخلوقات کا وجود کیا جناتِ شیطانی، کفار، فاسقین، کتے، خنازیر اور کیا نجاسات، کفر، فسق، عصیان کا وجود عین وجودِ رب ہے۔ لَا إِلَهَ مُمْتَزِعٌ عَنْهُ مُنْفَصِلٌ فِي ذَاتِهِ وَإِنْ كَانَ مَخْلُوقًا مَرْبُوبًا مَضْنُوعًا لَهُ قَائِمًا بِهِ۔ نہ یہ کہ ان کا وجود رب کے وجود سے متمیز اور منفصل ہو۔ اگرچہ ان کا وجود رب تعالیٰ کا مَرْبُوب، مَخْلُوق اور مَضْنُوع ہو اور اُسی سے

لہٰذا ابن القوسین عبارتِ شذرات الذہب سے لے ہے۔ لے امام ابن تیمیہ از کوئی ص ۶۱۵۔ لے کتاب ابن تیمیہ ص ۲۲۱۔

ان کا قیام ہو۔

ان لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ کائنات میں کثرت ہے اور اس کثرت کو عقل اور حس دیکھتی اور سمجھتی ہے لہذا ان کو ایسے قاعدہ کی ضرورت ہوئی جس سے کثرت زائل اور وحدت ثابت ہو۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے۔
 "وَجُودُ الْخَلْقِ هُوَ وَجُودُ الْحَقِّ وَغَيْبُهُ خَلْقٌ كَمَا وَجُودُ هِيَ حَقٌّ كَمَا عَيْنٌ وَجُودُ هِيَ۔"

استاذ بیطار نے علامہ ابن تیمیہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ یہ

علامہ ابن تیمیہ کا ایک خیال | "كُلُّ مَنْ خَالَفَنِي فِي شَيْءٍ قَتَلْتُهُ قَتْلًا كَتَبْتُهُ فَأَنَا أَعْلَمُ بِمَذْهَبِهِ مِنْهُ" جو بھی میری تحریر میں میری مخالفت کرے گا، میں اس کے مذہب کو اس سے زیادہ جانتا ہوں۔

اس میں کلام نہیں کہ علامہ ابن تیمیہ کا علم بہت وسیع تھا، حافظ نہایت قوی تھا، مذاہب اسلامی کا مطالعہ خوب کیا تھا، اور اس میں بھی شک نہیں کہ گھر کے خبایا اور خفایا سے گھر والا ہی واقف ہوتا ہے۔ یہ علامہ ابن تیمیہ کی نشوونما قبل مذہب میں ہوئی، اسی مذہب کو انہوں نے اساتذہ سے حاصل کیا، دوسرے مذاہب کا حسب ضرورت مطالعہ کیا، جو فرق استاذ سے پڑھنے اور خود مطالعہ کرنے میں ہے، وہی فرق اپنے مذہب اور دیگر مذاہب کے سمجھنے میں ہے اور اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ حنبلی مذہب کے بیان میں ان کا قول حجت ہے لیکن دوسرے مذاہب کے بیان میں حجت نہیں جو حکم دوسرے مذاہب کا ہے وہی حکم حضرات مشائخ صوفیہ کا ہے۔ ابن عماد نے کیا خوب قول نقل کیا ہے لے

وَمَا أَحْسَنَ قَوْلَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ لِرَجُلٍ وَقَدْ سَأَلَهُ أَنْ يَقْرَأَ عَلَيْهِ تَائِيَةً ابْنِ الْفَارِضِ فَقَالَ لَهُ دَعْ عَنْكَ هَذَا، مَنْ جَاعَ جُوعَ الْقَوْمِ وَسَهَرَ سَهْرَهُمْ رَأَى مَا رَأَوْا۔

"کیا ہی اچھی بات بعض علماء نے اس شخص سے کہی ہے جس نے ابن فارض کے قصیدہ تائیہ کے پڑھانے اور بیان کرنے کی فرمائش ان سے کی۔ کہ تم اس کے پڑھنے پڑھانے کو چھوڑو۔ جو شخص اس جماعت صوفیہ کی طرح فاقہ کشی اختیار کرے گا اور شب باشی میں مصروف رہے گا، وہ خود ان امور کا مشاہدہ کرے گا جن کا مشاہدہ ان افراد نے کیا ہے۔"

علامہ ابن تیمیہ کے زمانہ میں ایک دلی کامل محمد بن عبد اللہ بن ابی الجہد ابراہیم کا قیام مرشد کہلان میں تھا۔ یہ ایک چھوٹا گاؤں ہے۔

شیخ مرشدی کا واقعہ

لے ملاحظہ کریں کتاب حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۱۱۰۔ لے اس کی واضح مثال اسمان کی اصطلاح ہے، حنفیہ نے قیاس خفی کو اسمان کا نام دیا ہے، دوسرے مذاہب کے اکابر کو اس نام سے منطوق ہوا اور وہ یہ سمجھے کہ بلا دلیل شرعی حکم کرنے کا نام اسمان ہے، لہذا انہوں نے کہہ دیا "مَنْ اسْتَحْسَنَ فَقَدْ شَرَعَ" جس نے اسمان کیا اس نے شریعت بنائی۔ اور جب ان حضرات پر حقیقت واضح ہوئی، فرمایا "هَذَا هِيَ الْبَيِّنَةُ أَحَدٌ" یہ ایسی بات ہے کہ اس کا انکار اور اس پر رد کوئی نہیں کرتا۔ لے ملاحظہ کریں شذرات الذہب ج ۵ ص ۱۹۱۔

اسی گاؤں کی نسبت سے آپ کی شہرت المرشدی سے تھی۔ آپ کی وفات ماہ رمضان ۳۷۳ھ میں ہوئی ہے، ابو کثیر نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں، امام یافعی نے مرآة الجنان میں اور ابن عماد نے شذرات الذہب میں ۳۷۳ھ کے واقعات میں اور ابن حجر عسقلانی نے دررکامنه کی تیسری جلد کے صفحہ ۴۶۲ میں اور علامہ ذہبی نے اپنی بعض تالیفات میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی ولایت و بزرگی کا اعتراف کیا ہے لکھا ہے کہ وہ خلق خدا سے دور کین کے صحرائی اور ریگستانی علاقہ میں رہتے تھے۔ ان کی ولایت اور بزرگی کا چرچا اطراف عالم میں پھیل گیا تھا۔ خلق خدا کثرت سے ان کی زیارت کو جاتی تھی، بڑے بڑے علماء فضلاء، أمراء، وزراء مع قدم و حشم ان سے ملنے گئے۔ وہ تنہا اپنی قیام گاہ میں رہتے تھے، اور سب کو کھانا کھلاتے تھے۔ ہر ایک کو اس کی پسند کا کھانا پیش کرتے تھے، امام یافعی، علامہ ابن سید الناس وغیرہ ان کی زیارت کو گئے اور ان کی بزرگی اور ولایت کے قائل ہوئے۔ علامہ ابن تیمیہ نے ان کے واسطے بھی مخدومیت کی کنجی بنالی ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا سید مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے لہ

”یہ نام ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جن کے متعلق سمجھا جاتا تھا کہ کسی جتنی کو مسخر کر کے اس سے خدمت لیتے ہیں، گویا مخدوم سے مراد مخدوم الجن ہے۔ یہ اصطلاح تو اس زمانہ کی عام اصطلاح تھی، لیکن شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جن صوفیوں کے ساتھ دل کھول کر اس لفظ کو استعمال کیا ہے اور بے محابہ جس شخص کے متعلق جس وقت ان کا جی چاہتا ہے اپنے اس حربہ کو چلا دیتے ہیں، علمائے اسلام میں اس کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے، بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ ان کے بعد خود ان کے ماننے والوں نے بھی اس لفظ کے دائرے میں اتنی وسعت کو شاید جائز نہیں رکھا۔“

اور یہ بھی لکھا ہے لہ۔ ”شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحرانی جو طبقہ صوفیاء و مشائخ پر بے تحاشا تنقید کرنے میں اپنی نظیر آپ ہیں۔“

اور لکھا ہے لہ۔ ”شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے امام غزالی کی بعض کتابوں میں شکایت کی ہے کہ فلسفہ کے جال سے بھاگنے کی گو اس شخص نے پوری کوشش کی لیکن فلسفہ کی آٹھوں میں پھر بھی ٹانگیں اُلجھ کر رہ گئیں۔ شیخ الاسلام بڑے آدمی ہیں، ان کی علمی و دینی عظمت کا خیال سامنے آجاتا ہے۔ ورنہ میرا احساس تو یہ ہے کہ کچھ یہی کیفیت خود شیخ الاسلام ہی کی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ان کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر شعوری طور پر ان کے دماغ کو علت و معلول کے قانون کی زنجیروں میں کچھ اس طرح جکڑ دیا تھا کہ ان کے لئے یہ ناقابل برداشت تصور تھا کہ نہ کھانا پکانے والے دیکھے جاتے تھے، نہ پکنے والی چیزیں نظر آتی تھیں۔ لیکن ہر وقت پکا پکایا کھانا جتنے مہمان بھی مرشدی کے پاس آتے تھے، ان کی خواہش کے مطابق پیش کر دیا جاتا تھا۔“

لہ ملاحظہ کریں مقالات احسانی ص ۳۶۹ لہ ملاحظہ کریں ص ۳۱۲ لہ ملاحظہ کریں ص ۳۲۹۔

حضرات مشائخ کے ساتھ جو روئے علامہ ابن تیمیہ کا رہا ہے، اس کا کچھ اندازہ مولانا گیلانی کے بیان سے ہوتا ہے، ایسی صورت میں شیخ اکبر کے کلام کی جیسی بھی کنجی وہ بنائیں، بنا سکتے ہیں، اور پھر جب ان کا خیال یہ بھی ہو کہ میں ہر ایک کے مذہب کو اس سے بہتر جانتا ہوں، بیساکہ پہلے گزر چکا ہے۔

عارف نامی حضرت شیخ عبدالرحمن جامی نے "نفحات الانس" میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ اکبر پر رد و تکبر کرنے والے یا تو تقلید و تعصب میں مبتلا ہیں۔ یا شیخ اکبر کی اصطلاحات سے ناواقف ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ نے حضرت شیخ اکبر کے کلام کی جو کنجی بنائی ہے اس کا موازنہ صاحب الوعائین وَالصَّلَاةُ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کے بیان سے کیا جائے تاکہ حقیقت کا علم ہو۔

آپ نے شیخ عبدالعزیز جو نپوری کو چار اوراق کا مکتوب ارسال کیا ہے۔ اس مکتوب میں پہلے شیخ اکبر کا مسلک اور پھر اپنا مسلک بیان کیا ہے، میں شیخ اکبر کے مسلک کا ذکر کرتا ہوں جو کہ مفتاح الفتوحات والقصص ہے۔ لکھا ہے لہ

شیخ محی الدین اور ان کے پیرو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات عین ذات ہیں، ذات صفات نے اللہ تعالیٰ کے علم میں تمایز اور تباہیں پیدا کیا، اس تمایز اور تباہیں کا پہلا مرتبہ بہ صورت

اجمالی ہے، یہی تعین اول ہے اور اسی کو حقیقت محمدی کہتے ہیں۔ عَلَيَّ صَاحِبَهَا الصَّلَاةُ وَالنَّجِيَّاتُ اور پھر تفصیلی صورت میں ہے اور اس کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں جو کہ حقائق ممکنات ہیں۔ یہ حضرات کہتے

ہیں۔ خارج میں اعیان ثابتہ کا عکس ظاہر ہوا اور وہ عکس ممکنات کا وجود ہے۔ چون کہ عکس و سایہ ایک خیالی اور موہومی شے ہے، اس لئے ممکنات کا وجود تخیلی اور موہومی ہوا، حقیقت میں کچھ نہیں۔

چوں کہ یہ تخیلی اور موہومی عکس اللہ تعالیٰ کی صنعت اور کاریگری کا ہے اس لئے اس کے واسطے کمال اتقان اور پائنداری ہے، وہ مٹ نہیں سکتا، اس پر ثواب و عقاب کا ترتیب ہوتا ہے۔

حضرت مجدد نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ اسرارہما کی دو رباعیوں کی شرح میں حضرت شیخ اکبر کے مسلک کا بیان کیا ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ نے اس موہومی اور تخیلی

وجود کے عدم رفع پر بہت اصرار کیا ہے اور اس کے زوال کو کسی صورت میں بھی تجویز نہیں فرماتے۔ اور آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ حضرات صوفیہ کے نزدیک عالم کا وجود موہوم قوی ہے اور علماء کرام

کے نزدیک عالم کا وجود موجود ضعیف ہے۔

آپ نے شیخ عبدالعزیز جو نپوری کو تحریر کردہ مکتوب کے آخر میں لکھا ہے کہ علماء کرام اور مشائخ عظام نے سلامتی اور میانہ روی کے راستہ کے جانہین کو لیا ہے اور بیچ کا حصہ مجھ کو ملا ہے، اگر مشائخ عظام

لہ کتبات شریف دفتر دوم مکتوب۔

اعیان ثابتہ کا عکس اور اس کا ظل خارج میں پالیتے تو عالم کے وجودِ خارجی سے انکار نہ کرتے اور صرف وہم و تخیل پر انحصار نہ کرتے، اور اگر علمائے کرام اس بھید سے آگاہ ہو جاتے تو ممکن (غیر اللہ) کے واسطے وجودِ اصلی ثابت نہ کرتے بلکہ وجودِ ظلی پر اکتفا کرتے۔“

وحدت وجود کے متعلق حضرت مجدد کا یہ بیان ہے، آپ نے شیخ اکبر کے مسلک کو اور علمائے اہل سنت و جماعت کے مسلک کو میانہ روی اور خَیْرُ الْأُمُورِ اَوْ سَطُّهَا قرار دیا ہے، اور دونوں مسلکوں کے فرق کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس راہِ صواب کی ایک جانب حضرت شیخ نے لی ہے جو کہ موہوم قوی ہے اور دوسری جانب حضراتِ علمائے نے لی ہے جو کہ موجودِ ضعیف ہے۔ اور راہِ صواب کا میانہ حصہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھ کو عنایت کیا ہے۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے مسلک کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام اشیا، چاہے وہ کلیتہً ہوں چاہے جزئیہً، اور چاہے ذہنیہ ہوں چاہے خارجیہ، اور چاہے جوہر ہوں چاہے اعراض، ان میں ایک شے ایسی ہوتی ہے جو ایک کو دوسرے سے ممتاز اور علاحدہ کرتی ہے، اور ایک شے ایسی ہوتی ہے جو ان کو ملاتی ہے اور ان کا نشاءِ انتزاع اور مبدأً ترتیبِ احکام بنتی ہے۔ اسی امر مشترک کو حقیقۃ الحقائق کہتے ہیں اور یہی وحدۃ الوجود ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے حضرت شیخ اکبر کے استعمال کئے ہوئے الفاظ کو ظاہری معنی پر حمل کر کے ایک کبھی بنادی، جس نے تزییل و تکفیر کے دروازے فلاح پر کھول دیئے۔ حضرت مجدد قدس سرہ دونوں میدانوں کے شہسوار تھے، حضراتِ مشائخ کی اصطلاحات سے پوری طرح واقف تھے۔ آپ نے ایسی مفتاحِ نوید بنائی جو ان رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ کی نشاندہی کر رہی ہے۔ فَشَّانَ بَيْنَهُمَا۔

علامہ ابن تیمیہ نے شیخ اکبر کے کلام کی ایسی کبھی بنائی جس سے ان کی تزییل و تکفیر کی جاسکے، کو کبھی

تَوْحِيدِ الْوُجُودِ وَ تَوْحِيدِ الْوُجُودِ

صاحب نے لکھا ہے لہ

”وحدۃ الوجود کے مسئلے میں تو وہ اس شدت سے ابن عربی کے مخالف تھے کہ وہ ان کو ”اس امت کا شیطان“ لکھتے تھے۔“

باوجود اس سب کے علامہ ابن تیمیہ حضرت شیخ اکبر کے فلسفہ سے غیر شعوری طور پر متاثر ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ نے تنزیہ اور تشبیہ کی دقیق بحث کی ہے اور فرمایا ہے کہ کمالِ ایمان اس میں ہے کہ اللہ جل شانہ کے واسطے تنزیہ کا بھی اثبات ہو اور تشبیہ کا بھی۔ کیونکہ تنزیہ محض تقييد ہے اور تشبیہ محض تحديد۔ پروردگار جَلَّتْ عَظَمَتُهُ ہر طرح کی تقييد و تحديد سے پاک ہے۔

لہ میری رحمت ہر شے پر چھائی ہوتی ہے۔ لہ ملاحظہ کریں کتاب امام ابن تیمیہ ص ۶۱۵۔

هُوَ ذَا الْوَسَاءِ ثُمَّ ذَا الْوَسَاءِ ثُمَّ ذَا الْوَسَاءِ - اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا ہے۔

فَإِنْ قُلْتَ بِالتَّنْزِيهِ كُنْتَ مُقْتِدًا وَإِنْ قُلْتَ بِالتَّشْبِيهِ كُنْتَ مُجَدِّدًا

وَإِنْ قُلْتَ بِالْأَمْرَيْنِ كُنْتَ مُسَدِّدًا وَكُنْتَ إِمَامًا فِي الْمَعَارِفِ وَسَيِّدًا

اگر تم صرف تنزیہ کے قائل ہوئے اور تم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ منزہ ہی ہے تو تم نے اللہ تعالیٰ کو غیب (پوشیدگی) میں مقید (بند) کر دیا اور اگر صرف تشبیہ کے قائل ہوئے تو تم نے اس کے واسطے حد مقرر کر دی۔ تم اللہ کو منزہ اور مشبہ کہو تاکہ تم معرفت میں سردار بنو۔

حضرت شیخ کے اس فلسفہ سے علامہ ابن تیمیہ لاشعوری طور پر متاثر ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی انوکھی مفتح (کبھی) کی طرح توحید میں ایک نیا شاخسانہ پیدا کر دیا۔ وہ کہتے ہیں، توحید کی دو قسمیں ہیں ایک توحید الوہیت دوسری توحید ربوبیت۔ توحید ربوبیت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ کافر، مشرک بھی اللہ کی ربوبیت کے قائل ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَلَا تَسْأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ**۔ اگر ان سے دریافت کرو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے تو وہ یقیناً کہہ دیں گے، اللہ ہے۔ توحید الوہیت کے واسطے حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی ہے۔

شیخی و شیخ مشائخ الازہر، علامہ روزگار و فردا کمل از علماء ہیت کبار
علامہ دیوبندی کا رد | شیخ یوسف دیوبندی شافعی رحمہ اللہ نے ازہر کے ماہ نامہ مجلہ نور الاسلام

کی چوتھی جلد کے صفحہ ۲۵۴ سے ۲۶۰ تک اور صفحہ ۳۱۹ سے ۳۳۰ تک اس موضوع پر نہایت نفیس پُر از حقائق مقالہ لکھا ہے۔ میں اختصار کے ساتھ بعض فوائد لکھتا ہوں۔ شیخ یوسف تحریر فرماتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ اور ان کے اتباع نے توحید کو الوہیت اور ربوبیت میں تقسیم کیا ہے۔ یہ تقسیم شریعت کے رُو سے ثابت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان لانے والوں سے کبھی نہیں فرمایا کہ تم دو توحید کا اعتراف کرو، ایک توحید الوہیت دوسری توحید ربوبیت، جو ذات پاک الہیہ معبود برحق ہے وہی ذات پاک رب معبود برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **سَبَّحْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا قَاعْبُدُهُ وَأَصْطَلِحُ لِعِبَادَتِهِ** رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے بیچ میں ہے، سو اسی کی بندگی کر اور اس کی بندگی پر قائم رہ۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے ربوبیت پر عبادت کو مرتب فرمایا ہے۔ اگر رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا کے متعلق نفع و ضرر کا اعتقاد نہ ہوتا تو اس کی عبادت کے کیا معنی۔

اور اللہ فرماتا ہے۔ **أَلَا يَتَّبِعُونَ اللَّهَ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا**

لہ ازہر کے تیس مال قدر، منتجب علماء کی مبارک جماعت کو ہیت کبار علماء کہا کرتے تھے، شیخ ازہر، وکیل شیخ ازہر اور کلیات کے مشائخ اسی جماعت سے منتجب ہوا کرتے تھے۔ شیخ یوسف اسی جماعت کے ایک رکن رکین تھے۔

تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ۔ کیوں نہ سجدہ کریں اللہ کو، جو نکالنا ہے چھپی چیز آسمانوں میں اور زمین میں، اور جاننے والے جو چھپاتے ہو اور جو کھولتے ہو۔

اس مبارک آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسجودہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، اسی کے لئے اقتدارِ تام اور قدرتِ کاملہ ہے۔

اور فرماتا ہے، وَلَا يَا مُرْكُومًا أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَا مُرْكُومًا بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ اور نہ یہ کہے تم کو، کہ ٹھہراؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو رب، کیا تم کو کفر سکھاوے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے۔

اس آیت میں اس بات کی تصریح ہے کہ کفار اور مشرکین تعددِ ارباب کے قائل تھے۔

اور ارشاد ہے۔ يَا صَاحِبِي السَّجْنَاءِ أَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔

اے رفیقو بندی خانے کے، بھلا کئی معبود جدا جدا بہتر ہیں یا اللہ اکیلا زبردست۔

اس آیت میں یہ بات خوب واضح ہے کہ کفار اور مشرک تعددِ ارباب کے قائل تھے۔

اور فرمایا ہے۔ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ

مَتَّابٌ۔ اور وہ منکر ہوتے ہیں رحمان سے، تو کہہ، وہی رب میرا ہے، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا

اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف آتا ہوں چھوٹ کر۔

اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہے کہ کفار اور مشرکوں نے رحمان کو اپنا رب نہیں مانا تھا۔

اور ارشاد ہے۔ لَيْكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا۔ پر میں تو کہوں، وہی اللہ

ہے میرا رب اور نہ مانوں سا بھی اپنے رب کا کسی کو۔

اس آیت شریفہ میں ان لوگوں سے خطاب ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ربوبیت سے

انکار کیا۔

ان آیات مبارکہ کی روشنی میں کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ کافر اور مشرک اللہ تعالیٰ کی ربوبیت

کے قائل تھے اور تعددِ ارباب کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ دیکھو قیامت کے دن کفار اور مشرکین

افسوس کرتے ہوئے اربابِ باطلہ سے کہیں گے۔ تَاللَّهِ إِنَّ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ إِذْ نَسُو بَيْكُم

بِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔ قسم اللہ کی، ہم تھے صریح غلطی میں، جب تم کو برابر کرتے تھے عالمین کے رب

کے۔ یعنی جب کہ ہم نے تم کو اپنا رب بنا لیا۔

اور پروردگار فرماتا ہے۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَانُ أَنَسْجُدُ لِمَا

نَأْمُرُنَا وَنَزَّادَهُمْ نَفُوسًا۔ اور جب کہا جائے ان سے، سجدہ کرو رحمان کو، وہ کہیں، رحمان

کیا ہے، کیا سجدہ کرنے لگیں گے ہم جس کو تو فرمائے گا اور بڑھتی ہے ان کی نفرت۔

اور ارشاد کرتا ہے۔ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ - اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ جو لوگ قیامت کے دن اپنے معبودوں سے کہیں کہ ہم نے غلطی کی تھی کہ تم کو رب المین کے برابر سمجھا اور جو لوگ رحمان سے انکار کریں اور ان سے کہا جائے، رحمان ہمارا رب ہے اور جن لوگوں سے کہا جائے کہ متفرق ارباب اچھے ہیں یا ایک برحق معبود۔ ایسے لوگوں کے متعلق کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ توحید ربوبیت کے قائل ہیں۔ اگر توحید ربوبیت میں اختلاف کی گنجائش نہ ہوتی تو میثاق ازل "الَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کے لفظ سے کیوں ہوتا (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) اور اگر رب کی وحدانیت کے سب قائل ہوتے تو قبر میں منکر نکیر کیوں "مَنْ سَأَلَكَ" سے سوال کرتے (تمہارا رب کون ہے) اگر فرعون نے "أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَى" کہہ کر اپنے اعلیٰ رب ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو اس نے یہ بھی کہا ہے: لَإِنِ اتَّخَذَتِ الْهَاقِئِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ (اگر میرے سوا کسی کو اپنا الہ بنایا تو میں تجھ کو قیدیوں میں ڈال دوں گا)۔

ان آیات مبارکہ سے ظاہر ہے کہ جو اللہ ہے وہی سرب ہے اور جو سرب ہے وہی اللہ ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا رَبَّ سِوَاهُ۔

توسل علامہ دیجوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، انبیا اور اولیا کا وسیلہ لینا توحید کے منافی نہیں ہے کیوں کہ از روئے شریعت یا لغت یا عرف، توسل عبادت کو نہیں کہتے، اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اس عالم کی بنا۔ اسباب اور مسببات پر رکھی ہے۔ حشر کے دن اللہ تعالیٰ گنہگاروں کی خطائیں معاف کرے گا لیکن پیغمبروں اور نیکوکاروں کی شفاعت پر بخشے گا، اگر اسباب و وسائل اور وسائط کی ضرورت نہیں ہے تو پھر شفاعت کس بنا پر ہے اسباب و وسائل اور وسائط سے صرف نظر کرنی سنت الہیہ کے خلاف ہے جس پر بنائے عالم ہے، توسل کو غیر اللہ کی عبادت سمجھنا بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ۔ اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو، توسل زندہ سے لیا جائے یا مردہ سے برابر ہے، کیوں کہ طلب اللہ تعالیٰ ہی سے کی جا رہی ہے وسیلہ سے نہیں۔

مؤلف ابوالحسن زید کہتا ہے امام بخاری نے اپنی صحیح کے ابواب الاستسقاء میں حضرت انس سے روایت کی ہے۔ أَن عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحِطُوا إِلَى سَقِيٍّ بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَسْأَلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَسْأَلُ إِلَيْكَ بِعِمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ۔ جب قحط پڑا کرتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارانِ رحمت کی طلب حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ کرتے تھے اور تو ہم پر پانی برساتا تھا۔ ہم تیری بارگاہ میں

وسیلہ کرتے ہیں اپنے نبی کے چچا کو تو ہم پر پانی برسا، اس حدیث مبارک کے راوی حضرت انس کہتے ہیں۔ پھر پانی برستا تھا۔

اس روایت سے بعض افراد کو خیال ہو گیا ہے کہ اموات کا توسل جائز نہیں۔ اگر اس کا جواز ہوتا حضرت عمر سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے۔

یہ خیال درست نہیں کیونکہ حضرت عمر نے حضرت عباس کی ذات کو مطلقاً وسیلہ نہیں بنایا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت دے کر وسیلہ بنایا ہے۔ حضرت عمر نے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کی اجتنابیت کی طرف اشارہ کر دیا ہے، آپ نے ازراہ ادب بہ احسن وجہ آپ ہی کا وسیلہ لیا ہے۔ آپ کی امت اہل بیت اطہار اور صحابہٴ اخیر رضی اللہ عنہم اجمعین کا ادب کرتی ہے تو آپ ہی کی نسبت سے کرتی ہے، ان حضرات کے احترام میں آپ ہی کا احترام ملحوظ ہے اور ان کی محبت میں آپ ہی کی محبت۔

مشکات کے باب مناقب الصحابہ میں ترمذی کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارے میں، اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارے میں۔ میرے بعد تم ان کو اپنا ہدف نہ بناؤ (تحتہ ملامت) جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے میری عداوت کی وجہ سے ان سے عداوت کی۔ جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھ کو ایذا پہنچائی اور جس نے مجھ کو ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی اور جس نے اللہ کو ایذا پہنچائی قریب ہے کہ وہ اس کی گرفت کرے۔

اللہ تعالیٰ جس بندہ کو منزلت اور مرتبہ عنایت کرتا ہے وہ دوائی ہے۔ اس سلسلہ میں سید صدیق حسن خان رسالہ "التَّوَسُّلُ بِسَيِّدِ الرَّسُولِ" کے صفحہ بارہ میں لکھتے ہیں۔

التَّوَسُّلُ إِلَى اللَّهِ بِأَهْلِ الْفَضْلِ وَالْعِلْمِ هُوَ فِي التَّحْقِيقِ تَوَسُّلٌ بِأَعْمَالِهِمُ الصَّالِحَةِ وَمَزَايَاهُمْ الْفَاضِلَةِ - إِذْ لَا يَكُونُ الْفَاضِلُ إِلَّا بِأَعْمَالِهِ فَإِذَا قَالَ الْقَائِلُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِالْعَالِمِ الْفُلَانِيِّ فَهُوَ بِإِعْتِبَارِ مَا قَامَ بِهِ مِنَ الْعِلْمِ -

"اہل علم وفضل کا توسل حقیقت میں ان کے اچھے اعمال اور اعلیٰ خصوصیات کا توسل ہے، کیونکہ اچھے اعمال ہی کی وجہ سے ان کو فضیلت حاصل ہوئی ہے۔ جب کوئی شخص کہتا ہے۔ بار خدایا میں فلاں عالم کا وسیلہ لیتا ہوں تو یہ وسیلہ اس کی علمی خدمات کا وسیلہ ہے۔"

امام بیہقی نے دلائل النبوه میں حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی، انہوں نے دعا کی۔ یارب بہ حق محمد میری خطا معاف کر۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ تم

نے محمد کا وسیلہ کر سوال کیا ہے۔ لہذا میں نے تمہاری خطا معاف کی۔

حصن حصین میں ترمذی 'نسائی' ابن ماجہ اور حاکم سے روایت ہے کہ جس کو کوئی حاجت پیش آئے اچھا وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا کرے۔

”یا اللہ میں تجھ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں، میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر متوجہ ہوتا ہوں، جو کہ نبی رحمت ہیں، یا محمد (اے حضرت محمد) میں اپنی اس حاجت میں آپ کو وسیلہ بنا کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روا کر دے۔ اے اللہ میرے حق میں تو ان کی شفاعت قبول کر۔“

حضرت عثمان بن حنیف اور ان کی اولاد یہ مبارک دعا لوگوں کو سکھایا کرتے تھے اور مشکل پیش آنے پر اس دعا کو پڑھا کرتے تھے۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے ان کی مشکلیں آسان کرتا تھا۔ واضح رہے دو رکعت نفل پڑھنے کا ذکر صرف نسائی میں ہے۔

حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی نے سند صحیح سے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے لہ
إِنِّي لَا تَبْرُكُ بِأَبِي حَنِيفَةَ وَأَجِيءُ إِلَى قَبْرِهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ - يَعْنِي زَائِرًا - فَإِذَا عَرَضَتْ
لِي حَاجَةٌ صَلَّىتُ رَكَعَتَيْنِ وَجِئْتُ إِلَى قَبْرِهِ وَسَأَلْتُ اللَّهَ تَعَالَى الْحَاجَةَ عِنْدَهُ
فَمَا تَبَعْدُ عَنِّي حَتَّى تَقْضِي

”میں ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں، اور ہر روز ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں۔ یعنی زیارت کے لئے۔ اور اگر مجھ کو کوئی حاجت پیش آتی ہے۔ دو رکعتیں پڑھتا ہوں اور ان کے پاس اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں۔ زیادہ وقت نہیں گزرتا کہ میری وہ حاجت رفع کر دی جاتی ہے۔“

استغاثہ علامہ دیبجوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے۔

حضرات انبیاء اور اولیاء سے استغاثہ کرنے میں کیا کفر ہے۔ استغاثہ کرنے والا اللہ تعالیٰ سے طلب کر رہا ہے تاکہ اس نیک بندے کی وجہ سے اس کی مشکل آسان ہو۔ اور اگر یہ خیال کر لیا جائے کہ استغاثہ کرنے والا میت سے طلب کر رہا ہے تو اس میں کیا قباحت اور بُرائی ہے۔ استغاثہ کرنے والے کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میت کو روحانی قوت عطا کر دی ہے۔ اس کی قوت ملائکہ کی قوت سے مشابہت رکھتی ہے اور وہ اللہ کے حکم اور اس کی اجازت سے بندگان خدا کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ طلب کرنے والے کے اس خیال میں نہ کفر ہے اور نہ شرک کی آمیزش ہے۔ ابن تیمیہ وغیرہ کا خیال ہے کہ استغاثہ کرنے والے کے نزدیک اس میت میں الوہیت سرایت کر گئی ہے۔ ان کا یہ خیال قطعاً غلط اور افتراء ہے۔ استغاثہ اور طلب کرنے والا الوہیت کی سرایت کا قائل نہیں ہے۔

انبیاء اولیا اور شہدا اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان سے استغاثہ جائز ہے۔ ایامِ حَرّہ میں حضرت سعید بن المسیب قبر نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والتیمیۃ سے اذان سُنا کرتے تھے۔ اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں سنتے ہیں اور زیارت کرنے والے کی بات سمجھتے اور اس کے واسطے دعا کرتے ہیں۔ ہر عالم کے الگ قوانین ہیں، برزخ کا حال دنیا کے حال سے الگ ہے۔ اور ہر تعظیم عبادت نہیں ہوا کرتی اور نہ ہر دعا عبادت ہے۔ لَا تَجْعَلُوا دَعَاءَ الرَّسُولِ اور - إِنَّ ابِي يَدْعُوكَ اور - وَاللّٰهُ يَدْعُوَالِي دَارَ السَّلَامِ میں دعا کا لفظ وارد ہے اور وہ عبادت کے لئے نہیں ہے۔ لہذا استغاثہ کرنے والے کی دعا کو عبادت پر کیوں حمل کیا جا رہا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے لہ

امامت کبریٰ وَنَسَبَهُ قَوْمٌ إِلَىٰ أَنَّهُ يَسْعَىٰ فِي الْأَمَامَةِ الْكُبْرَىٰ فَإِنَّهُ كَانَ يَلْهَجُ بِذِكْرِ ابْنِ تَوَمُرْتٍ وَيُطْرِبُهُ فَكَانَ ذَلِكَ مُؤَكِّدًا لِطَوْلِ سِبْغِيهِ۔

”ابن تیمیہ کے متعلق ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ امامت کبریٰ حاصل کرنے کی فکر میں تھے۔ وہ ابن تومرت کا ذکر مزے لے کر کیا کرتے تھے۔ ان کی قید و بند کی طوالت کے سلسلہ میں یہ بات بھی مُمد ثابت ہوئی۔“

محمد بن عبداللہ بن تومرت مصمودی بربری کی شہرت ابن تومرت کے نام سے ہے، یہ دیار مغرب کے تھے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں ان کا ذکر ۱۲۵ھ کے واقعات میں اور امام یافعی نے اپنی تاریخ میں خوب تفصیل سے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کی ولادت یوم عاشور ۲۸۵ھ میں اور وفات ۳۲۳ھ میں ہوئی۔ یہ اپنے وطن سے طلب علم کے لئے بغداد آئے۔ وہاں جامعہ نظامیہ میں امام غزالی اور دیگر علماء سے علم حاصل کیا، وہاں سے حجاز گئے اور حج کر کے وطن لوٹے، وہ عابد، زاہد، ناسک اور متورع تھے، عقلمند فکر و فہم و فراست میں ممتاز، باہمیت، شجاع، بہادر اور مجاہد اور فصاحت سے متصف تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا شیوا تھا، طبیعت میں ظرافت تھی، ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، لوگوں سے ان کو جو تکلیف و زحمت پہنچتی تھی اس کو بخوشی برداشت کرتے تھے۔ دنیوی سامان میں سے صرف ایک عصا اور ایک مشکیزہ (چھاگل) ساتھ رکھتے تھے۔ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے، اُن کا سر بڑا، گندمی رنگ، نظر میں بلا کی تیزی اور چمک، چہرے پر جلال و ہیبت کا سایہ چھایا رہتا تھا، رہن، سہن، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے اور ٹھہرنے میں انکساری اور خاکساری ظاہر تھی، ۱۲۵ھ میں بادشاہت کی داغ بیل ڈالی، جو مؤقّدین کی سلطنت کے نام سے مشہور ہوئی، ایک جوان کو جس کا نام

۱۵ ملاحظہ کریں دررکامذج ۱۵۱ھ ملاحظہ کریں البدایہ والنہایہ ج ۱۲ ص ۱۸۶ - ۱۸۷ ملاحظہ کریں مرآة الجنان ج ۳

۲۴۴ تا ۲۴۱ -

سترہ مسائل ہیں۔

۲۔ چوتھا درجہ ان مسائل کا ہے کہ انھوں نے جمہور کے مسلک کو چھوڑا ہے اور امت کے اجماع کی قدر نہیں کی ہے اور ایسے انتالیس مسائل ہیں، ان میں سے دس مسائل طلاق کے ہیں۔ یہ کل اٹھانوے مسائل ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ مسائل کی تعداد میں کچھ اضافہ ہو لیکن ان کی نوعیت ان ہی چار مراتب میں منحصر ہے۔

پہلے دو قسم کے مسائل کی وجہ سے علماء اعلام نے علامہ ابن تیمیہ پر رد و نکیر نہیں کی ہے کیونکہ انھوں نے سواد اعظم کا ساتھ نہیں چھوڑا ہے، البتہ تیسرے اور چوتھے قسم کے مسائل کی وجہ سے جلیل القدر علماء نے ان پر رد و نکیر کی ہے۔ اور اس نکیر کی علت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لہ

۱۔ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَن شَدَّ شَدَّ فِي النَّارِ۔

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ اُمَّةٌ مُحَمَّدٍ عَلٰى ضَلٰلَةٍ وَيَدُّ اللّٰهُ عَلٰى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَدَّ شَدَّ فِي النَّارِ۔

۱۔ پیروی کرو بڑی جماعت کی، کیوں کہ واقعہ یہ ہے جو تنہا ہوا (الگ ہوا) جماعت سے وہ

الگ ہوا دوزخ میں۔

۲۔ بہ تحقیق، اللہ تعالیٰ جمع نہیں کرے گا میری امت کو۔ یا آپ نے فرمایا۔ محمد کی امت کو۔

گمراہی پر۔ اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص تنہا ہوا جماعت سے تنہا ڈال جائیگا دوزخ میں۔

علامہ ابن تیمیہ کے زمانے میں عام طور پر اہل سنت و جماعت چار اماموں کے پیرو تھے اور

انہی پر سواد اعظم کا اطلاق ہوتا تھا، تا تاریخوں نے خلافت اسلامیہ کو برباد کیا اور علامہ ابن تیمیہ

نے سواد اعظم اور اجماع امت کی قدر و منزلت کی دھجیاں اڑا دیں۔ علماء اعلام کو اس کا رنج ہے۔

اگر طلاق کے مسئلہ میں علامہ ابن تیمیہ نے جمہور اہل سنت و جماعت کے مسلک کو چھوڑ کر اثنا

عشریہ کی تقلید کی ہے ان کے شاگرد اعظم علامہ ابن قیم نے متعہ کے مسئلہ میں اثنا عشریہ کا ساتھ دینے

کی کوشش کی ہے اور اب اس چودھویں صدی میں علامہ ابن تیمیہ کے بعض اتباع نے دعویٰ کیا

ہے کہ مصحف شریف میں سے سورہ فلق اور سورہ ناس کو خارج کر دینا چاہئے اور یہ آواز بھی اٹھی

ہے کہ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کو اس طرح پڑھنا چاہئے۔

اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا كَانَ عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَانَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

ان باطل دعاوی اور نادرست بیانات کی وجہ یہ بات ہوئی ہے جو علامہ ابن تیمیہ کے سرگرم

اتباع نے کہی ہے کہ ابن تیمیہ نے کسی نہ کسی صحابی یا تابعی کا قول لیا ہے۔ کیا ابن قیم اور ان کے

لہ ملاحظہ کریں باب الاعتصام من الكتاب والسنة۔ از مشکات۔

بعد کے مدعیان تحقیق نے یہی دعویٰ نہیں کیا ہے۔ کیا انہوں نے کسی صحابی یا تابعی کے قول سے — استدلال نہیں کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے ملہ

بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ السَّلَامِ عِنْدَ الْقُدُّومِ مِنَ السَّفَرِ وَلَيْسَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الْخُلَفَاءِ وَآكَابِرِ الصَّحَابَةِ
لَمَّا كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ وَالنُّزُولَ وَالْمُرُورَ حَيْثُ حَلَّ وَنَزَلَ وَعَبَّرَ فِي السَّهْرِ وَجَمُورِ الصَّحَابَةِ
لَمْ يَكُونُوا يَصْنَعُونَ ذَلِكَ بَلْ أَبْوَةُ عُمَرَ كَانَ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ ذَلِكَ۔

”حضرت عبداللہ بن عمر کے متعلق یہ بات نقل کی گئی ہے کہ وہ جب سفر سے آتے تھے (روضہ شریفہ پر) عرض سلام کیا کرتے تھے حضرات خلفاء اور بڑے صحابہ کا یہ طریقہ نہ تھا اور حضرت ابن عمر تحریر کر کے ان مقامات میں نماز پڑھا کرتے اور نزول و مرور کیا کرتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران سفر میں نماز پڑھی ہے یا نزول فرمایا ہے (اُترے ہیں) یا مرور کیا ہے (گزرے ہیں) لیکن جمہور صحابہ کا یہ طریقہ نہ تھا بلکہ حضرت ابن عمر کے والد بزرگوار حضرت عمر ایسے امور سے منع کیا کرتے تھے۔“

اور علامہ ابن تیمیہ نے دوسری جگہ لکھا ہے، حضرت عمر کی اقتدا کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے، آپ نے فرمایا ہے: ”اِقْتَدُوا بِاللَّذِينَ مِنْ بَعْدِي اَبْنِي بَكْرٍ وَعُمَرَ“ اقتدا (پیروی) کرو ان دو افراد کی جو میرے بعد ہوں گے اور وہ ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ زیارت قبور اور تبرک بہ آثار صالحین کے سلسلہ میں علامہ ابن تیمیہ نے یہ بات لکھی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طلاق کے مسئلہ میں جو حکم حضرت عمر نے دیا ہے وہ ان امور (زیارت قبور، تبرک بہ آثار صالحین) کے روکنے سے کہیں زیادہ اہم بالشان ہے۔ کیوں کہ طلاق کے مسئلہ میں جو حکم آپ نے صادر کیا ہے وہ حضرات صحابہ کے مشورہ سے کیا ہے۔ اور اس حکم کو چاروں اماموں نے بلکہ جمہور نے قبول کیا ہے۔ حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں ارادہ فرمایا کہ اس حکم پر نظر ثانی فرمائیں۔ آپ نے اس کا تذکرہ اپنے قاضی ابو عمرو عبیدہ بن عمرو السلمانی الکوفی سے کیا۔ قاضی عبیدہ، حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے۔ ”كَانَ شَرِيحًا إِذَا أُشْكِلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ سَأَلَهُ“ قاضی شریح کو جب کسی مسئلہ میں اشکال پیش آتا تھا تو ان سے دریافت کرتے تھے۔ قاضی عبیدہ نے حضرت علی سے کہا۔ ”جماعت کی رائے آپ کی رائے تھی۔ ہم کو آپ کی تمہارا رائے سے آپ کی وہ رائے پسند ہے جو جماعت کے ساتھ تھی“ قاضی عبیدہ کی اس بات کو سن کر حضرت علی خوش ہوئے اور آپ نے اپنے ارادہ کو ترک کیا۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ

”حضرت عمر کے زمانہ میں طلاق اور متعہ کے مسئلوں میں صحابہ کا اتفاق ہوا اور پھر یہ بات کس ذریعہ سے ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت عمر کے زمانہ میں کسی نے ان مسائل میں اختلاف کیا ہو۔ صحابہ کا ان دو مسئلوں میں اتفاق کرنا ہم کو بتا رہا ہے کہ حضرات صحابہ کے پاس ضرور کوئی ناسخ ہوگا اور وہ اتفاق کرنے سے پہلے بعض حضرات سے پوشیدہ رہا ہوگا۔ حضرات صحابہ کے اتفاق کرنے کے بعد جو شخص ان دو مسئلوں میں اختلاف کرے گا وہ حضرات صحابہ کے اجماع کو ٹھکرائے گا۔ جمہور علماء نے کہا ہے۔ ان دو مسئلوں میں سے کسی ایک میں اگر کوئی اختلاف کرے تو اس کے اختلاف کا اعتبار نہ کیا جائے، بلکہ اعتبار حضرات صحابہ کے اجماع کا کیا جائے۔“

افسوس صد افسوس طلاق کے مسئلہ میں علامہ ابن تیمیہ اپنی اس نصیحت کو فراموش کر گئے جو زائرین قبور کو کی تھی کہ حضرت عمر کے اتباع کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے لہذا آپ کے حکم کی پیروی کی جائے، اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ اس مسئلہ میں حضرت عمر کا قول نہ صرف ان کا قول ہے بلکہ وہ اصحاب شوری رضی اللہ عنہم کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کاش، علامہ ابن تیمیہ قاضی عبیدہ سلمانی کے زرین مشورہ کو لیتے۔

حیرت کا مقام ہے کہ اب علامہ ابن تیمیہ کے شذوذات اور تفردات پر عمل کرنا ہی کمال ایمان سمجھا جا رہا ہے، بڑی خوشی سے کہا جا رہا ہے کہ حکومت مصریہ نے ۱۳۴۷ھ (۱۹۲۹ء) میں طلاق کے مسئلہ میں ابن تیمیہ اور اثنا عشریہ کے قول کو قانونی شکل دے دی ہے۔ مصر نے تو ارتکاب فاحشہ کے جواز کے لئے بھی قانون بنا دیا ہے۔ محرمات شرعیہ کے ارتکاب پر کوئی مواخذہ نہیں رکھا ہے۔ اِنِّ اللّٰهَ الْمُفْرَعُ وَاللّٰهَ الْمُشْتَكِي وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِالّٰهِ۔

علامہ ابن تیمیہ نے کہا ہے، ”جو بھی میری تحریر میں میری مخالفت کرے گا، میں اس کے مذہب کو اس سے زیادہ جانتا ہوں“ آپ کے اس ادعا سے بعض افراد کو خیال ہو گیا ہے کہ آپ کی ہمہ دانی مسلم ہے۔ اور جو کچھ آپ نے کہا ہے وہی درست ہے۔ اس ادعا کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے صرف زیارت قبور کے مسئلہ پر کچھ بحث کرتا ہوں، وَاللّٰهُ الْمَوْقِقُ وَالْمُعِينُ۔

علامہ ابن تیمیہ اس مسئلہ کے بیان کرنے میں ساہا سال مصروف رہے ہیں، زیارت قبور کتنے ہی رسائل لکھے ہیں اور کتنے ہی اوراق بھرے ہیں۔ اور اسی مسئلہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے دل ان سے آزرده ہیں۔

لہ ملاحظہ کریں فتح اباری ج ۹ ص ۲۱۹۔ علامہ استاذ بیطار کی کتاب حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۳۱۔

علامہ ابن تیمیہ سے پہلے بعض افراد نے عَامَّةُ الْمُسْلِمِينَ کے قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو ناجائز اور حرام قرار دیا تھا۔ علامہ ابن تیمیہ نے ان لوگوں کے قول کو لے کر تصریح کر کے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارکہ اور حضرت رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے روضہ مبارکہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس شنیع قول نے مسلمانان عالم کے قلوب کو مجروح کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ قسطلانی نے اس قول کو مِّنْ أَبْشَعِ الْأَقْوَالِ لکھا ہے، یعنی سینہ کو جلانے والا بدبودار قول ہے، صفی الدین بخاری نے بعض افراد کے اشارہ پر علامہ ابن تیمیہ کی حمایت میں رسالہ "القول الجلی" لکھا ہے، اس قول کے متعلق لکھ گئے ہیں: هُوَ فَخْطِي فِي ذَلِكَ أَشَدَّ الْخَطْبِ۔ اس مسئلہ میں وہ زیادہ شدید خطا کر گئے ہیں۔

حدیث لا تشد الرجال | علامہ ابن تیمیہ کا سب سے بڑا استدلال حدیث لا تشد الرجال ہے کہ سفر نہ کرو مگر تین مسجدوں کے لئے۔ جو کہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ہیں۔ اس حدیث میں مستثنیٰ... کا ذکر ہے۔ لیکن مستثنیٰ منہ کا ذکر نہیں ہے۔ تین مسجدیں مستثنیٰ ہیں اور ان کے علاوہ جہاں سفر کر کے نہ جایا جائے مذکور نہیں ہے۔ اس صورت میں عربی کا مشہور قاعدہ ہے کہ مستثنیٰ کی مناسبت سے مستثنیٰ منہ کا بیان کیا جاتا ہے۔ بنا بریں یہی کہا جائیگا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کے لئے سفر کر کے نہ جایا جائے۔

علامہ ابن تیمیہ کو حضرت عبداللہ بن عمر کا مسلک مرغوب نہ تھا، اور ان سے پہلے بعض علمائے عَامَّةُ الْمُسْلِمِينَ کے مزارات کی زیارت کے لئے سفر کرنے سے منع کیا تھا اور حدیث لا تشد الرجال سے استدلال کیا تھا۔ علامہ ابن تیمیہ نے ان افراد کے قول کو عمومی قرار دے کر اپنایا ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی زیارت قبر سے بھی سفر کر کے جانے سے منع کیا ہے۔

امام غزالی کا بیان | اس سلسلہ میں امام غزالی نے لکھا ہے۔ ۱۱۹
 "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف، "ایک مسجد حرام، ایک میری یہ مسجد اور ایک مسجد اقصیٰ"۔ اس حدیث سے بعض علمائے نے دلیل کرتے ہوئے، متبرک مقامات اور علما اور صلحا کی قبروں پر جانے سے منع کیا، ہم کو ان کا استدلال صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ زیارت قبور کی اجازت ملی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "میں نے قبروں کی زیارت سے تم کو منع کیا تھا، تم ان کی زیارت کرو۔" اور حدیث بالا "لا تشد الرجال" کا تعلق مسجدوں سے ہے۔ مشاہد کا حکم ایسا نہیں، کیوں کہ ان تین

۱۱۹ فتح الباری ج ۳ ص ۵۳۳ مطالعہ کریں۔ ۱۲۰ ارشاد الساری ج ۲ ص ۲۳۲ مطالعہ کریں۔ ۱۲۱ نور سائل کے مجموعہ کا مطالعہ کریں۔ ۱۲۲ ملاحظہ کریں احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۱۹۔

مسجدوں کے سوا سب ایک ساں ہیں۔ اور کوئی شہر ایسا نہیں جس میں مسجد نہ ہو، پھر دوسری مسجد میں جانے کے کیا معنی اور شاہد ایک ساں نہیں ہوتے۔ ان کی زیارت کی برکت اسی قدر ہوتی ہے جتنے ان لوگوں کے درجات اللہ کے نزدیک ہوتے ہیں۔ ہاں اگر کسی شخص کا قیام ایسی آبادی میں ہو کہ جس میں مسجد نہ ہو تو اس کو جائز ہے کہ کسی ایسی آبادی کی طرف سفر کرے جس میں مسجد ہو، اور اگر چاہے تو اسی آبادی میں جا رہے۔

پھر ہم کو معلوم نہیں کہ زیارت قبور کے سفر سے روکنے والا حضرات انبیا مثل حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت یحییٰ وغیرہم، عَلَیْهِمُ السَّلَام کی قبروں پر جانے سے بھی منع کرے گا یا نہیں، منع کرنا تو نہایت درجہ محال ہے اور جب ان حضرات کی قبروں کے لئے سفر کرنے کو صحیح کہے گا تو اولیا، علما اور صلحا کی قبریں بھی ان کی قبروں کے حکم میں ہیں اور کچھ بعید نہیں کہ ان کی قبروں پر جانا بھی سفر کی اغراض میں سے ہو جس طرح علماء کی زندگی میں ان کی زیارت مقصود ہوا کرتی ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی جس بات کو نہایت درجہ محال سمجھے تھے، علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک وہ سراسر صواب ہے۔ ع بین تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔

آپ نے حدیث لا تشد الرجال کے بیان میں لکھا ہے لے

حافظ ابن حجر کا بیان

”اس حدیث شریف میں مستثنیٰ منہ یا تو عام رکھا جائے گا یا خاص۔ اگر عام رکھا گیا تو بیان اس طرح ہوگا کہ سامان سفر کسی جگہ اور کسی کام کے واسطے نہ باندھا جائے سوا ان تین مساجد کے اور اس بیان کی صحت کیلئے کوئی دلیل نہیں، کیوں کہ اس صورت میں صلہ رحم، طلب رحم وغیرہ کے لئے سفر کرنے کا دروازہ بند ہو جائے گا، لہذا دوسری صورت متعین ہے کہ مستثنیٰ منہ خاص ہو اور خاص میں بھی اخص، جو مستثنیٰ منہ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہو، اس صورت کا بیان یہ ہوگا کہ کسی مسجد کے لئے اس میں نماز پڑھنے کے واسطے اسباب سفر نہ باندھا جائے سوا ان تین مسجدوں کے۔ لہذا جو شخص قبر مطہر یا قبور صالحین کے لئے سفر کرنے کو اس حدیث کی وجہ سے منع کرتا ہے اس کا قول رد ہو گیا۔“

حافظ ابن حجر کے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ اگر کسی مسجد کی عمارت یا محل وقوع کے دیکھنے کے لئے سفر کیا جائے مثلاً اندلس میں قرطبہ کی جامع کو دیکھنے کے لئے کوئی سفر کرے، تو جائز ہے۔ اس مقصد سے اگر کوئی سفر کرے اور وہاں پہنچ کر نماز بھی پڑھے تو کوئی محذور نہیں۔

حافظ ابن حجر نے اسی حدیث شریف کے بیان میں ایک صفحہ پہلے یہ بھی لکھا ہے۔

”حدیث لا تشد الرجال میں صرف مساجد کا حکم ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد میں نماز

پڑھنے کے واسطے سفر نہ کیا جائے، لہذا مساجد کے علاوہ صالحین، رفقا اور اقربا کی زیارت، طلب علم، تجارت، سیر و تفریح کے لئے سفر کرنے کا حکم اس میں شامل نہیں ہے، اور اس بیان کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو امام احمد نے شہر بن حوشب کے واسطے سے حضرت ابوسعید خدری سے کی ہے، شہر بن حوشب کہتے ہیں، میں ابوسعید خدری کے پاس بیٹھا تھا، کہ طور جا کر نماز پڑھنے کا ذکر ہوا۔ ابوسعید نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ "کسی نمازی کو کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے واسطے سامان سفر نہ باندھنا چاہئے، سوا مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔" حافظ ابن حجر نے اس کے بعد لکھا ہے، شہر بن حوشب میں اگرچہ کچھ ضعف ہے لیکن حدیث حسن ہے۔ (یعنی استدلال کے قابل ہے)۔

آپ نے حدیث لا تشد الرجال کے بیان میں لکھا ہے۔

علامہ عینی کا بیان

وجہ سفر کے بیان میں علماء کا اختلاف ہے۔ نووی نے کہا ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کے لئے سفر کرنے میں فضیلت نہیں ہے۔ اور اس قول کو جمہور کا مسلک بتایا ہے۔ اور ابن بطلان نے کہا ہے کہ اس حدیث کا تعلق نذر سے ہے۔ اگر ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی جائے تو امام مالک کہتے ہیں، اگر اس مسجد تک پہنچنے میں سفر کرنا ہو تو اپنی آبادی کی مسجد میں نماز پڑھ لے، اور اگر ان تین مساجد میں سے کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی ہے تو وہ سفر کر کے اس مسجد کو جائے اور وہاں نماز پڑھے، اور اگر کوئی شخص بغیر نذر کے از روئے تطوع صالحین کی مساجد میں نماز پڑھنے یا ان سے برکت حاصل کرنے کی نیت سے جائے تو اس کے لئے جانا مباح ہے چاہے سفر کر کے جانا ہو۔ اس حدیث کی رو سے ممانعت کا حکم اس پر عائد نہیں ہوتا۔

علامہ ابن بطلان کے قول کی رو سے ان افراد کے لئے جو رمضان مبارک کے آخری جمعہ پڑھنے کے واسطے دور دراز علاقوں سے دہلی کی جامع شاہجہانی آتے ہیں وجہ جواز پیدا ہے، قَالَ لِحَدِيثِهِ وَالشُّكْرُ لَهُ۔

روضہ مطہرہ کی زیارت کے متعلق آپ نے لکھا ہے یہ

علامہ ابن الہمام کا بیان

تیسرا مقصد در بیان زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، آپ کے قبر مکرم کی زیارت، مندوبات (مستحبات) میں سب سے افضل ہے، اور مناسک الفارسی اور شرح المختار میں لکھا ہے کہ استطاعت رکھنے والے کے لئے واجب کے قریب ہے۔ دارقطنی اور بزار نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي (جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری

۱۔ ملاحظہ کریں عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۳ ص ۵۸۲۔ ۲۔ ملاحظہ کریں فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳۳۔

شفاعت واجب ہوئی) اور دارقطنی نے یہ روایت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے۔ مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا تَعْمَلُهُ حَاجَةً إِلَّا زِيَارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ... (جو شخص میری زیارت کی نیت سے آئے گا اور میری زیارت کے سوا اس کا کوئی مقصد نہ ہوگا تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ قیامت کے دن میں اُس کا شفیع بنوں) اور یہ روایت بھی دارقطنی کرتے ہیں۔ مَنْ حَجَّ ذَا سَرَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي كَانَ كَمَنْ ذَا سَرَ نِي فِي حَيَاتِي (جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ بہ منزلہ اس شخص کے ہے جو میری زندگی میں میری زیارت کرتا ہے)۔ اب اگر حج فرض ہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلے حج کرے اور بعد میں زیارت۔ اور اگر حج نفل ہے تو اس کو اختیار ہے (پہلے حج کرے یا پہلے زیارت) اور جب قبر مبارک کی زیارت کا ارادہ کرے تو آپ کی مبارک مسجد کی نیت بھی کرے، کیوں کہ یہ اُن تین مبارک مساجد میں سے ایک مسجد ہے جن کے لئے شَدَّ رَحْل (سفر) کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث "لَا تَشَدُّ الرَّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ" سے ثابت ہے (سفر نہ کیا جائے مگر تین مساجد کے لئے) اور جب آپ کی زیارت کے واسطے روانہ ہو تو راستہ بھر درود شریف پڑھتا جائے۔

اس بندہ ضعیف (یعنی ابن ہمام) کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ صرف قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کی جائے، اور مدینہ منورہ پہنچ کر مسجد شریف کی بھی زیارت کرے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر کرم کیا تو دوسری مرتبہ دونوں (قبر مکرم کی زیارت اور مسجد شریف نبوی کی نیت ایک ساتھ کرے) کیوں کہ اس طرح کرنے میں آپ کے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) اجلال اور آپ کی قدر و منزلت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

میں نے جو یہ بات کہی ہے کہ پہلی مرتبہ قبر مکرم کی زیارت کے موقع پر صرف آپ کی قبر مطہر کی نیت کرے، اس بنا پر کہی ہے کہ حدیث شریف میں "لَا تَعْمَلُهُ حَاجَةً إِلَّا زِيَارَتِي" (میری زیارت کے سوا اس کا کوئی مقصد نہ ہوگا) کے الفاظ وارد ہیں۔ اور مدینہ پہنچ کر بہتر یہ ہے کہ نہائے ورنہ وضو کرے، نظیف کپڑے پہنے اور اگر کپڑے نئے ہوں تو بہتر ہے اور پھر پیادہ چل کر حاضری دے۔ آپ کے ادب اور اجلال کا خیال ہر وقت رکھے۔ انج اور لکھا ہے (صلاة وسلام عرض کرنے کے بعد) "اگر کوئی شخص اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَيَّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيَّ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ پڑھ کر شہر مرتبہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ يَا مُحَمَّدٍ پڑھے تو فرشتے اس کو کہتا ہے۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ يَا فُلَانُ۔ اللّٰهُ اُنْ پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور سلام بھیجے اور تجھ پر اے فلاں، اور اس کی حاجت پوری ہوتی ہے۔"

سید شیخ عبدالحق کا بیان

حدیث لا تشد الرجال کے بیان میں آپ نے لکھا ہے۔ لہ

بندۂ مسکین، کاتب حروف عبدالحق پسر سیف الدین ترک بخاری، حنفی، دہلوی عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ اس حدیث شریف کا مقصد ان تین مساجد کی شان و عظمت کا اظہار ہے کہ اگر سفر کیا جائے تو ان تین مسجدوں کے لئے کیا جائے اور ان کے علاوہ کسی دوسرے مقام کے لئے مشقت اٹھانی مناسب نہیں۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ کسی دوسرے مقام کے لئے سفر کرنا جائز ہی نہیں ہے۔ ع۔ دل اگر بارگشہ باز بہ کارے بارے۔

علامہ ابن تیمیہ کا اختلاف

حدیث لا تشد الرجال کے بیان میں علامہ ابن تیمیہ نے

جمہور سے دو امور میں اختلاف کیا ہے۔ ایک مستثنیٰ منہ کے بیان میں۔ انہوں نے مستثنیٰ منہ عام رکھا ہے، دوسرے لا کو نہی کا "لا" قرار دیا ہے، علان کہ علماء اعلام نے اس کو نفی کا لا کہا ہے۔

ان دو باتوں میں اختلاف ہو جانے سے حرمت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ حرمت کے ثابت کرنے کے واسطے قطعی دلیل کی ضرورت ہے، اختلاف پیدا ہو جانے سے قطعیت باقی نہیں رہتی۔ علامہ ابن تیمیہ نے اپنے مسلک کی تائید میں بصرہ بن ابی بصرہ کی روایت پیش کی ہے جو درج ذیل ہے۔

"ابو ہریرہ طور کی زیارت کر کے آئے، ان سے بصرہ کی ملاقات ہوئی۔ بصرہ نے ان سے کہا اگر طور کے سفر سے پہلے میری ملاقات تم سے ہوتی تو تم طور نہ جاتے۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ۔ الحدیث۔

وہ کہتے ہیں، طور ایک پہاڑ ہے، وہاں مسجد نہیں ہے پھر بھی بصرہ بن ابی بصرہ نے حدیث لا تشد الرجال سے استدلال کرتے ہوئے ابو ہریرہ سے اس کا ذکر کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مستثنیٰ منہ عام ہے۔

علمائے کرام نے جواب میں کہا ہے کہ امام احمد کی روایت جو شہر بن حوشب سے ہے مسئلہ کو واضح کر رہی ہے کہ مستثنیٰ منہ خاص بلکہ اخص خاص ہے کہ "کسی نمازی کو کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے واسطے سامان سفر نہ باندھنا چاہئے بجز مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔"

علامہ ابن تیمیہ کا ایک استدلال یہ بھی ہے کہ امام مالک پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی ذرئۃ قبر النبیؐ کہے، یعنی میں نے قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، جیسا کہ قاضی عیاض مالکی نے "شفا" میں لکھا ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ قاضی عیاض نے یہ الفاظ لکھے ہیں لیکن اس سے پہلے اور پیچھے جو کچھ لکھا ہے ابن تیمیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے اور مفہوم کچھ سے کچھ ہو کر رہ گیا ہے۔ علماء کے جواب کے پیش نظر میں پہلے قاضی عیاض کی عبارت اور پھر اس کا ترجمہ لکھتا ہوں تاکہ حقیقت امر واضح ہو۔

روضہ مطہرہ نبویہ علی صاحبہا الصلاة والتحية کے متعلق لکھا ہے کہ

قاضی عیاض مالکی کا بیان

فَصَلِّ فِي حُكْمِ زِيَارَةِ قَبْرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَضِيلَةَ مَنْ زَارَهُ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَكَيْفَ يَسْلِمُ وَيَدْعُو.
 وَزِيَارَةُ قَبْرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَّةٌ مِنْ سُنَنِ الْمُسْلِمِينَ فَجَمَعَ عَلَيْهَا وَفَضِيلَةَ مَرَعَبٍ فِيهَا حَدَّثَنَا الْقَاضِي أَبُو عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْفَضْلِ بْنُ خَيْرُونَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ الدَّارِقُطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاضِي الْمُحَامِلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَنِي فِي الْمَدِينَةِ مُحْتَسِبًا كَانَ فِي جَوَارِي وَكَنْتُ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَفِي حَدِيثٍ آخَرَ مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَانَتْ مَازَارَنِي فِي حَيَاتِي -

وَكِرَّةَ مَالِكٍ أَنْ يُقَالَ زُرْنَا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

وَقَدْ ائْتِيَ فِي مَعْنَى ذَلِكَ فَقِيلَ كَرَاهِيَّةُ الْأَسْمِ لِمَا وَرَدَ مِنْ قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللَّهُ رُؤَاةِ الْقُبُورِ وَهَذَا يَرُدُّهُ قَوْلُهُ، نَهَيْتُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، وَقَوْلُهُ مَنْ زَارَ قَبْرِي، فَقَدْ أَطْلَقَ اسْمَ الزِّيَارَةِ، وَقِيلَ لِأَنَّ ذَلِكَ لِمَا قِيلَ إِنَّ التَّرَاثُرَ أَفْضَلُ مِنَ الْمَزُورِ، وَهَذَا أَيْضًا لَيْسَ بِشَيْءٍ إِذْ لَيْسَ كُلُّ زَائِرٍ بِهَذِهِ الصِّفَةِ وَلَيْسَ، هَذَا أَعْمَرُ مَا وَقَدْ وَرَدَ فِي حَدِيثِ أَهْلِ الْجَنَّةِ زِيَارَتُهُمْ لِرَبِّهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعْ هَذَا اللَّفْظُ فِي حَقِّهِ تَعَالَى وَقَالَ أَبُو عَمْرٍاءَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِنَّ مَا كَرِهَ مَالِكٌ أَنْ يُقَالَ طَوَافُ الزِّيَارَةِ وَزُرْنَا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاسْتِعْمَالِ النَّاسِ ذَلِكَ بَيْنَهُمْ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ وَكَرِهَ تَسْوِيَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ النَّاسِ بِهَذَا اللَّفْظِ وَأَحَبَّ أَنْ يُخَصَّ بِأَنْ يُقَالَ سَلَّمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيْضًا فَإِنَّ الزِّيَارَةَ مُبَاحَةٌ بَيْنَ النَّاسِ وَوَاجِبٌ شَدُّ الْمَطْعَى إِلَى قَبْرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يُرِيدُ بِالْوَجُوبِ هُنَا وَجُوبٌ نَذْبٌ وَتَرْغِيبٌ وَتَأَكِيدٌ لَا وَجُوبٌ فَرُضٌ -

لہ ملاحظہ کریں کتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى صلى الله عليه وسلم ج ۱ ص ۵۱۴ -

وَأُولَىٰ عِنْدِي أَن مَنَعَهُ وَكَرَاهَةَ مَالِكٍ لَهُ لِأَصَافَتِهِ إِلَىٰ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ لَوْ قَالَ زُرْنَا النَّبِيَّ لَمْ يَكْرَهُهُ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ قَبْرِي وَتَنَائِبَهُ بَعْدِي إِشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَيَّ قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، فَحَيَّ إِضَافَةً هَذَا اللَّفْظِ إِلَى الْقَبْرِ وَالتَّشْبِيهِ بِفِعْلِ أَوْلِيكَ قَطْعًا لِلذَّرْبَةِ وَخَسْمًا لِلْبَابِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

فصل۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مکرم کی زیارت اور آپ کی زیارت اور آپ پر سلام کرنے والے کی فضیلت اور آپ پر سلام عرض کرنے اور دعا کی کیفیت کے بیان میں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مطہر کی زیارت مسلمانوں کے طریقوں میں سے ایسا طریقہ ہے کہ جس پر سب کا اتفاق ہے اور ایسی فضیلت ہے جس کی تشویق اور رغبت دلائی گئی ہے۔ ہم سے قاضی ابوعلی نے، ان سے ابو الفضل بن خیرون نے، ان سے حسن بن جعفر نے، ان سے ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی نے، ان سے قاضی محاملی نے، ان سے محمد بن عبدالرزاق نے، ان سے موسیٰ بن ہلال نے عبید اللہ بن عمر سے از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوئی۔" اور انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "جو شخص نیکی سمجھتے ہوئے مدینہ میں میری زیارت کرے گا وہ میرا پڑوسی ہوگا اور قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔" اور دوسری حدیث میں ہے۔ "جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی، گویا کہ اس نے میری حیات میں میری زیارت کی ہے۔"

منقول ہے کہ امام مالک کو زورنا قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا پسند نہ تھا۔ قاضی عیاض مالکی نے تفصیل سے اس کا بیان کیا ہے۔ اکابر کے اقوال نقل کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں امام مالک کے اس قول کے بیان میں اختلاف ہے۔

کہا گیا ہے کہ لفظ زُرْنَا (ہم نے زیارت کی) کی وجہ سے ان کو یہ بات ناپسند تھی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "لَعَنَ اللَّهُ ذَوَاتِ الْقُبُورِ" کے الفاظ فرمائے ہیں (اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کی ہے) لیکن اس قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی رد کر رہا ہے "نَهَيْتُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوا هَآءِ" تم زیارت قبور سے روکے گئے تھے، اب تم قبروں کی زیارت کرو۔" اور یہ ارشاد گرامی بھی رد کر رہا ہے۔ "مَنْ زَارَ قَبْرِي"۔ جس نے میری قبر کی زیارت کی۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ارشادات عالیہ میں زیارت کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اور کہا گیا ہے، کہ ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ زیارت کرنے والا اس سے افضل ہوتا ہے جس کی زیارت کی گئی ہے۔ لیکن یہ بات بے وقعت ہے کیوں کہ ہر زیارت کرنے والا اس کیفیت اور صفت کا حامل نہیں ہوا کرتا اور پھر یہ کوئی عام قاعدہ نہیں ہے، ”اہل جنت“ کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ اپنے رب کی زیارت کریں گے۔ اس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے حق میں کیا گیا ہے اور اس سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ (یعنی زیارت کے لفظ کے استعمال کرنے سے)۔

آپ نے کہا ہے، امام مالک کو ناپسند تھا کہ کوئی کہے (طواف الزیارت) **ابو عمران کا بیان** طواف زیارت یا (زرنا قبر النبی) ہم نے قبر نبی کی زیارت کی، کیونکہ

زیارت کا لفظ عام طور پر راجح ہے، لوگ اس کا استعمال ایک دوسرے کے متعلق کرتے ہیں، حضرت امام کو یہ بات ناپسند ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا لفظ استعمال کیا جائے جو عام لوگوں میں استعمال ہوتا ہو، آپ یہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عبادت کی تخصیص ہو اور کہا جائے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سلام پیش کیا۔ اور یہ بات بھی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کی زیارت کرنی مباح ہے اور آپ کی مبارک قبر کے لئے کاٹھیاں کس کے (سفر کر کے) جانا واجب ہے۔

ابو عمران کا مقصد وجوب سے ندب (بہتر ہونا) ترغیب (رغبت دلانی) اور توکید کا ضروری ہونا ہے اور وہ وجوب مراد نہیں ہے جو فرض کے معنی میں ہے۔

اور میرے (قاضی عیاض رحمہ اللہ) نزدیک یہ توجیہ بہتر ہے کہ امام مالک ”زُرْنَا قَبْرَ النَّبِيِّ“ کے استعمال کو اس وجہ سے ناپسند کرتے اور روکتے تھے کہ زرنا کی نسبت قبر مبارک کی طرف ہے۔ (ہم نے قبر نبی کی زیارت کی) اور اگر ”زُرْنَا النَّبِيَّ“ (ہم نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی) کہا جاتا، وہ ناپسند نہ کرتے۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ”یا اللہ، میری قبر کو میرے بعد مورتی نہ بنا کہ اس کی عبادت کی جائے، اللہ کا شدید غضب اس قوم پر ہوا ہے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنا لیا ہے۔“ حضرت امام نے قبر کی طرف زیارت کی نسبت کرنے سے بچانا چاہا ہے تاکہ انبیاء کی قبور کو مساجد بنانے والوں سے کچھ بھی مشابہت نہ پیدا ہو (لفظی مشابہت بھی نہ رہے) یہ سب کچھ ذرائع کے نیست و نابود کرنے اور قبر کو سجدہ گاہ بنانے کے دروازہ کو بند کرنے کے لئے ہے، واللہ اعلم۔

یہ ہے حضرت امام مالک کا مبارک ارشاد۔ بھلا آپ کے قول کو علامہ ابن تیمیہ کے مسلک سے کیا لگاؤ، آپ کے مذہب کا بیان جناب ابو عمران نے کیا ہے کہ آپ کی قبر مطہر کی زیارت کے لئے کاٹھیاں باندھ کر سفر کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ لازم ہے از روئے ندب و ترغیب و توکید، قاضی

عیاض لکھ رہے ہیں کہ آپ کی قبر مکرم کی زیارت مسلمانوں کے طریقوں میں سے ایسا طریقہ ہے کہ جس پر سب کا اتفاق ہے اور آپ اعلیٰ اور متصل سند کے ساتھ ان مبارک احادیث شریفہ کی روایت کر رہے ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تشویق و ترغیب دلائی ہے کہ وہ آپ کی قبر مکرم کی زیارت کر کے دارین کی سعادت حاصل کر لے۔

قاضی عیاض نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے لکھتے ہیں یہ

امام مالک اور منصور عباسی

خليفة اپنے رفقا کے ساتھ بلند آواز سے باتیں کرتے ہوئے حرم نبوی علی صاحبہ الصلاة والسلام میں داخل ہوئے۔ امام مالک حرم میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے ابو جعفر سے کہا۔ اے امیر المؤمنین۔ اس مسجد مبارک میں اپنی آواز بلند نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ادب سکھاتے ہوئے کہا ہے یہ "اے ایمان والوں، اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر، اور اس سے نہ بولو گہک کر، جیسے گہکتے ہو ایک دوسرے پر، کہیں اکارت ہو جائیں تمہارے کئے اور تم کو خبر نہ ہو" اور ان لوگوں کی مدح کرتے ہوئے کہا ہے، "جو لوگ دبی آواز بولتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہی ہیں جن کے دل جانچے ہیں اللہ نے ادب کے واسطے، ان کو معافی ہے اور نیگ بڑا" اور ان لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے، "جو لوگ پکارتے ہیں تجھ کو دیوار کے باہر سے وہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔" اور آپ کی حرمت مرنے کے بعد اسی طرح ہے جس طرح آپ کی حرمت آپ کی حیات میں تھی۔ یہ سن کر ابو جعفر منصور پر انکساری اور عاجزی چھائی اور انہوں نے امام مالک سے کہا۔ "اے ابو عبد اللہ، میں دعا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ رکھوں، آپ نے فرمایا۔ تم اپنا منہ ان سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) کیوں موڑتے ہو، وہ تمہارا اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں اللہ کے پاس قیامت کے دن، تم انہی کی طرف منہ رکھو اور ان کو شفیع بناؤ، اللہ ان کی شفاعت قبول کرے گا، وہ فرماتا ہے "اور اگر ان لوگوں نے جس وقت اپنا بڑا کیا تھا، آتے تیرے پاس، پھر اللہ سے بخشواتے اور رسول ان کو بخشواتا، اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔"

حضرت امام مالک آپ کی امت کے عاجزوں اور خطا کاروں کو مسرت افزا پیام سنا رہے ہیں کہ وہ رحمت عالمیان کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوں اور آپ کو وسیلہ بنائیں، توبہ، استغفار کریں۔ حضرت رحمت عالمیان بِأَبَائِنَاهُمْ وَبِأَنْفُسِنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کے واسطے طلب مغفرت کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنا کرم اور احسان کرے گا۔

۱۔ ملاحظہ کریں شفا کی فصل۔ حرمت نبوی کے بیان میں ج ۲ ص ۳۳۔ ۲۔ ملاحظہ کریں سورہ حجرات کی آیت نمبر ۲۔

۳۔ ۴۔ ملاحظہ کریں سورہ نساء ص ۶۴۔

علامہ ابن تیمیہ کو اس بات پر بھی اعتراض ہے۔ وہ لکھتے ہیں لے

”وَهُؤُلَاءِ قَدْ يَبْطِئُونَ أَنْ دُجُودَ النَّبِيِّ مَقْبُورًا بَيْنَهُمْ مِثْلَ دُجُودِهِ فِي حَيَاتِهِ“ الخ

یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ آپ کا مدفون وجود بہ منزلہ آپ کے زندہ وجود کے ہے۔ اور اس کے بعد انہوں نے اپنے استدالات کو تفصیل سے لکھا ہے۔

علامہ سمہودی کی تخریر | سمہودی نے ابو الفتح کے ہاتھ کی تخریر سے امام احمد بن حنبل کی روایت عبد الملک بن عمرو از کثیر بن زید از داؤد بن ابی صالح لکھی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

مروان نے ایک شخص کو قبر مکرم پر اپنے رخسار کو رکھے دیکھا۔ مروان نے اس شخص کی گردن پکڑ کر کہا۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ اس نے کہا۔ میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا ہوں۔ میں نے آپ سے سنا ہے۔ ”دین پر اُس وقت نہ روجب کہ دینداروں کے ہاتھ میں دین کی زمام ہو، البتہ اُس وقت دین پر آنسو بہاؤ جب کہ غیر دینداروں کے ہاتھ میں دین کی زمام آجائے۔“ یہ معلوم ہو کہ قبر مطہر پر رخسار ملنے والے حضرت ابو ایوب انصاری تھے۔

حافظ ابن حجر کی تخریر | حافظ ابن حجر عسقلانی نے سالم بن عبد اللہ بن عمر کے متعلق لکھا ہے لے

حضرت سالم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اُن مقامات سے برکت حاصل کیا کرتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی، اور ابن حجر نے عتبان کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے گئے، وہاں آپ نے نماز پڑھی، عتبان نے اس مبارک مقام کو مصلی بنایا، پھر ابن حجر نے لکھا ہے، ”هُوَ حُجَّةٌ فِي التَّبَرُّكِ بِأَثَارِ الصَّالِحِينَ“ نیک بندوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لئے یہ واقعہ حجت اور دلیل ہے۔

سالم حضرت عبد اللہ بن عمر کے صاحبزادے تھے۔ انہوں نے اپنے والد کو جو کچھ کرتے دیکھا اس پر عمل کیا، علامہ ابن تیمیہ رسالہ ”الرَّدُّ عَلَى الْإِخْتَانِي“ کے صفحہ ۱۰۸ میں اس کا ذکر کر چکے ہیں اور صفحہ ۱۱۲ میں ذکر کیا ہے کہ وہ منبر نبوی کے مبارک نمٹے سے برکت حاصل کیا کرتے تھے اور صفحہ ۱۶۹ میں ذکر کیا ہے کہ جب وہ سفر سے مدینہ منورہ پہنچتے تھے، مسجد شریف میں دو رکعت نماز پڑھ کر مزار شریف پر حاضر ہو کر قبلہ کی طرف پلٹھ کر کے دایاں ہاتھ قبر مبارک پر رکھ کر آپ پر سلام عرض کرتے تھے اور پھر حضرت ابو بکر پر اور اپنے والد پر سلام عرض کرتے تھے۔

لے ملاحظہ کریں الرّدُّ عَلَى الْإِخْتَانِي ص ۵۳۔ لے ملاحظہ کریں وفاء الوفا ج ۲ ص ۳۱۔ لے ملاحظہ کریں فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۹۔

قبور کو مساجد بنانا

علامہ ابن تیمیہ نے ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں قبور کو مساجد بنانے پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیری کا اظہار کیا ہے۔ تعجب ہے ان احادیث سے زیارت قبور کے مسئلہ کا کیا تعلق، حجۃ الاسلام امام غزالی نے نہایت درست بات کہی ہے۔ ”ہم کو ان کا استدلال صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیوں کہ زیارت قبور کی اجازت ملی ہے۔“

علامہ ابن تیمیہ کا انوکھا استدلال

علمائے کرام نے حج کے بیان کے بعد لکھا ہے، ...
 ”يَسْتَحِبُّ زِيَارَةَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“
 نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مکرم کی زیارت مستحب ہے، علامہ ابن تیمیہ نے علما کی اس عبارت کو نقل کر کے لکھا ہے ”مَرَادُهُمْ بِذَلِكَ هُوَ السَّفَرُ إِلَى مَسْجِدِهِ“ ان کا مقصد اس سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو سفر کرنا ہے۔ سبحان اللہ! یہ ایک جنبش قلم ساری عبارتوں کا مفہوم بدل دیا، اس انوکھے استدلال سے علامہ ابن تیمیہ کے اس قول کی حقیقت ظاہر ہو رہی ہے کہ ”جو بھی میری تحریر میں میری مخالفت کرے گا میں اس کے مذہب کو اس سے زیادہ جانتا ہوں!“ آپ کا زیادہ جانتا یہی ہے کہ آپ من مانی تاویل کریں گے۔

حنفیہ نے صاف طور پر لکھا ہے کہ قبر مطہر کی زیارت افضل مندوبات و مستحبات کہے۔ بس تقرب من درجۃ الواجبات، بلکہ واجبات کے درجہ کے قریب ہے۔ مناسک کرمانی اور شرح مختار اور فتاویٰ ابواللیث میں اس کا ذکر ہے۔ علامہ عینی اور ابن ہمام کی عبارتیں گزر چکی ہیں۔ مؤخر الذکر صراحت لکھ رہے ہیں کہ نیت قبر مطہر کی کرے، مسجد شریف کو شامل نہ کرے۔ علامہ قاضی خاں نے لکھا ہے ”یہ رخصت کے وقت یہ دعا کرے“ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ هَذَا آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ قَبْرِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَارْزُقْنَا الْعَوْدَ إِلَيْهِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَيَدْعُو ... لِصَاحِبَيْهِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمَا وَيَسْأَلُ حَاجَتَهُ“ اے اللہ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مطہر کی اس زیارت کو ہمارے لئے آخری زیارت نہ بنا، تو ہم کو قبر مطہر کی حاضری کی پھر توفیق دے اے بڑی شان اور کرم والے۔ اور آپ کے صاحبان ابوبکر و عمر کے لئے دعا کرے۔ اللہ ان دونوں سے راضی ہو۔ اور ان سے کہے۔ آپ دونوں پر سلام ہو۔ اور اپنی حاجت طلب کرے“ اس مبارک دعا میں مسجد شریف کا کہیں نام بھی نہیں ہے۔ حضرات مالکیہ کا مذہب قاضی عیاض مالکی نے تفصیل سے لکھا ہے۔ جناب ابو عمران کھلے الفاظ میں لکھ رہے ہیں کہ آپ کی مبارک قبر کے واسطے سفر کرنا واجب ہے۔ قاضی عیاض بیان

لہ کتاب الرد علی الافغانی ص ۱۱۵۔ لہ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص ۲۱۰۔ لہ فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۵۱۔

کر رہے ہیں کہ یہ وجوبِ ندب و ترغیب و توحید ہے اور امام مالک آپ کی عاجز امت کو نوید مسرت سنار ہے ہیں کہ وہ آستانہ مبارکہ پر حاضر ہو کر صلاۃ و سلام عرض کریں۔ صدق دل سے توبہ کریں اور آپ کو مولائے کریم کی بارگاہ میں وسیلہ بنائیں اور آپ کی شفاعت کے طلبگار ہوں۔ آپ ان کے واسطے مغفرت کے طلبگار ہوں گے اور مولائے کریم ان کی خطائیں معاف کرے گا۔

امام غزالی، علامہ تقی الدین سبکی، حافظ ابن حجر، علامہ قسطلانی، علامہ ریجوی شافعی ہیں اور یہ سب حضرات حدیث لا تشد الرجال کو صرف مساجد تک محدود رکھتے ہیں اور قبر مطہر کے لئے سفر کرنے کو سعادت عظمیٰ قرار دیتے ہیں۔ ان حضرات نے ان احادیث مبارکہ کو قابل تمسک قرار دیا ہے جن کو علامہ ابن تیمیہ موضوعی قرار دیتے ہیں۔

حضرات حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے جو شوافع، موالک اور احناف کا

ہے، علامہ تقی الدین ابوالحسن علی سبکی متوفی ۷۵۶ھ نے لکھا ہے کہ

”وَكذلك نص عليه الحنابلة ايضا قال ابو الخطاب محفوظ بن احمد بن الحسن الكلودي الحنبلي في كتاب الهداية في آخرباب صفة الحج. واذا فرغ من الحج استحب له زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم وقبر صاحبيه. وقال ابو عبد الله محمد بن عبد الله بن الحسين بن احمد بن القاسم بن ادريس السامري في كتاب المستوعب باب زيارة قبر الرسول صلى الله عليه وسلم واذا قدم مدينة الرسول صلى الله عليه وسلم استحب له ان يغتسل لدخولها ثم ياتي مسجد الرسول صلى الله عليه وسلم ويقدم رجله اليمنى في الدخول ثم ياتي حائط القبر فيقف ناحية ويجعل القبر تلقاء وجهه والقبلة خلف ظهره والمنبر عن يساره. وذكر كيفية السلام والدعاء الى آخره، ومنه اللهم انك قلت في كتابك لنبيك عليه السلام. ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك الآتية. واني قد اتيت نبيك مستغفرا، فاسألك ان توجب لي المغفرة كما اوجبته لمن اتاه في حياته اللهم اني اتوجه اليك بنبيك صلى الله عليه وسلم وذكر دعاء طويلا ثم قال واذا اراد الخروج عاد الى قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فودع“

”حنابلہ نے بھی یہی کچھ کہا ہے، ابوالخطاب محفوظ کلودانی حنبلی نے کتاب الہدایہ کے حج کے بیان کے آخر میں لکھا ہے۔ جب حج سے فارغ ہو جائے تو اس کے لئے بہتر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور آپ کے صاحبان کے قبر کی زیارت کرے۔ اور ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ سامری نے کتاب المستوعب کے باب زیارة قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہے۔ جب

لہ ملاحظہ کریں شفاء السقام ص ۵۳ و ۵۴۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچے۔ بہتر ہے کہ مدینہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو آئے۔ اور پہلے اپنا دایاں پاؤں داخل کرے پھر قبر کی دیوار کے پاس آئے اور قبر کو اپنے منہ کے سامنے رکھے اور قبلہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے اور منبر کو بائیں طرف۔

اس کے بعد ابو عبد اللہ سامری نے سلام اور دعا کی کیفیت لکھی ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے۔ اے اللہ۔ تو نے اپنی کتاب میں اپنے نبی علیہ السلام سے کہا ہے۔ ”اور اگر ان لوگوں نے جس وقت اپنا بُرا کیا تھا، آتے تیرے پاس، پھر اللہ سے بخشواتے اور رسول اُن کو بخشواتا، اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان (نساء ۱۲۷)“

اور میں تیرے نبی کے پاس استغفار کرتا ہوا آیا ہوں۔ اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لئے مغفرت واجب کر دے، جس طرح تو نے ان لوگوں کے لئے واجب کی تھی جو اُن کے پاس اُن کی حیات میں آئے تھے۔ اے اللہ میں تیری طرف متوجہ ہوا ہوں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔

اور پھر بڑی دعا لکھی ہے اور کہا ہے کہ جب مدینہ سے جانے کا قصد کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہو اور رخصت ہو۔

زیارت قبر مکرم کے سلسلہ میں علامہ یوسف دیبجوی نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مطہر کی زیارت کے لئے سفر کرنا چاروں مذاہب میں مستحب ہے سب کا اس پر اتفاق ہے۔ چاروں مذاہب کے علماء نے خوب تفصیل سے زیارت مبارکہ کے آداب لکھے ہیں، اس سلسلہ میں حنابلہ کا بھی اختلاف نہیں ہے، ابن تیمیہ اور ان کے اتباع نے امت کے اتفاق کو پارہ پارہ کیا ہے، یہ لوگ زائرین قبور پر اُن آیات مبارکہ کو منطبق کرتے ہیں جو کافروں اور بُت پرستوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، ان کا یہ فعل فتنہ پیدا کرنے اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ ”اے رب ہمارے دل نہ پھیر جب ہم کو ہدایت دے چکا اور دے ہم کو اپنے ہاں سے مہربانی، تو ہی سب دینے والا ہے۔“

استادی علامہ شیخ محمد نجیب مطیعی حنفی نے رسالہ تَطْهِيرُ الْقُبُورِ
احادیث زیارت میں اَنِسِ الْعِتْقَادِ میں، علامہ شیخ سمہودی نے کتاب
 ”وَفَاءُ الْوَقَا“ میں اور علامہ محقق تقی الدین ابوالحسن علی سبکی نے کتاب ”شفاء السقام“

لے اس مقالہ کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

زیارة خیر الأنام“ میں ان سترہ احادیث مبارکہ پر تفصیل سے بحث کی ہے جن کو امام غزالی علامہ ابن الہمام اور اکابر نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ اس سلسلہ میں محدثین کے اقوال نقل کئے ہیں بعض روایات صحیحہ ہیں، بعض حسن اور بعض ضعیف اور من حیث المجموع شایان استدلال اور برہان قوی ہیں۔

علامہ سہودی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت عمر اہل بیت المقدس سے صلح کر کے مدینہ منورہ کو روانہ ہونے لگے، تو آپ نے کعب احبار سے جو کہ مسلمان ہو گئے تھے، فرمایا، هَلْ لَكَ أَنْ تَسِيرَ مَعِيَ إِلَى الْمَدِينَةِ وَتَزُورَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ کیا تمہاری خواہش ہے کہ میرے ساتھ مدینہ چلو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرو۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت سعادت عظمیٰ اور نعمت کبریٰ نہ ہوتی تو حضرت عمر کعب احبار سے کیوں فرماتے۔

علامہ ابن تیمیہ نے ان تمام احادیث مبارکہ کو جو زیارت قبر نبوی علی صاحبہ الصلاة والتحية سے تعلق رکھتی ہیں، بہ یک جنبش قلم موضوعی قرار دے دیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ

”فَكُلُّهَا ضَعِيفَةٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ بَلْ هِيَ مَوْضُوعَةٌ لَمْ يَرَوْا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الثَّابِتِ الْمُعْتَمَدَةِ شَيْئًا مِنْهَا“

یہ سب حدیثیں بہ اتفاق علمائے اہل حدیث ضعیف ہیں بلکہ موضوعی ہیں (بنائی ہوئی ہیں) اصحاب سنن معتبرہ میں سے کسی نے بھی ان میں سے کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے۔ چاروں مذاہب کے جلیل القدر علماء نے ان روایات کو قبول کیا ہے۔ ان حضرات نے ہر روایت کو پرکھا ہے کسی کو صحیح، کسی کو حسن اور کسی کو ضعیف قرار دیا ہے، کیا صد ہا سال سے جن مبارک روایات پر عمل ہو رہا ہے اور جن کو امت نے قبول کیا ہے علامہ ابن تیمیہ کے کہہ دینے سے موضوعی ہو جائیں گی۔

علامہ ذہبی، علامہ ابن تیمیہ کے گرویدہ تھے۔ انہوں نے جب علامہ ابن تیمیہ کی یہ شدت اور سختی دیکھی بالآخر لکھنا پڑا کہ

”بِالْبَيْتِ أَحَادِيثُ الصَّحِيحِينَ تَسْلَمُ مِنْكَ بَلْ فِي كُلِّ وَقْتٍ تَغْيِيرٌ عَلَيْهَا بِالتَّضْعِيفِ وَالْإِهْدَارِ أَوِ الْتَأْوِيلِ وَالْإِنْكَاسِ“

اے کاش بخاری، مسلم کی حدیثیں تم سے سلامت رہ جاتیں، تم تو ہر وقت ان پر حملے کرتے رہتے ہو ان کو کمزور اور بے قدر کرنے یا ان کی تاویل اور انکار کے لئے۔

۱۔ وفاء الوفا ج ۲ ص ۹۰۔ ۲۔ کتاب الرد علی الأحناف ص ۱۵۹ ۳۔ ملاحظہ کریں النصیر الذہبیہ کا آٹھواں بند۔

علامہ ابن ہمام کی تحقیق

احادیث شریفہ کو صحیح اور غیر صحیح قرار دینے کے سلسلہ

میں علامہ ابن الہمام نے اچھی دقیق بحث کی ہے، میں

حسب ضرورت کچھ لکھتا ہوں، جو یائے تحقیق ان کی کتاب کی طرف مراجعت کرے۔ فرماتے ہیں کہ جس نے یہ بات کہی ہے کہ سب سے زیادہ صحیح حدیث وہ ہے جو بخاری و مسلم میں ہے پھر وہ جو بخاری میں ہے پھر وہ جو مسلم میں ہے پھر وہ جو ان دونوں کی شرطوں پر ہو، پھر جو بخاری کی شرط پر ہو، پھر جو مسلم کی شرط پر ہو، تحکمٌ لا یجوز التقلید فیہ، بلا وجہ کا حکم چلانا ہے اور اس بات کی پیروی جائز نہیں۔ کیوں کہ حدیث کے زیادہ صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ راوی ان شرطوں پر پورا اترتا ہو جس کا بیان بخاری اور مسلم نے کیا ہے، اب اگر ان شروط پر کوئی حدیث ہو تو پھر بخاری اور مسلم کی تصحیح کس بنا پر کی جاتی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم میں بہت سی حدیثیں ایسی ہیں کہ ان پر ناقدین نے جرح کی ہے اور بخاری میں بھی ایسی حدیثیں ہیں جن میں کلام ہے، مدار کار راویوں کا پرکھنا اور شروط کا دیکھنا ہے کہ وہ پوری ہیں یا نہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ علماء کی مقرر کی ہوئی شرطوں میں اختلاف ہے کوئی کسی راہی کو ضعیف قرار دیتا ہے اور کوئی اس کی توشیح کرتا ہے، جن لوگوں کو اجتہاد میں سے نصیب نہیں ملا ہے اور ان میں راویوں کو پرکھنے کی صلاحیت نہیں ہے، ان کے نفس کو سکون اس صورت میں ملتا ہے کہ وہ اس قول کو لیتے ہیں جس پر اکثر کا اتفاق ہوا ہے، لیکن اصحاب بنیش اور دانش راویوں کے احوال پر نظر ڈالتے اور ان کو پرکھتے ہیں اور اس کو دیکھتے ہیں کہ حضرات اکابر صحابہ کا عمل کیا رہا ہے اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ بخاری کی روایت کردہ صحیح حدیث ان کے نزدیک مرجوح ہو اور جس حدیث کو بخاری نے صحیح نہ سمجھا ہو وہ ان کے نزدیک صحیح ثابت ہو۔ ہر حدیث اپنے سند کے اعتبار سے صحیح یا حسن یا ضعیف ہوا کرتی ہے، اور بہ اعتبار واقع اور قرآن دالہ کے ہو سکتا ہے کہ صحیح سند والی حدیث، نفس الامر میں ضعیف ہو اور ضعیف صحیح۔ الخ۔

ابو الحسن زبید کہتا ہے۔ علامہ ابن ہمام کے اس بیان سے حضرات ائمہ مجتہدین کا... مسلک واضح ہو رہا ہے۔ حضرت امام مالک نے زہری سے سالم بن عبداللہ بن عمر کی روایت رفع یدین کی ہے کہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع کو جاتے وقت، اور رکوع سے کھڑے ہوتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا ہے، زہری کی یہ روایت بخاری میں ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ نہایت اعلیٰ سند ہے اور اس کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے باوجود اس کے حضرت امام مالک کا عمل اس روایت پر نہیں ہے، کتاب الفقہ علی المتذہب الامر بعبۃ...

لہ ملاحظہ کریں فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۴، ۳۱۸ باب النوافل۔

میں لکھا ہے یہ

رَفَعَ الْيَدَيْنِ حَذْوِ الْمُتَكَبِّرِينَ عِنْدَ تَكْبِيرَةِ الْأَحْرَامِ مِنْ دُوبٍ وَفِيهَا عَدَا ذَلِكَ مَكْرُوهٌ.
مگونڈھوں کے محاذات تک ہاتھوں کا اٹھانا نماز شروع کرتے وقت بہتر ہے اور اس کے
سوا مکروہ۔

ا اگرچہ روایت بہ اعتبار سند کے صحیح ہے لیکن بہ اعتبار قرآنِ دالہ کے شایانِ عمل نہیں۔ اور
یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے بھی اس پر عمل نہیں کیا ہے۔

علامہ ابن ہمام کے اس بیان سے یہ بات متحقق ہوئی کہ سیکڑوں برس سے ائمہ اعلام اور
فقہائے کرام کا جن روایات پر عمل ہے اگرچہ ناقدین حدیث کے نزدیک وہ روایات مجروح اور
ضعیف ہوں، ائمہ اور فقہاء کے استدلال میں اس سے کوئی غلط واقع نہیں ہوتا۔ ان حضرات کے
اختیار کرنے سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک یہ روایات صحیح ہیں اور ان کا اختیار کرنا ہمارے واسطے
حجت اور دلیل ہے۔

مبارک آثار سے برکت حاصل کرنی | علامہ سہودی کی تحریر میں حضرت ابوالیوب
انصاری کا واقعہ لکھا جا چکا ہے اور حافظ

ابن حجر کی تحریر میں حضرت عتباں کا واقعہ اور حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کے واقعہ کا بیان ہے
اور علامہ ابن تیمیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر کا عمل لکھا ہے، اب میں حضرت عمر اور حضرت ابوبکر
کے واقعات لکھتا ہوں۔

بحریتہ نے بیان کیا ہے کہ میرے چچا خدش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے پیالے
میں طعام تناول کرتے دیکھا۔ انھوں نے وہ پیالہ آپ سے طلب کیا اور آپ نے ان کو عنایت
کر دیا۔ وہ مبارک پیالہ ہمارے گھر میں تھا، حضرت عمر کی جب بھی آمد ہوتی، فرماتے لاد وہ
پیالہ۔ اور ہم زمزم سے بھر کر وہ پیالہ آپ کے پاس لاتے۔ آپ زمزم پیتے اور جو بیچ رہتا اس
کو اپنے سر اور منہ پر ڈال لیتے، اتفاق سے ہمارے گھر میں چوری ہوئی اور وہ مبارک پیالہ بھی
چوری ہوا۔ اس کے بعد جب حضرت عمر کی آمد ہوئی، آپ نے حسب معمول وہ مبارک پیالہ
طلب کیا۔ ہم نے اس کے چوری ہو جانے کا ذکر کیا، آپ نے سن کر فرمایا: "اللَّهُ أَبُوهُ، سَرَقَ
صَحْفَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" واہ کیا کہنے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
پیالہ چرایا۔ اس کے بعد بحیرہ نے کہا۔ فَوَاللَّهِ مَا سَبَبَهُ وَلَا لَعَنَهُ۔ قسم ہے خدا کی نہ تو آپ نے اس کو

۱۸۹ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ص ۱۸۹

۱۹۰ ملاحظہ کریں طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۹۰۔

گالی دی اور نہ لعنت کی۔

علمائے اعلام نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا۔ اگر اہل عرب میں اختلافات ہو جائیں تو اسے فرزند تم اس غار کو چلے جانا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں چھپا تھا۔ ان شاء اللہ صبح شام تمہارا رزق تم کو ملتا رہے گا۔

علامہ ابن تیمیہ نے اگر قبر مطہر نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت **ماوایہ شیطاٹین** مبارک سے متعلق تمام احادیث مبارک کو مکذوبہ اور موضوعہ قرار دیا

ہے تو آثار مبارک کے متعلق لکھ دیا ہے کہ

وَكذلك مايسافراليه بعض الناس من المغارات ونحوها من الجبال قاصدين لتعظيم تلك البقعة بالشام ومصر والجزيرة وخراسان وغيرها وكل موضع تعظمه الناس غير المساجد ومشاعر الحج فانه ماوى الشياطين ويتصورون بصورة بنى آدم احيانا۔

”جو لوگ شام، مصر، جزیرہ عرب، خراسان اور دوسرے مقامات میں پہاڑوں میں مغارات وغیرہ کو جاتے ہیں اور ان کا مقصد ان مقامات کی تعظیم ہوتی ہے، اس سلسلہ میں کہہ بات ہے کہ مساجد اور مشاعر حج کے علاوہ ہر وہ جگہ جس کی تعظیم لوگ کرتے ہیں، وہ شیطاٹین کا کھانا ہے اور کبھی کبھار بنی آدم کی شکل میں ان پر ظاہر ہوتے ہیں۔“

کہاں کوہ طور کی مبارک گھاٹی وادی مقدس طوی، کہاں مبارک عبادت گاہ غار حرا، اور کہاں مبارک پناہ گاہ غار ثور اور کہاں بیت المقدس میں وہ مبارک مقام جہاں فرشتہ انسانی شکل میں ظاہر ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا، ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ اس پر پوری انسانی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور کہاں شیطاٹین کے ٹھکانے عقل زحیرت بسوخت کہ اس چہ بوا العجی است۔

علامہ ابن تیمیہ کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی نے بہت خوب مشورہ دیا ہے کہ

”الذی اخطأ فیہ لا یقلد فیہ بل هو معذور“

جن مسائل میں ان سے خطا ہوئی ہے، ان میں ان کی تقلید نہ کی جائے وہ ان میں معذور ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ نے توحید کا جو فلسفہ گھڑا ہے اور توحید الوہیت، توحید ربوبیت کے جو شاخسانے نکالے ہیں، یہ سب اسی کے اثرات و ثمرات ہیں۔ اس فلسفہ نے ان کو معذور کر دیا ہے۔ **دعایے استمداد** ائمہ حدیث نے اس مبارک دعا کی روایت کی ہے کہ

لہ ملاحظہ کریں مسند ابی بکر ص ۱۵۵، سان الیزان ج ۶ ص ۱۳۱، کثر العمال کتاب الفتن قسم افعال حدیث ص ۱۱۱ اور بیہقی کی دلائل نبوت۔ ص ۱۵۵ الرد علی الأختانی ص ۱۴۵۔ ص ۱۴۵ رسالۃ الرد للوافر کی تقریظ۔ ص ۱۴۵ حصن حصین جو تھی منزل۔

إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّتُهُ فَلْيُنَادِ أَعْيُنُوا يَا عِبَادَ اللَّهِ (بزار) رَحِمَكُمُ اللَّهُ (ابن ابی شیبہ، موقوفاً)

جب اس کا جانور بھاگ جائے تو پکار کر کہے۔ اے اللہ کے بندو، میری مدد کرو (بزار) اللہ تم پر رحم کرے (ابن ابی شیبہ)۔

وَأَنْ ارَادَعُونََا فليقل يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني (طبرانی)

اور اگر مدد چاہے تو کہے، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ طبرانی نے روایت کی ہے اور طبرانی نے لکھا ہے۔ جَبْرَبْ ذَلِكْ۔ اس کا تجربہ کیا گیا ہے۔

اس مبارک دعا کو امام جزری نے حصن حصین میں لکھا ہے، وہ اس مبارک کتاب کی تالیف سے یکشنبہ ۲۲ ذی الحجہ ۹۱۰ھ میں فارغ ہوئے ہیں۔ جس دن سے یہ مبارک کتاب لکھی گئی ہے مقبول خلافت ہوئی ہے۔ علماء اعلام نے اس کی شروعات لکھی ہیں۔ خلق خدا نے اس کو اپنا ورد بنایا ہے، اس مبارک دعا کے متعلق علامہ ابن تیمیہ نے کچھ لکھا ہے یا نہیں، مجھ کو اس کا علم نہیں، البتہ اس دور کے بعض افراد کو اس مبارک دعائیں کچھ نقائص معلوم ہوئے ہیں اور انہوں نے کچھ لکھا ہے، ان کے ازار شکوک کے لئے مختصر طور پر عرض ہے۔

بخ سیمان بن عبد الوہاب جنبلی نجدی نے لکھا ہے لہ

رَوَى الْحَاكِمُ فِي صَيِّحِهِ وَأَبُو عَوَانَةَ وَالْبَزَّازُ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ وَأَبْنُ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ يَا عِبَادَ اللَّهِ احْبِسُوا يَا عِبَادَ اللَّهِ احْبِسُوا يَا عِبَادَ اللَّهِ احْبِسُوا. ثَلَاثًا. فَإِنَّ لِلَّهِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهُ. وَقَدْ رَوَى الطَّبْرَانِيُّ إِنْ أَرَادَعُونََا فليقل يا عباد الله اعينوني.

ذکر ہذا الحدیث الامتہ فی کتبہم ونقلوہ اشاعۃ و حفظاً للامتہ ولم یُنکرُوہ، مِنْہُمُ التَّوَرِیُّ فِي الْأَذْكَارِ وَأَبْنُ الْقَيْمِ فِي كِتَابِهِ "الکلم الطیب" وابن مفلح فی "الآداب" بعد ان ذکر ہذا الاثر قال قال عبد اللہ بن الامام احمد سمعت ابي جحجج بن جحجج فضللت الطريق في حجة و كنت ما شيتا فجعلت اقول يا عباد الله دلونا على الطريق فلم ازل اقول ذلك حتى وقعت على الطريق

حاکم نے اپنی صحیح میں، ابو عوانہ اور بزار نے صحیح سند سے، اور ابن سنی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کا جانور بیابان میں بھاگ جائے تو پکار کر کہے، اے اللہ کے بندو روکو، اے اللہ کے بندو روکو، اے اللہ کے بندو روکو۔ تین بار۔ اللہ کا حاضر ہے (خدمتگار ہے) وہ اس کو روکے گا۔ اور طبرانی نے روایت کی

لہ ملاحظہ کریں الصواعق الإلهية في الرد على الوهابية ص ۳۵

ہے۔ اگر مدد کا طبکار ہو، تو کہے۔ اے اللہ کے بندو، میری اعانت کرو۔
 ائمہ نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور اُمت کے واسطے اس کی نقل، عت
 اور حفاظت کی ہے، انھوں نے انکار نہیں کیا ہے۔ اس حدیث کو نقل کرنے والے ائمہ میں سے
 نووی ہیں، انھوں نے اپنی کتاب "الاذکار" میں اس کو لکھا ہے، ابن قیم نے "المکمل لطیب"
 میں، اور ابن مفلح نے "الآداب" میں۔ ابن مفلح نے اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے، اما
 احمد حنبل کے بیٹے عبداللہ نے کہا کہ میرے والد نے فرمایا۔ میں نے پانچ مرتبہ حج کیا۔ ایک مرتبہ راستے
 میں بھٹک گیا۔ میں پیادہ پا تھا۔ میں نے کہنا شروع کیا۔ اے اللہ کے بندو، مجھ کو راستہ بتاؤ۔
 میں اس کو دہراتار ہا، یہاں تک کہ راستے پر پہنچ گیا۔

اللہ کے فضل و کرم سے حدیث شریف مستند ہے ائمہ اور اللہ کے نیک بندوں نے اس
 پر عمل کیا ہے اور ان کی پریشانیاں رفع ہوئی ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے سورہ نازعات
 میں "قَالْمُدْبِرَاتِ أَمْرًا" کے بیان میں لکھا ہے لہ

قَالَ الْبَغَوِيُّ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُمُ الْمَلَائِكَةُ الَّذِينَ وَكَلُوا بِأُمُورِ عَرَفْتَهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا۔
 بغوی کہتے ہیں کہ ابن عباس نے "المدبرات" کے متعلق فرمایا۔ وہ ایک جماعت ہے۔
 فرشتوں کی کہ ان کو کاموں پر مقرر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ کام بتائے ہیں۔
 حضرت سعید بن المسیب روضہ مطہرہ سے آیام حترہ میں اذان سنا کرتے تھے، اللہ کی
 مخلوق ہے جو اپنے اپنے کام سے لگی ہوئی ہے، سعدی شیرازی نے کیا خوب کہا ہے۔

ابر و باد و مه و خورشید و فلک در کار اند تا تو نمانے بہ کف آرمی و بہ غفلت نہ خوری
 ہمہ از بہر تو سرگشته و فرماں بردار شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

اختتامیہ علامہ ابن تیمیہ کے احوال مختصر طور پر بیان کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عہد
 زرین میں پیدا کیا، علوم و فضائل و کمالات سے خوب متصف کیا، ان کے مخالفین
 کو بھی اس کا اعتراف تھا۔ وَالْقَضَلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ جب تک وہ جمہور کے ساتھ ہے
 ان کی قدر و منزلت میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ اور جس دن سے ان کو شذوذات کی تلاش ہوئی اور
 انھوں نے ائمہ مجتہدین اور جمہور کے مسلک سے باہر قدم نکالا، ان کی مقبولیت رُو بہ زواں
 ہوئی، ان کے طرفدار ان سے الگ ہوئے اور قید خانہ میں ان کی وفات ہوئی۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی، صاحب فضل و کمال تھے۔ علامہ ابن تیمیہ کے شذوذات
 اور تفردات سے متنفر تھے انھوں نے رسالہ "الرد الوافر" کی تقریظ لکھی۔ اُس میں علامہ ابن تیمیہ

کے متعلق جو رائے قائم کی ہے، نہایت درست اور انصاف پر مبنی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔
 مَعَ ذَلِكَ فَهُوَ بَشَرٌ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ، فَالَّذِي أَصَابَ فِيهِ وَهُوَ الْأَكْثَرُ يُسْتَفَادُ عَنْهُ
 وَيُتَرَحَّمُ عَلَيْهِ بِسَبَبِهِ، وَالَّذِي أَخْطَأَ فِيهِ لَا يُقْلَدُ فِيهِ بَلْ هُوَ مَعْذُورٌ۔

اسی تمام فضائل اور علم و کمالات کے ہوتے ہوئے ابن تیمیہ ایک بشر ہیں، جو خطا بھی کرتا
 ہے اور صواب پر بھی رہتا ہے۔ جن مسائل میں وہ صواب پر رہے ہیں، وہ زیادہ ہیں، ان سے
 استفادہ کیا جائے اور ان کی وجہ سے ابن تیمیہ کے واسطے رحمت کی دعا کی جائے (رحمۃ اللہ
 علیہ) اور جن مسائل میں ان سے خطا ہوئی ہے، ان مسائل میں ان کی پیروی نہ کی جائے، وہ
 ان مسائل میں معذور ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کی اس رزین و متین رائے کا میں قدر دان ہوں، کسی نے خوب کہا ہے
 إِنَّمَا يَعْرِفُ الْفَصْلَ ذُو ذُوَّةٍ۔ دانش و بینش کی قدر خداوندان دانش و بینش ہی کرتے ہیں۔ اور
 میں اس میں دعا پر اپنے رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا
 رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

اے ہمارے پروردگار، ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے
 ہیں، بخش اور ہمارے دل میں بیر نہ رکھ ایمان والوں کا، اے رب تو ہی نرمی والا مہربان ہے۔
 اور سلام ہو رسولوں پر اور سب خوبی اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پالنے والا ہے۔

مراجع کتاب علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء

نمبر شمار	نام کتاب اور تفصیل
۱	البحر المحیط از علامہ اثیر الدین ابو حیان اندلسی، مطبوعہ مصر۔
۲	تفسیر منطہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مطبوعہ دہلی۔
۳	مجموعہ تفسیر شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مطبوعہ بمبئی در ۱۳۴۲ھ۔
۴	مشکات المصابیح، مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی در ۱۲۷۱ھ۔
۵	حصن حصین، مطبوعہ مطبع مجتہبائی، دہلی در ۱۳۳۱ھ۔
۶	طبقات کبریٰ از ابن سعد، مطبوعہ بیروت ۱۳۸۰ھ۔
۷	صحیح بخاری طبع کردہ مولانا احمد علی سہارنپوری در مطبع احمدی میرٹھ ۱۳۱۲ھ۔
۸	ہدی الساری از علامہ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ بولاق مصر در ۱۳۰۱ھ۔
۹	فتح الباری از علامہ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ بولاق مصر در ۱۳۰۳ھ۔
۱۰	ارشاد الساری از علامہ قسطلانی مطبوعہ بولاق مصر در ۱۳۰۴ھ۔
۱۱	عمدة القاری از علامہ عینی مطبوعہ دار الطباعہ استانبول در ۱۳۰۸ھ۔
۱۲	کنز العمال برہامش مسند احمد حنبل مطبوعہ میمنہ مصر ۱۳۱۳ھ۔
۱۳	اشعة اللمعات از شیخ عبدالحق محدث دہلوی مطبوعہ نول کشور در ۱۹۰۷ء۔
۱۴	مسند ابی بکر از علامہ سیوطی مطبوعہ عزیز بیگ در حیدرآباد در ۱۴۰۰ء۔
۱۵	الجامع الصغیر فی احادیث البشیر التذیر از سیوطی مطبوعہ میمنہ مصر در ۱۳۲۱ھ۔
۱۶	کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ از قاضی عیاض مالکی مطبوعہ استانبول در ۱۳۱۲ھ۔
۱۷	وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ از علامہ سمہودی مطبوعہ مصر در ۱۳۲۶ھ۔
۱۸	لسان المیزان از علامہ ابن حجر عسقلانی، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد در ۱۳۲۹ھ۔
۱۹	فتاویٰ قاضی خان برہامش فتاویٰ ہندیہ، مطبوعہ میمنہ مصر در ۱۳۲۳ھ۔
۲۰	فتح القدر از علامہ ابن الہمام مطبوعہ تجاریہ، مصر در ۱۳۵۶ھ۔
۲۱	کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ، قسم العبادات، مطبوعہ دارالکتب مصر در ۱۳۴۹ھ۔
۲۲	احیاء علوم الدین از امام غزالی مطبوعہ حلبی، مصر در ۱۳۴۸ھ۔
۲۳	مرصاد العباد از شیخ نجم الدین رازی، قلمی محررہ ۱۳۷۵ھ۔

نام کتاب اور تفصیل

نمبر شمار

۲۴	نفحات الانس از نورالدین عبدالرحمن جامی، قلمی - در بروج نوشته شده ۹۹۲ھ -
۲۵	مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مطبوعہ مولوی نور احمد سپروی امرتسر -
۲۶	انصاح المقصود من معنی وحدۃ الوجود از علامہ عبدالغنی نابلسی از مجموعہ کتاب بابا اغناطیوس از ۳۰۶
۲۷	جامع الامات الاولیا از علامہ نبہانی مطبوعہ دارالکتب مصر در ۱۳۲۹ھ -
۲۸	تاریخ خاندان حافظ ابوبکر خطیب، مطبوعہ خانجی - مصر در ۱۳۲۹ھ -
۲۹	تاریخ سائر اربع الاسلامی از محمد خضری بک مطبوعہ عیسیٰ بابی مصر در ۱۳۲۸ھ -
۳۰	الطبقات المفیدۃ ثانیۃ الکبریٰ از علامہ تاج الدین سبکی مطبوعہ حسینیہ مصر در ۱۳۲۴ھ -
۳۱	مرآة الرحمن از امام یافعی مطبوعہ دائرۃ المعارف - حیدرآباد در ۱۳۲۶ھ -
۳۲	رحلہ ابن بطوطہ مطبوعہ فہمی - مصر در ۱۳۲۲ھ -
۳۳	الذہبیۃ والنہایہ از ابوالفدا ابن کثیر مطبوعہ خانجی ۱۳۵۸ھ -
۳۴	الدرر الکامنہ از حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ دائرۃ المعارف - حیدرآباد در ۱۳۵۰ھ -
۳۵	الموادث الجامعہ از ابن فوطی مطبوعہ بغداد در ۱۳۵۱ھ -
۳۶	شذرات الذہب از ابن عماد حنبلی مطبوعہ بیروت -
۳۷	مناقب امام اعظم از ابوالموید مطبوعہ دائرۃ المعارف - حیدرآباد در ۱۳۲۱ھ -
۳۸	مقدمہ ابن خلدون - مطبوعہ تجاریہ - مصر -
۳۹	ابجد العلوم از نواب صدیق حسن خان مطبوعہ بھوپال ۱۲۹۵ھ -
۴۰	تاریخ ہندوستان از ذکار اللہ مطبوعہ علی گڑھ - ۱۹۱۵ء -
۴۱	ابن تیمیہ از محمد بوزہرہ مطبوعہ دارالفکر العربی ۱۹۵۸ء -
۴۲	حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ از محمد بہجت بیطار مطبوعہ مکتب اسلامی ۱۳۸۰ھ -
۴۳	ابن تیمیہ بطل الاصلاح الدینی از محمد مہدی استانبولی مطبوعہ دمشق -
۴۴	تاریخ دعوت و عزیمت حصہ دوم از مولانا ابوالحسن علی ندوی مطبوعہ معارف اعظم گڑھ در ۱۳۴۴ھ -
۴۵	امام ابن تیمیہ از کوکنی مطبوعہ مدینہ برقی پریس مدراس در ۱۳۴۹ھ -
۴۶	حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ از عطار اللہ بھوجیانی مطبوعہ لاہور در ۱۳۸۱ھ -
۴۷	تذکرہ مولانا آزاد مطبوعہ انارکلی - لاہور -
۴۸	مقالات احسانی از مناظر احسن گیلانی مطبوعہ ادارہ مجلس علمی کراچی در ۱۹۵۹ء -
۴۹	المسایرہ از علامہ ابن الہمام مطبوعہ امیریہ - بولاق مصر در ۱۳۱۶ھ -

نام کتاب اور تفصیل

نمبر شمار

- ۵۰ مقالہ شیخ یوسف دیکجوی از مجلہ نور الاسلام، از ہر جلد ۴ از صفحہ ۲۵۴ و از صفحہ ۱۹۔
- ۵۱ الرد علی ابن تیمیہ فی خبر الجبہ از جزر خامس طبقات الشافعیۃ الکبری۔
- ۵۲ زغل العلم والطلب از علامہ ذہبی مطبوعہ القدسی۔ دمشق در ۱۳۲۷ھ۔
- ۵۳ النصیحۃ الذہبیہ از علامہ ذہبی مطبوعہ القدسی دمشق در ۱۳۲۷ھ۔
- ۵۴ الفقیدۃ الواسطیہ از علامہ ابن تیمیہ۔ در مجموعہ رسائل کبریٰ جلد اول صفحہ ۱۔ مطبوعہ عامرہ مصر در ۱۳۲۳ھ۔
- ۵۵ شرح حدیث النزول از علامہ ابن تیمیہ مطبوعہ مکتب اسلامی در ۱۳۸۱ھ۔
- ۵۶ رسالہ لا تشد الرجال از علامہ ابن تیمیہ در مجموعہ رسائل کبریٰ جلد ثانی صفحہ ۳۔
- ۵۷ کتاب الرد علی الاخوانی از علامہ ابن تیمیہ، مطبوعہ سلفیہ، مصر۔
- ۵۸ الصواعق الالہیہ از علامہ سلیمان بن عبدالوہاب، مکتبہ ایشق، استانبول در ۱۳۹۰ھ۔
- ۵۹ شفا السقام از علامہ تقی الدین سبکی، مطبوعہ مکتبہ ایشق، استانبول در ۱۳۹۶ھ۔
- ۶۰ التوسل بالنبی و جملہ الوہابیین از ابو حامد بن مرزوق، مطبوعہ ایشق، استانبول در ۱۳۹۵ھ۔
- ۶۱ الرد الوافر از علامہ ابن التاصر
- ۶۲ القول الجلی از صفی الدین بخاری
- ۶۳ الکواکب الدریہ از شیخ مرعی
- مجموعہ تسعہ رسائل میں نمبر ۱، ۲، ۳۔ مطبوعہ کردی در مصر در ۱۳۲۹ھ۔
- ۶۴ التوسل بسید الرسل از سید صدیق حسن خاں۔
- ۶۵ تطہیر الفواد من دنس الاعتقاد از علامہ شیخ محمد نجیب مطبعی۔
- ۶۶ منتہی الأرب فی لغات العرب، مطبوعہ لاہور در ۱۸۷۱ء۔

حضرت مصنف دامت برکاتہ کی بعض دوسری کتابیں

- ۱۔ وحدۃ الوجود - ملنے کا پتہ :- ندوۃ المصنفین، اردو بازار، دہلی ۶
 - ۲۔ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین آفسٹ
 - ۳۔ مقامات خیر (سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر) پہلی طباعت ۲۰ × ۲۶
 - ۴۔ مقامات خیر (سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر) دوسری طباعت ۱۸ × ۲۲
 - ۵۔ مقامات انبیاء (سوانح حیات حضرت ابوالخیر) فارسی - آفسٹ
 - ۶۔ منہج الألباء فی السلام علی الانبیاء والرضاعن الأولیا
 - ۷۔ مجموعہ خیر البیان و خیر المورود و نظم شامل
 - ۸۔ بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید - زیر طباعت بار دوم - آفسٹ
- ۱۵/۰۰ روپے
= ۳۰/۰۰
= ۲۵/۰۰
= ۲۰/۰۰
= ۱/۵۰
= ۱۰/۰۰
= ۱۰/۰۰

ملنے کا پتہ

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی، درگاہ شاہ ابوالخیر، شاہ ابوالخیر مارگ

دہلی - ۱۱۰۰۰۶

THE REVIEW OF MAULANA SAID AHMED AKBARABADI
 HAS BEEN PUBLISHED IN A MAGAZINES ISLAMIC
 CULTURE VOL-LIV No. 2 (PAGES 132-133) APRIL 1980,
 HYDERABAD, INDIA.

ALLAMA IBN - TAYAMIYYAH AND HIS CONTEMPORARY
 ULAMA by Maulana Shah Abul Hasan Zaid Farooqi, small size;
 pages 129; price not mentioned, address: Dargah Shah Abul
 Haair Marg, Delhi-6.

The personality of Allama Ibn Taymiyyah (b. 1268 d.1328) has always been controversial among the ulama of various sects of Islam. On the one hand he was one of the greatest erudite scholars ever born in Islam. He combined in his person rare qualities of heart and mind. He was a versatile author and a very forceful writer and orator. Practically he lived an austere, simple, pious and life. On the other hand he was a bitter critic of those great scholars of Islam like Ghazzali and Ibn Arabi from whom he differed on certain points. In his criticism of his opponents he was imprudent, intemperate and intolerant. He seems to have been a man of contradictions on account of which he got equally a large number of friends and foes, admirers and critics, supporters and adversaries.

Having drunk deep Islamic as well as Greek sciences at the hand of great and well-reputed scholars of the age, Ibn-Taymiyyah began his career as a teacher. When he was only 20, even at this young age his deep knowledge of a wide range of subjects coupled with oratory and versatile writings won him fame and name throughout the Islamic world and his contemporary ulama of great repute showered praise upon him, which he deserved upto the age of 40. He is supposed to have been a Hanbalite, in fact he was a free thinker. As much as he was bold enough to bluntly express his personal views on certain important issues of Islamic creed, as definitely opposed to the consensus of ulama. An analytical survey of Ibn-Taymiyyah's books, more or less one hundred in number, reveals that his differences with the popular observations of ulama, lie in the following categories:-

- 1) His difference with the major opinion of Imam Ahmed bin Hanbal though he claims to be a follower of the Imam.
- 2) On 16 occasions he has ignored the opinion of Imam Ahmed bin Hanbal in toto and adopted the opinion of any one of the remaining three Imams.
- 3) On 39 occasions he has ignored the juristic opinion of all four Imams and has given his own independent verdict.
- 4) On 39 occasions he has ignored the unanimous opinion and consensus of Ummah and exercised his own free choice arbitrarily.

This last category termed as rarities or exclusive opinions of Ibn-Taymiyyah () which inter alia include (a) his anthropomorphic interpretation of the () (b) his declaration that to make journey for the main purpose of visiting the tomb of the Prophet is illegitimate (c) and his declaration that divorce declared during the period of menstruation is invalid created havoc in the Islamic world with the result that even many of the staunch admirers of Ibn-Taymiyyah from amongst contemporary ulama turned out to be his bitter critics at his advanced age when he began to express his "exclusive opinion with greater force and obduracy". A particular sect of Islam has since been perfectly sincere and faithful to Ibn-Taymiyyah, while some sects denounced him totally. Apart from these two groups who take an objective view of the situation concerned, they are full of admiration for Ibn-Taymiyyah for his erudition, high scholarship, achievements and remarkable contributions to Islamic literature, nevertheless they refuse to accept the views of Ibn-Taymiyyah which come under any of the four categories mentioned above. This third group stands by self-restrained while taking into consideration the merits and demerits of Ibn-Taymiyyah in order to determine his real status and position as one of the greatest theologians and erudites of Islam.

The learned author of the book under review, who himself is a well-reputed scholar of Islamic science and a sufi of first order, belongs to the above third group. A/w such in an attempt to show both sides of the picture, he after giving a life sketch of Ibn-Taymiyyah, has thorough discussed the view of contemporary ulama of Ibn-Taymiyyah concerning him and has given his own reasons based^u on the Quran, Hadith and the writings of undisputed luminarie^d of Islam in order to justify or contradict the statements ma^s by Taymiyyah.

The whole treatise is indeed a piece of great scholarship. It is enlightening and worth reading. The preface of the treatise written by Dr. Muhammad Abdul-Sattar Khan of Osmania University provides an account of the biography and accomplishments of the learned author. This is an added charm to the beauty of the book.

- SAID AHMED AKBARABADI -

